فتاویٰ امن پوری

Part 626-650

مصنف

شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری
حفظہ اللہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

کتاب و سنت (محدث) لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- بسا اوقات کسی کتاب کو اس کی مجموعی افادیت کے پیش نظر پبلش کر دیا جاتا ہے جس کے مندرجات سے ادارہ کا کلی اتفاق ضروری نہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۲۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: نشہ آور اشیاء سے علاج کرنا کیسا ہے؟

جواب: علاج ومعالجہ میں نشہ آور اشیا کا استعمال ممنوع ہے۔ منشیات میں بیماری ہے، علاج نہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اَللّٰھُمَّ لَا تَشْفِ مَنِ اسْتَشْفٰی بِالْخَمْرِ.

''اللہ! جو شراب (نشہ آور اشیاء) سے علاج کرتا ہے، اسے شفا نہ دینا۔''

(شرح مَعاني الآثار للطّحاوي: 108/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ بَلَغَهٗ أَنَّ نِسَاءً يَمْتَشِطْنَ بِالْخَمْرِ، فَقَالَ: أَلْقَى اللّٰهُ فِي رُؤُوسِهِنَّ الْحَاصَّةَ.

''آپ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کچھ عورتوں نے سر کے بالوں کے علاج کے لیے شراب کا استعمال کیا ہے، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے بالوں کو بال جھڑ (Hair fall) کی بیماری لگا دے!''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 24074، وسندهٗ صحيحٌ)

بالوں یا سکن وغیرہ کے علاج میں نشہ آور اشیا کا استعمال جائز نہیں۔ اسی طرح جنسی

توانائی حاصل کرنے کے لیے جو مختلف قسم کا نشہ آور مواد لیا جاتا ہے، یہ بھی سراسر حرام ہے اور جسمانی وروحانی صحت کے لیے انتہائی ضرر رساں ہے۔

❁ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ لِابْنِ عُمَرَ نَجِيبَةٌ، وَإِنَّهَا مَرِضَتْ، فَوُصِفَ لِي أَنْ أُدَاوِيَهَا بِالْخَمْرِ، فَدَاوَيْتُهَا، فَقُلْتُ لِابْنِ عُمَرَ: إِنَّهُمْ وَصَفُوا لِي أَنْ أُدَاوِيَهَا بِالْخَمْرِ، قَالَ: فَفَعَلْتَ؟ قُلْتُ: لَا، وَقَدْ كُنْتُ فَعَلْتُ، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ لَوْ فَعَلْتَ لَعَاقَبْتُكَ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک عمدہ نسل اونٹنی تھی، وہ بیمار پڑ گئی، اس کا شراب کے ساتھ علاج کرنے کا کہا گیا، چنانچہ میں نے شراب سے اس کا علاج کر دیا۔ پھر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: اطباء نے مجھے بتایا ہے کہ اس اونٹنی کا علاج شراب سے کروں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: تو آپ نے ایسا کرلیا؟ تو میں نے کہا: نہیں، جبکہ میں نے ایسا کرلیا تھا، فرمایا: اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا، تو میں آپ کو ضرور سزا دیتا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 24077، وسندهٗ صحيحٌ)

اس اثر سے معلوم ہوا کہ جانوروں کو بھی نشہ آور ادویات بطور علاج دینا درست نہیں۔ انسانوں کے علاج میں حرام اور منشیات کے استعمال کی ممانعت صحیح احادیث اور آثار میں بالکل واضح ہے۔

سوال: روافض کی مجلسوں کا حصہ بننا کیسا ہے؟

جواب: روافض کے عقائد اہل سنت والجماعت سے سراسر الگ ہیں، ان کی مجالس

میں کئی حرام کاموں کا ارتکاب ہوتا ہے، لہٰذا ان مجالس کا بائیکاٹ ضروری ہے، اسلاف اُمت ہمیشہ سے اہل بدعت سے الگ رہنے اور ان کی مذمت کرنے کا کہتے رہے ہیں۔ جب اہل بدعت سے موافقت اوران سے ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی، تو سنت کی غیرت جاتی رہے گی اور بدعت کے متعلق نفرت محو ہو جائے گی۔

اہل بدعت کی مجلسوں کی رونق بننا ممنوع ہے، کتاب وسنت میں اس پر متعدد دلائل ہیں۔اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع بھی ہے۔

❀ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى ذَمِّ سَائِرِ أَهْلِ الْبِدَعِ وَالتَّبَرِّي مِنْهُمْ، وَهُمُ الرَّوَافِضُ، وَالْخَوَارِجُ وَالْمُرْجِئَةُ، وَالْقَدَرِيَّةُ، وَتَرْكِ الْاِخْتِلَاطِ بِهِمْ لِمَا ...... أُمِرَ بِهِ مِنَ الْإِعْرَاضِ عَنْهُمْ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾.

''اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ تمام اہل بدعت جیسے روافض، خوارج، مرجئہ اور قدریہ ہیں، کی مذمت کی جائے اور ان سے اعلان برأت کیا جائے، نیز ان سے میل جول نہ رکھا جائے، کیونکہ قرآن کریم میں ایسوں سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''(اے نبی!) جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں، جو ہماری آیات میں (بے کار) بحث وتمحیص کرتے ہیں، تو آپ ان سے کنارہ کر لیجئے۔''

(رِسالة إلٰى أهل الثّغر، ص 174-175)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ اگر کسی نے احرام کی نیت کی، اس دوران اس نے قمیص پہن رکھی تھی، اب وہ اس قمیص کو پھاڑ کر جسم سے جدا کرے گا، کیونکہ اگر وہ عام طریقہ سے قمیص اتارے گا، تو اتارتے ہوئے قمیص کا کپڑا اس کے سر کو ڈھانپ دے گا، جو کہ حالت احرام میں جائز نہیں۔ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ محض تکلف ہے، اگر کسی نے انجانے میں حالت احرام میں قمیص پہن لی، تو وہ عام طریقہ سے ہی قمیص اتار دے گا، معمولی سر ڈھانپنے میں کچھ حرج نہیں، اس پر کوئی دم یا فدیہ نہیں۔

❁ سیدنا یعلی بن اُمیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِعْرَانَةِ وَعَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبٌ قَدْ ظُلِّلَ بِهٖ عَلَيْهِ مَعَهٗ فِيهِ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ مِنْهُمْ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ عَلَيْهِ جُبَّةٌ مُّتَضَمِّخٌ بِطِيبٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ تَرٰى فِي رَجُلٍ أَحْرَمَ بِعُمْرَةٍ فِي جُبَّةٍ بَعْدَ مَا تَضَمَّخَ بِطِيبٍ فَنَظَرَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ سَكَتَ فَجَاءَهُ الْوَحْيُ فَأَشَارَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِيَدِهٖ إِلٰى يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ تَعَالَ قَالَ : فَجَاءَ يَعْلٰى فَأَدْخَلَ رَأْسَهٗ فَإِذَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ فَقَالَ : أَيْنَ السَّائِلُ الَّذِي سَأَلَنِي عَنِ الْعُمْرَةِ آنِفًا فَالْتُمِسَ الرَّجُلُ فَجِيءَ بِهٖ فَقَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَّا الطِّيبُ الَّذِي بِكَ فَاغْسِلْهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَأَمَّا الْجُبَّةُ فَانْزِعْهَا ثُمَّ اصْنَعْ فِي عُمْرَتِكَ مَا تَصْنَعُ فِي حَجِّكَ .

’’نبی کریم ﷺ مقام جعرانہ میں تھے اور آپ پر ایک کپڑے سے سایہ کیا گیا تھا، جس میں آپ کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سمیت آپ ﷺ کے چند صحابہ بھی تھے، ایک آدمی آیا، جس نے کوٹ پہنا ہوا تھا اور خوشبو بھی لگا رکھی تھی، پوچھا: اللہ کے رسول! اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے، جو خوشبو لگانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھ لے؟ نبی کریم ﷺ نے لمحہ بھر اس کی طرف خاموشی سے دیکھا، تو آپ پر وحی آ گئی، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ کو آنے کا اشارہ کیا، چنانچہ سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ آئے اور اپنا سر (کپڑے کے) اندر داخل کیا، نبی کریم ﷺ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے، پھر آپ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی، تو فرمایا: وہ شخص کہاں ہے، جس نے ابھی مجھ سے عمرہ کے متعلق پوچھا تھا؟ چنانچہ اس شخص کو تلاش کر کے لایا گیا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: خوشبو کو تین مرتبہ دھو ڈالیں اور جبہ اتار دیں، پھر جس طرح آپ حج میں کرتے ہیں، ویسے ہی عمرہ میں بھی کر لیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 1789، صحيح مسلم : 1180، المُنتقٰى لابن الجارود : 447)

❀ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ رَدٌّ عَلٰى مَنْ زَعَمَ مِنَ الْعُلَمَاءِ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَحْرَمَ وَكَانَ عَلَيْهِ قَمِيصٌ كَانَ لَهٗ أَنْ يَشُقَّهٗ وَقَالُوا : لَا يَنْبَغِي أَنْ

يَنْزِعَهُ كَمَا يَنْزِعُ الْحَلَالُ قَمِيصَهُ لِأَنَّهُ إِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ غَطّٰى رَأْسَهُ وَذٰلِكَ لَا يَجُوزُ لَهُ فَلِذٰلِكَ أَمَرَ بِشَقِّهِ.

''اس قصہ میں ان اہل علم کے مؤقف کی تردید ہوتی ہے، جو کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے احرام کی نیت کی اور اس نے قمیص پہنی ہوئی ہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قمیص کو پھاڑ دے، کہتے ہیں کہ وہ قمیص کو اس طرح نہیں اتارے گا، جس طرح حلال (غیر محرم) آدمی اتارتا ہے، کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا، تو اس کے سر پر کپڑا آ جائے گا، جو کہ جائز نہیں، اس لیے اسے کپڑا پھاڑ کر اتارنے کا حکم ہے۔''

(الاستذکار : 33/4)

سوال: درج ذیل واقعہ کی سند کیسی ہے؟

❁ عوام بن حوشب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

نَزَلْتُ مَرَّةً حَيًّا وَإِلٰى جَانِبِ الْحَيِّ مَقْبَرَةٌ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ الْعَصْرِ انْشَقَّ مِنْهَا قَبْرٌ فَخَرَجَ رَجُلٌ رَأْسُهُ رَأْسُ حِمَارٍ وَجَسَدُهُ جَسَدُ إِنْسَانٍ فَنَهِقَ ثَلَاثَ نَهْقَاتٍ، ثُمَّ انْطَبَقَ عَلَيْهِ الْقَبْرُ، فَإِذَا عَجُوزٌ تَغْزِلُ شَعْرًا أَوْ صُوفًا، فَقَالَتِ امْرَأَةٌ : تَرٰى تِلْكَ الْعَجُوزَ؟ قُلْتُ : مَا لَهَا؟ قَالَتْ : تِلْكَ أُمُّ هٰذَا، قَالَ : وَمَا كَانَ قِصَّتُهُ؟ قَالَتْ : كَانَ يَشْرَبُ الْخَمْرَ فَإِذَا رَاحَ تَقُولُ لَهُ أُمُّهُ : يَا بُنَيَّ اتَّقِ اللّٰهَ، إِلٰى مَتٰى تَشْرَبُ هٰذَا الْخَمْرَ؟ فَيَقُولُ لَهَا :

إِنَّمَا أَنْتِ تَنْهَقِينَ كَمَا يَنْهَقُ الْحِمَارُ، قَالَتْ : فَمَاتَ بَعْدَ الْعَصْرِ، قَالَتْ : فَهُوَ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ بَعْدَ الْعَصْرِ كُلَّ يَوْمٍ فَيَنْهَقُ ثَلَاثَ نَهْقَاتٍ ثُمَّ يَنْطَبِقُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ .

''ایک دفعہ میں نے ایک محلے میں پڑاؤ ڈالا، محلے کی ایک طرف قبرستان تھا۔ عصر کے بعد کا وقت ہوا، تو قبرستان میں سے ایک قبر کھلی، اس میں سے ایک آدمی نکلا، جس کا جسم تو انسانوں کی طرح تھا، مگر سر گدھے جیسا، (وہ قبر سے باہر نکلا اور) اس نے تین مرتبہ گدھے کی طرح آواز نکالی، پھر اس پر قبر بند ہو گئی۔ ادھر ہی ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی، ایک عورت نے (مجھے) کہا: کیا آپ اس بڑھیا کو دیکھ رہے ہیں، میں نے کہا: انہیں کیا ہے؟ کہنے لگی: یہ اس قبر والے کی ماں ہے۔ میں نے کہا: اس کا ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگی: یہ شخص شراب پیتا تھا، جب اسے ہوش آتا، تو اس کی ماں اسے کہا کرتی: بیٹا! اللہ سے ڈر جاؤ، آخر کب تک شراب پیتے رہو گے؟ تو وہ اپنی ماں سے کہتا: تم تو گدھوں کی طرح چلاتی رہتی ہو۔ پھر عصر کے بعد اس شخص کی موت ہو گئی، اب ہر روز عصر کے بعد اس کی قبر کھلتی ہے اور یہ تین بار گدھے کی طرح آواز نکالتا ہے، پھر اس کی قبر بند ہو جاتی ہے۔''

(التّرغیب والتّرهیب لقِوام السّنة :471)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

سوال: کیا پگڑی پر مسح کرنا منسوخ ہے؟

جواب: پگڑی پر مسح کرنا جائز اور مشروع ہے۔ اس بارے میں صحیح احادیث اور آثار

موجود ہیں۔اس کے برعکس بعض پگڑی پرمسح کومنسوخ کہتے ہیں۔

❀ محمد بن حسن شیبانی حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

بَلَغَنَا أَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْعِمَامَةِ كَانَ فَتُرِكَ .

”ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ پگڑی پر مسح مشروع تھا، بعد میں ترک کردیا گیا۔“

(موطأ محمد : 53)

محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ کو یہ خبر کس نے دی، کچھ پتہ نہیں۔معلوم ہوا کہ پگڑی پر مسح کی منسوخیت پر کوئی دلیل نہیں۔بغیر دلیل شرعی کے نسخ کا دعویٰ کرنا جائز نہیں۔

سوال: کتب ستہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: کتب ستہ سے مراد حدیث کی وہ چھ اُمہات الکتب ہیں، جو دواوین اسلام ہیں، یہ احکام شرعیہ کا تقریباً احاطہ کرتی ہیں۔ان سے مراد صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ ہیں۔

❀ حافظ یوسف بن عبدالرحمٰن مزی رحمہ اللہ (۷۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اَلْكُتُبُ السِّتَّةُ الَّتِي هِيَ عُمْدَةُ أَهْلِ الْإِسْلَامِ وَعَلَيْهَا مَدَارُ عَامَّةِ الْأَحْكَامِ .

”کتب ستہ اہل اسلام کی بنیادی دلیل ہیں، بیشتر احکام شرعیہ کا دارومدار انہی کتابوں پر ہے۔“

(تحفة الأشراف :3/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ حَارِسَ الْحَرَسِ .

''اللہ تعالیٰ کھیتی کی حفاظت کرنے والے پر رحم فرمائے۔''

(سنن ابن ماجه : 2769)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① صالح بن محمد بن زائدہ لیثی ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

② عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔

❀ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَسْمَعْ عُمَرُ مِنْ عُقْبَةَ .

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں کیا۔''

(الضّعفاء الكبير : 394/4)

❀ حافظ مزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَلْقَهٗ .

''عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں۔''

(تحفة الأشراف : 314/7)

جس سند میں عمر بن عبدالعزیز اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے درمیان عبدالعزیز بن مروان کا واسطہ ہے، وہ سند بھی ضعیف ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے:

شَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ أُتِيَ بِسَبْعَةٍ أُخِذُوا فِي لُوَاطَةٍ، أَرْبَعَةٌ مِّنْهُمْ

قَدْ أَحْصَنُوا النِّسَاءَ، وَثَلَاثَةٌ لَمْ يُحْصِنُوا، فَأَمَرَ بِالْأَرْبَعَةِ فَأُخْرِجُوا مِنَ الْمَسْجِدِ فَرُضِحُوا بِالْحِجَارَةِ، وَأَمَرَ بِالثَّلَاثَةِ فَضُرِبُوا الْحُدُودَ، وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ فِي الْمَسْجِدِ.

''میں سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا، اسی اثنا سات بندوں کو لایا گیا، جنہیں لواطت کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا، ان میں چار بندے شادی شدہ تھے اور تین کنوارے۔ تو سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے چار (شادی شدہ) اشخاص کے متعلق حکم دیا، انہیں مسجد سے باہر نکالا گیا اور پتھروں سے کچل دیا گیا، باقی تین (کنوارے) اشخاص کے متعلق حکم دیا، تو ان پر حد جاری کی گئی، وہاں مسجد میں سیدنا عبداللہ بن عمر اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي: 405/8)

جواب: سند ضعیف ہے۔ یمان بن مغیرہ ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

تنبیہ:

❀ صاحب ہدایہ کہتے ہیں:

اِخْتِلَافُ الصَّحَابَةِ فِي مُوجِبِهٖ مِنَ الْإِحْرَاقِ بِالنَّارِ وَهَدْمِ الْجِدَارِ.

''لواطت کے مرتکب کی سزا کے متعلق صحابہ کے مابین اختلاف ہے کہ اسے آگ سے جلایا جائے یا اس پر دیوار کو گرا دیا جائے؟......''

(الهِداية: 346/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا هَدْمُ الْجِدَارِ فَلَمْ أَجِدْهُ .

''(کسی صحابی سے لواطت کرنے والے پر) دیوار گرانے والی روایت مجھے نہیں ملی۔''

(الدّراية : 103/2)

سوال: کیا متعہ کی منسوخیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ہوئی؟

✿ صاحب ہدایہ کہتے ہیں:

ثَبَتَ النَّسْخُ بِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .

''متعہ کا منسوخ ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے۔''

(الهِداية : 190/1)

جواب: شروع اسلام میں متعہ کی اجازت دی، بعد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکاح متعہ کو حرام قرار دیا۔ اس پر کئی صحیح احادیث ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متعہ کے منسوخ ہونے پر اجماع کیا ہے۔

متعہ کی منسوخیت عہد نبوی میں ہو چکی تھی، ایسا نہیں کہ عہد نبوی میں تو متعہ جائز رہا، بعد میں صحابہ نے اسے بالا جماع منسوخ کر دیا، کیونکہ عہد نبوی کے بعد شریعت کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوسکتا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا تھا کہ عہد نبوی میں متعہ کو منسوخ کر دیا گیا۔ یہ نسخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نے کیا، نہ کہ صحابہ نے۔

صاحب ہدایہ کی ذکر کردہ عبارت مبہم ہے، ظاہر یہی ہوتا ہے کہ انہوں نے متعہ کی منسوخیت پر اجماع کو دلیل بنایا ہے، جبکہ اجماع کسی شے کو منسوخ نہیں کر سکتا، اجماع سے کسی حدیث کے ناسخ یا منسوخ ہونے پر راہنمائی لی جا سکتی ہے، بذات خود اجماع ناسخ

نہیں بن سکتا۔

❁ علامہ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

اَلنَّسْخُ لَا يَثْبُتُ بِالْإِجْمَاعِ، وَإِنَّمَا الْإِجْمَاعُ يَدُلُّ عَلٰى نَسْخٍ .

''نسخ اجماع سے ثابت نہیں ہوتا، اجماع تو فقط نسخ پر راہنمائی کرتا ہے۔''

(العِناية :1/95-96)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ أَرَادَ أَنَّ نَسْخَهٗ ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ وَأَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلٰى نَقْلِهٖ إِلَيْنَا أَوْ عَلٰى حُكْمِهٖ فَمُسَلَّمٌ، وَإِنْ أَرَادَ بِهٖ أَنَّهٗ كَانَ ثَابِتًا بِالسُّنَّةِ وَأَنَّ الصَّحَابَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْمَعُوا عَلٰى نَسْخِهٖ فَمَمْنُوعٌ؛ فَإِنَّ النَّسْخَ لَا يَكُونُ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ كَلَامِهٖ أَنَّهٗ أَرَادَ الْمَعْنَى الثَّانِيَ وَهُوَ سَهْوٌ مِنْهُ .

''(مذکورہ عبارت سے) صاحب ہدایہ کی مراد اگر یہ ہے کہ متعہ کا نسخ سنت سے ثابت ہے اور اس سنت کو نقل کرنے پر یا اس کے حکم پر صحابہ کا اجماع ہو گیا، تو (یہ مراد) بالکل صحیح ہے۔ اگر صاحب ہدایہ کی مراد یہ ہے کہ سنت میں متعہ ثابت تھا، پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے منسوخ ہونے پر اجماع کر لیا، تو یہ مراد بالکل غلط ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نسخ نہیں۔ صاحب ہدایہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے دوسرا معنی ہی مراد لیا

ہے، جو کہ ان کا سہو ہے۔“

(التّنبیہ علی مشکلات الهدایة : 1204/3)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلٰى أَنَّ الْمُتْعَةَ قَدِ انْتَسَخَتْ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتِ الْأَحَادِيثُ نَاسِخَةً، وَالْإِجْمَاعُ مُظْهِرٌ؛ لِأَنَّ نَسْخَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ بِالْإِجْمَاعِ لَيْسَ بِصَحِيحٍ عَلَى الْمَذْهَبِ الصَّحِيحِ .

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ متعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی منسوخ ہو چکا ہے، لہٰذا احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (متعہ کی) ناسخ ہیں اور اجماع اس نسخ کو ظاہر کرتا ہے، کیونکہ کتاب وسنت کے کسی حکم کا نسخ اجماع کے ذریعے نہیں ہو سکتا ہے، یہی صحیح مذہب ہے۔“

(البِناية : 64/5)

سوال: کیا امام جہری نمازوں میں فاتحہ سے پہلے بسم اللہ بآواز بلند پڑھ سکتا ہے؟

جواب: جہری نمازوں میں سورت فاتحہ سے پہلے، اسی طرح سورت فاتحہ کے بعد نئی سورت شروع کرتے ہوئے اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا جائز اور مشروع ہے، اس پر کئی دلائل ہیں۔ آہستہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

❁ ارزق بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ : ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾ (الفاتحة : ١) ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾

(الفاتحة : ٧) ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ﴾(الفاتحة : ١) .

''میں نے سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی اور آپ رضی اللہ عنہ کو سورت فاتحہ سے پہلے اور سورت فاتحہ کے بعد (نئی سورت شروع کرتے ہوئے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے سنا۔''

(شرح معاني الآثار للطّحاوي :200/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ علامہ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(الحاوي في بَيان آثار الطّحاوي :461/1)

سوال: درج ذیل اثر کا کیا مفہوم ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِذَا وَسَّعَ اللّٰهُ فَأَوْسِعُوا .

''جب اللہ تعالیٰ وسعت (نعمت) دے، تو آپ بھی اس وسعت (نعمت) کا اظہار کریں۔''

(صحيح البخاري : 365)

جواب: اس کا مطلب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو نعمتوں سے بہرہ مند کرے، تو اسے چاہیے کہ ان نعمتوں سے استفادہ کرے، شرعی حدود میں رہ کر اپنی ذات پر خرچ کرے اور اپنے گھر والوں کی جائز ضروریات کا خیال رکھے، کنجوسی سے کام نہ لے۔

سوال: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیس رکعت تراویح کے بارے میں روایت کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ روایت درج ذیل کتابوں میں مندرج ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 294/2، السّنن الكبرٰى للبَيهقي : 496/2، المعجم الكبير للطّبراني :393/11)

روایت سخت ضعیف ہے، ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان متروک الحدیث ہے۔

❀ علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ نے ''کذاب'' کہا ہے۔

(التّجريد :203/1)

❀ علامہ سلام اللہ دہلوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ بِأَبِي شَيْبَةَ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُثْمَانَ، مُتَّفَقٌ عَلٰى ضَعْفِهٖ، مَعَ مُخَالِفَتِهٖ لِلصَّحِيحِ : «مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ، وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً» .

''یہ روایت ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے ضعیف ہے، اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ نیز یہ روایت صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے، (جس میں ہے:) ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔''

(المُحلّٰى بِحُلِيِّ أسرار الموطأ : 305/2)

سوال: جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان کلام کرنا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ ممانعت پر دلیل نہیں۔

سوال: خطبہ جمعہ میں سامعین کس طرف چہرہ کریں گے؟

جواب: خطبہ جمعہ کے دوران سامعین کو چاہیے کہ وہ مکمل توجہ خطیب کی طرف رکھیں، اپنا چہرہ ادھر اُدھر پھیرنے کے بجائے خطیب کی طرف دیکھیں، بعض لوگ سارے خطبہ میں

نیچے سر جھکا کر بیٹھے رہتے ہیں، نتیجتاً ان پر اُونگھ اور نیند طاری ہو جاتی ہے، لہٰذا خطبہ کے دوران خطیب کی طرف دیکھنا چاہیے، تاکہ پوری توجہ خطبہ میں رہے۔

❁ مستمر بن ریان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَنَسًا عِنْدَ الْبَابِ الْأَوَّلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، قَدِ اسْتَقْبَلَ الْمِنبَرَ .

”میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے دن پہلے دروازے کے پاس دیکھا، آپ رضی اللہ عنہ نے منبر کی طرف منہ کیا ہوا تھا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5233، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

مَنْ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ بِأَلَمْ نَشْرَحْ وَأَلَمْ تَرَ كَيْفَ لَمْ يَرْمَدْ .

”جس نے فجر (کی سنتوں یا فرائض) میں سورت الم نشرح اور سورت الم تر کیف کی قرأت کی، اس کی آنکھیں خراب نہیں ہوں گی۔“

جواب: بے سند اور بے اصل روایت ہے۔

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

”روایت بے اصل ہے۔“

(المَقاصد الحَسنة : 1162)

یہ جھوٹی روایت صحیح احادیث کے خلاف بھی ہے۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَمَا إِنِّي لَا آسٰى عَلٰى شَيْءٍ، إِلَّا عَلٰى ثَلَاثٍ فَعَلْتُهُنَّ، وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْهُنَّ، وَثَلَاثٍ لَمْ أَفْعَلْهُنَّ وَدِدْتُ أَنِّي فَعَلْتُهُنَّ، وَثَلَاثٍ وَدِدْتُ أَنِّي سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُنَّ، فَأَمَّا الثَّلَاثُ اللَّاتِي وَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَفْعَلْهُنَّ؛ فَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ كَشَفْتُ بَيْتَ فَاطِمَةَ وَتَرَكْتُهُ، وَأَنْ أَغْلِقَ عَلَيَّ الْحَرْبَ، وَوَدِدْتُ أَنِّي يَوْمَ سَقِيفَةَ بَنِي سَاعِدَةَ كُنْتُ قَذَفْتُ الْأَمْرَ فِي عُنُقِ أَحَدِ الرَّجُلَيْنِ؛ أَبِى عُبَيْدَةَ أَوْ عُمَرَ، فَكَانَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، وَكُنْتُ وَزِيرًا، وَوَدِدْتُ أَنِّي حَيْثُ كُنْتُ وَجَّهْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلٰى أَهْلِ الرِّدَّةِ، أَقَمْتُ بِذِي الْقَصَّةِ فَإِنْ ظَفِرَ الْمُسْلِمُونَ ظَفِرُوا، وَإِلَّا كُنْتُ رِدْءًا أَوْ مَدَدًا، وَأَمَّا اللَّاتِي وَدِدْتُ أَنِّي فَعَلْتُهَا؛ فَوَدِدْتُ أَنِّي يَوْمَ أُتِيتُ بِالْأَشْعَثِ أَسِيرًا ضَرَبْتُ عُنُقَهُ، فَإِنَّهُ يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُ يَكُونُ شَرَّ الْإِطَارِ إِلَيْهِ، وَوَدِدْتُ أَنِّي يَوْمَ أُتِيتُ بِالْفَجَاةِ السُّلَمِيَّ لَمْ أَكُنْ أَحْرِقُهُ، وَقَتَلْتُهُ سَرِيحًا، أَوْ أَطْلَقْتُهُ نَجِيحًا، وَوَدِدْتُ أَنِّي حَيْثُ وَجَّهْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى الشَّامِ وَجَّهْتُ عُمَرَ إِلَى الْعِرَاقِ فَأَكُونُ قَدْ بَسَطْتُ يَدَيْ يَمِينِي وَشِمَالِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ

وَجَلَّ، وَأَمَّا الثَّلَاثُ اللَّاتِي وَدِدْتُ أَنِّي سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُنَّ؛ فَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ سَأَلْتُهُ فِيمَنْ هٰذَا الْأَمْرُ فَلَا يُنَازِعُهُ أَهْلُهُ، وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ سَأَلْتُهُ هَلْ لِلْأَنْصَارِ فِي هٰذَا الْأَمْرِ سَبَبٌ، وَوَدِدْتُ أَنِّي سَأَلْتُهُ عَنِ الْعَمَّةِ وَبِنْتِ الْأَخِ، فَإِنَّ فِي نَفْسِي مِنْهُمَا حَاجَةً.

''مجھے کسی معاملہ پر کوئی پشیمانی اور افسوس نہیں، سوائے اس کہ میں نے تین ایسے کام کیے ہیں، جن کے متعلق مجھے افسوس ہے کہ کاش میں وہ کام نہ کرتا، اسی طرح تین ایسے کام، جو میں نے نہیں کیے، کاش کہ میں وہ کام کر لیتا اور تین چیزوں کے متعلق کاش میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کر لیتا۔ وہ تین کام کہ جو کاش میں نہ کرتا، یہ ہیں: ① کاش میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ نہ کھولتا اور اسے چھوڑ دیتا اور میں جنگ بند کر لیتا۔ ② کاش میں سقیفہ بنو ساعدہ کے دن خلافت کا بوجھ ابو عبیدہ بن جراح اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کی گردن میں ڈال دیتا، وہ امیر المومنین بن جاتا اور میں اس کا وزیر۔ ③ کاش جب میں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مرتدین کی طرف کمان دے کر بھیجا، تو میں ذوالقصہ میں (کچھ لوگوں کے ساتھ) قیام کرتا، کہ اگر لڑنے والے مسلمان فتح یاب ہو جاتے، تو (میرے ساتھ موجود) لوگوں کو بھی کامیابی مل جاتی، ورنہ میں لڑنے والے مجاہدین کی مدد کو آتا۔

وہ تین کام (جو میں نہیں کر سکا) کاش میں وہ کام کر لیتا، وہ یہ ہیں: ① کاش جب میرے پاس اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ کو قیدی بنا کر لایا گیا، تو میں اسے

قتل کر دیتا، کیونکہ میرا خیال ہے کہ وہ ہر شر کی طرف اڑ کر چلا جاتا ہے۔ ② کاش جس دن میرے پاس (مرتد) ایاس فجاءۃ سلمی کو لایا گیا، تو میں اسے نہ جلاتا، بلکہ اسے قتل کر دیتا یا ایسے ہی چھوڑ دیتا۔ ③ کاش جب میں نے شام کی طرف خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا، تو میں عراق کی طرف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بھی بھیج دیتا، یوں میں دایاں اور بایاں دونوں ہاتھ راہِ خدا میں کھول دیتا۔

وہ تین چیزیں، جن کے متعلق میں کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوا کر لیتا، وہ یہ ہیں؛ ① کاش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ یہ خلافت کس کا حق ہے، تاکہ اس میں کوئی اختلاف نہ کرتا۔ ② کاش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ کیا انصار کا اُمور خلافت میں کوئی حصہ ہے؟ ③ کاش میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوپھی اور بھتیجی کی میراث کے متعلق سوال کر لیتا، کیونکہ مجھے اس بارے میں کچھ تشنگی ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 62/1، الأموال للقاسم بن سلام : 353، الضّعفاء الكبير للعُقَيْلي : 419/3)

جواب: باطل روایت ہے۔ علوان بن داود بجلی ضعیف و منکر الحدیث ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّهُ يُكْتَبُ فِي كُلِّ إِشَارَةٍ يُشِيرُهَا الرَّجُلُ بِيَدِهِ فِي الصَّلَاةِ بِكُلِّ أُصْبُعٍ حَسَنَةٌ أَوْ دَرَجَةٌ.

''نماز میں (رفع الیدین کرتے ہوئے) ہاتھ کے اشارہ میں ہر انگلی کے

بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے یا ایک درجہ بلند ہوتا ہے (یوں ہر رفع الیدین پر دس نیکیاں ملتی ہیں یا دس درجات بلند ہوتے ہیں)۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 297/17)

جواب: سند ضعیف ہے۔مشرح بن ہاعان نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بعض منکر روایات بیان کی ہیں، مذکورہ روایت بھی عقبہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ یہ بھی اس کی منکر روایات میں سے ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ أَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهَا .

''مشرح بن ہاعان نے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کئی منکر روایات بیان کی ہیں، جن پر متابعت نہیں کی گئی۔''

(كتاب المَجروحين : 28/3)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۲۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ رَاكِبٍ يَخْلُو فِي مَسِيرِهٖ بِاللّٰهِ وَذِكْرِهٖ إِلَّا رَدِفَهٗ مَلَكٌ، وَلَا يَخْلُو بِشِعْرٍ وَنَحْوِهٖ إِلَّا رَدِفَهٗ شَيْطَانٌ.

''جو شخص دوران سفر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اور اس کا ذکر کرتا ہے، فرشتہ اس کے پیچھے سوار ہو جاتا ہے اور جو شخص (برے) اشعار یا اس طرح (کی ناجائز وحرام) چیزوں کے ساتھ سفر کرتا ہے، تو شیطان اس کے ساتھ سوار ہو جاتا ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 324/17)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن شراحیل غیر معروف ہے۔

② ابن لہیعہ ضعیف و مدلس ہے۔

③ عبداللہ بن صالح کاتب لیث کثیر الخطا ہے۔

سوال: درج ذیل سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا فراسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

أَسْأَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا،

وَإِنْ كُنْتَ سَائِلًا لَا بُدَّ، فَاسْأَلِ الصَّالِحِينَ .

''اللہ کے رسول! کیا میں (کسی سے ضرورت کی شے) مانگ سکتا ہوں؟ فرمایا: نہیں، البتہ اگر ضروری مانگنا پڑ جائے، تو نیکو کاروں سے سوال کرنا۔''

(سنن أبي داود : 1646، سنن النّسائي : 2587)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① ابن الفراسی کی توثیق نہیں۔

② مسلم بن مخشی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/ ۳۹۸'' میں ذکر کیا ہے۔

اس سے بعض اہل شرک جسارت کرتے ہیں کہ فوت شدہ بزرگوں سے بھی مانگا جا سکتا ہے۔ یاد رہے کہ زندہ ہو یا فوت شدہ مافوق الاسباب مدد مانگنا شرک ہے۔ زندہ سے تحت الاسباب مدد طلب کی جا سکتی ہے، فوت شدہ سے فائدہ ہی نہیں، کیونکہ وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا، لہٰذا یہ بھی شرک ہوا۔

سوال: درج ذیل واقعہ کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَيُّوبَ نَبِيَّ اللّٰهِ كَانَ فِي بَلَائِهِ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً فَرَفَضَهُ الْقَرِيبُ وَالْبَعِيدُ، إِلَّا رَجُلَانِ مِنْ إِخْوَانِهِ كَانَا مِنْ أَخَصِّ إِخْوَانِهِ كَانَا يَغْدُوَانِ إِلَيْهِ وَيَرُوحَانِ إِلَيْهِ، فَقَالَ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ : أَتَعْلَمُ، وَاللّٰهِ لَقَدْ أَذْنَبَ أَيُّوبُ ذَنْبًا مَا أَذْنَبَهُ أَحَدٌ، قَالَ صَاحِبُهُ : وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ : مُنْذُ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ سَنَةً لَمْ

يَرْحَمْهُ اللّٰهُ فَيَكْشِفُ عَنْهُ، فَلَمَّا رَاحَا إِلَيْهِ لَمْ يَصْبِرِ الرَّجُلُ حَتّٰى ذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ أَيُّوبُ: لَا أَدْرِي مَا يَقُولُ غَيْرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَمُرُّ عَلَى الرَّجُلَيْنِ يَتَنَازَعَانِ فَيَذْكُرَانِ اللّٰهَ فَأَرْجِعُ إِلٰى بَيْتِي فَأُكَفِّرُ عَنْهُمَا كَرَاهِيَةَ أَنْ يُذْكَرَ اللّٰهُ إِلَّا فِي حَقٍّ، قَالَ: وَكَانَ يَخْرُجُ إِلٰى حَاجَتِهٖ فَإِذَا قَضٰى حَاجَتَهُ أَمْسَكَتِ امْرَأَتُهُ بِيَدِهٖ حَتَّى يَبْلُغَ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَبْطَأَ عَلَيْهَا وَأُوحِيَ إِلٰى أَيُّوبَ فِي مَكَانِهٖ أَنِ: ﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ، هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾(ص: ٤٢) فَاسْتَبْطَأَتْهُ فَلَقِيَتْهُ يَنْتَظِرُ، وَأَقْبَلَ عَلَيْهَا قَدْ أَذْهَبَ اللّٰهُ مَا بِهٖ مِنَ الْبَلَاءِ، وَهُوَ عَلٰى أَحْسَنِ مَا كَانَ، فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: أَيْ بَارَكَ اللّٰهُ فِيكَ، هَلْ رَأَيْتَ نَبِيَّ اللّٰهِ هٰذَا الْمُبْتَلٰى؟ وَوَاللّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ بِهٖ مِنْكَ إِذْ كَانَ صَحِيحًا، قَالَ: فَإِنِّي أَنَا هُوَ، وَكَانَ لَهُ أَنْدَرَانِ أَنْدَرٌ لِلْقَمْحِ وَأَنْدَرٌ لِلشَّعِيرِ، فَبَعَثَ اللّٰهُ سَحَابَتَيْنِ، فَلَمَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا عَلٰى أَنْدَرِ الْقَمْحِ أَفْرَغَتْ فِيهِ الذَّهَبَ حَتّٰى فَاضَ، وَأَفْرَغَتِ الْأُخْرٰى عَلٰى أَنْدَرِ الشَّعِيرِ الْوَرِقَ حَتّٰى فَاضَ.

”اللہ کے نبی ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال تک آزمائشوں کا شکار رہے، چنانچہ

آپ علیہ السلام کے قریبی اور دور کے سبھی رشتہ دار اور تعلق دار آپ علیہ السلام کو چھوڑ گئے، سوائے دو بھائیوں کے، جو آپ علیہ السلام کے خواص میں سے تھے، دونوں آپ کے پاس صبح وشام آتے تھے۔ ان میں سے ایک بھائی نے دوسرے سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کی قسم! سیدنا ایوب علیہ السلام نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے، جو کسی اور نے نہیں کیا۔ دوسرے نے پوچھا: وہ کیسے؟ کہا: اس لیے کہ اٹھارہ سال ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام پر رحم نہیں کیا اور ان کی بیماری دور نہیں کی۔ شام کو جب ایک بھائی سیدنا ایوب علیہ السلام کو پوچھنے گیا، تو اس سے رہا نہ گیا اور اس نے اپنے ساتھی کی بات سیدنا ایوب علیہ السلام کو ذکر کر دی، تو ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ اس شخص نے یہ بات کیوں کی ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے کہ میں جب بھی ان دو ٹانگوں پر چل کر جاتا ہوں، تو یہ بھی اللہ کا ذکر کرتی ہیں، پھر جب واپس گھر کو لوٹ کر آتا ہوں، تو ان دونوں ٹانگوں کا کفارہ دیتا ہوں، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) نبی ایوب علیہ السلام جب قضائے حاجت کے لیے باہر جاتے، تو آپ علیہ السلام کی بیوی نے آپ علیہ السلام کا ہاتھ تھاما ہوتا تھا، یہاں تک کہ آپ (قضائے حاجت والی جگہ پر) پہنچ جاتے۔

چنانچہ ایک دن آپ علیہ السلام نے آنے میں دیر کر دی، (جبکہ بیوی الگ تھلگ کھڑی انتظار کر رہی تھی) اسی دوران سیدنا ایوب علیہ السلام کو اسی جگہ پر وحی کی گئی کہ ﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ، هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾(صٓ: ٤٢) ''اپنے پاؤں کو ماریے، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔''

جب بیوی کو محسوس ہوا کہ ایوب علیہ السلام نے بہت دیر کر دی ہے، تو وہ ان کے پاس چلی گئی، وہ انتظار کر رہے تھے، سیدنا ایوب علیہ السلام نے بیوی کی طرف رُخ کیا، جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی بیماری کافور کر دی تھی، اب آپ علیہ السلام (بیماری سے) پہلے والی حالت سے بھی اچھی حالت میں تھے۔ جب بیوی نے دیکھا، تو کہنے لگی: اے فلاں شخص! اللہ آپ کو برکت دے، کیا آپ نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے، جو سخت بیمار ہیں؟ اللہ کی قسم! جب ایوب نبی تندرست تھے، آپ کی شکل وصورت ان کی اس حالت سے بہت ملتی جلتی ہے۔ ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں وہی ہوں۔ آپ علیہ السلام کے دو کھلیان تھے، ایک گندم کا کھلیان اور دوسرا جو کا کھلیان۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے، ایک بادل گندم کے کھلیان پر آیا اور سونا برسانے لگا، یہاں تک کہ کھلیان لبا لب بھر گیا، دوسرا بادل جو کے کھلیان پر آیا اور چاندی برسانے لگا، یوں وہ کھلیان بھی لبا لب بھر گیا۔''

(مسند أبي يعلٰى: 3617، صحيح ابن حبان: 2898، المُستدرك للحاكم: 635/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔ زہری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَفْعُ هٰذَا الْحَدِيثِ غَرِيبٌ جِدًّا .

''اس حدیث کو مرفوع بیان کرنا انتہائی عجیب ہے۔''

(تفسير ابن كثير: 362/5)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

أَمَا تَذْكُرُ يَوْمَ كُنْتُ أَنَا وَأَنْتَ فِي سَقِيفَةِ قَوْمٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتُحِبُّهُ؟ فَقُلْتَ : وَمَا يَمْنَعُنِي؟ قَالَ : أَمَا إِنَّكَ سَتَخْرُجُ عَلَيْهِ وَتُقَاتِلُهُ وَأَنْتَ ظَالِمٌ قَالَ : فَرَجَعَ الزُّبَيْرُ .

”کیا آپ کو یاد ہے کہ جس دن میں اور آپ انصار کی ایک جھونپڑی میں تھے اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کو فرمایا تھا: کیا آپ علی سے محبت کرتے ہیں؟ تو آپ نے کہا تھا: مجھے کیا مانع ہے (کہ میں علی رضی اللہ عنہ سے محبت نہ کروں)؟ فرمایا: عنقریب آپ علی بن ابی طالب کے خلاف خروج کریں گے اور ان کے خلاف قتال کریں، جبکہ آپ ظالم ہوں گے۔ (یہ حدیث یاد آنے پر) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ (جنگ سے) واپس پلٹ گئے۔“

(المُستدرك للحاكم : 5573)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن سلیمان عابد غیر معروف ہے۔

② اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

③ اس روایت کو قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے نقل کرنا خطا ہے، درست یہ ہے کہ اسماعیل بن ابی خالد نے اسے عبد السلام سے نقل کیا ہے، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ جیسے ائمہ علل نے صراحت کی ہے۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْعَابِدُ لَا يُعْرَفُ، وَالْحَدِيثُ فِيهِ نَظَرٌ .

”محمد بن سلیمان عابد غیر معروف ہے۔اس حدیث میں کلام ہے۔“

(تلخیص المستدرك : 719)

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 65/3)

سند ضعیف ہے۔

① اسماعیل بن ابی خالد کا عنعنہ ہے۔

② عبدالسلام بن عبداللہ احمسی مجہول ہے۔

③ عبدالسلام کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ سَمَاعُهُ مِنْهُمَا .

”عبدالسلام بن عبداللہ کا سیدنا علی اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔“

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 65/3)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يُدْرِكِ الزُّبَيْرَ وَهُوَ مُرْسَلٌ .

”عبدالسلام بن عبداللہ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا، لہٰذا یہ روایت مرسل ہے۔“

(العِلَل : 246/4)

❀ نیز فرماتے ہیں:

هُوَ مُرْسَلٌ عَنْ عَلِيٍّ .

”عبدالسلام بن عبداللہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنا مرسل ہے۔“

(العِلَل : 102/4)

❀ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(المستدرك للحاكم : 5574)

سند ضعیف ہے۔

① عبداللہ بن محمد بن عبدالملک رقاشی مجہول ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ .

”یہ مجہول ہے۔“

(التّاريخ الكبير : 189/5)

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ نَظَرٌ .

”اس کی حدیث متروک ہے۔“

(الجرح والتّعديل : 157/5)

② عبدالملک بن مسلم رقاشی مجہول ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ حَدِيثُهُ .

”اس کی حدیث ثابت نہیں۔“

(التّاريخ الكبير : 431/5)

✿ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلَل المُتناهية : 365/2)

❀ اس کی چوتھی سند بھی ہے۔

(المُستدرك للحاكم : 5575، دلائل النّبوة للبيهقي : 414/6)

سند ضعیف ہے۔

① اجلح بن عبداللہ کی بعض منکر روایات ہیں۔

② فضالہ بن ابی اُمیہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات:۵/۲۹۷''میں ذکر کیا ہے۔

مستدرک میں اس کا واسطہ گر گیا ہے۔

③ یزید فقیر کا باپ ابو یزید مجہول ہے۔

مستدرک کی سند سے ابو یزید کا واسطہ گر گیا ہے، نیز مستدرک سے ابو الاسود دؤلی کا واسطہ بھی گر گیا ہے۔

❀ اس کی پانچویں سند بھی ہے۔

(المُستدرك للحاكم : 5577)

سند ضعیف ہے۔

① ابو جرو مازنی مجہول ہے۔

② عبداللہ بن محمد بن عبدالملک رقاشی مجہول ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ .

''یہ مجہول ہے۔''

(التّاریخ الکبیر : 189/5)

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي حَدِيثِهِ نَظَرٌ .

''اس کی حدیث متروک ہے۔''

(الجرح والتّعدیل : 157/5)

② عبدالملک بن مسلم رقاشی مجہول ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ حَدِيثُهُ .

''اس کی حدیث ثابت نہیں۔''

(التّاریخ الکبیر : 431/5)

❁ اس کی چھٹی سند بھی ہے۔

(جامع معمر بن راشد : 20430)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

② قتادہ مدلس ہیں، انہوں نے سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کا زمانہ نہیں پایا۔

❁ اس کی ساتویں سند بھی ہے۔

(المَطالب العالية لابن حجر : 4403)

سند باطل ہے۔

① اسماعیل بن خلیفہ عبسی ابواسرائیل ضعیف ومنکرالحدیث اور مدلس ہے۔

② حکم بن عتیبہ مدلس ہے۔

③ حکم بن عتیبہ کا سیدنا علی اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

❁ اس کی آٹھویں سند بھی ہے۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37828)

سند ضعیف ہے۔

① شریک بن عبداللہ قاضی مدلس ہے۔

② اسود بن قیس کا استاذ مبہم ہے۔

سوال: کیا یہ ثابت ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اَحد اَحد کی صدائیں بلند کرتے تھے؟

جواب: بلاشبہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو قبول اسلام پر اذیتیں دی گئیں، مگر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جاتا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ اَحد اَحد کی صدائیں بلند کرتے تھے۔ اس بارے میں مروی روایت ثابت نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَعْطَوْهُ الْوِلْدَانَ، وَأَخَذُوا يَطُوفُونَ بِهِ شِعَابَ مَكَّةَ، وَهُوَ يَقُولُ : أَحَدٌ، أَحَدٌ .

’’سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے نوجوانوں کے سپرد کر دیا، جو آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ کی وادیوں میں گھسیٹتے اور آپ رضی اللہ عنہ احد احد کی صدائیں بلند کرتے۔‘‘

(مُسند الإمام أحمد :1/404، سنن ابن ماجه : 150)

روایت ضعیف ہے۔اس حدیث کا موصول ہونا خطا و وہم ہے، دراصل یہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے، جیسا کہ ماہرین علل حدیث فرماتے ہیں۔

سوال: میت کو غسل دینے والے کے آداب کیا ہیں؟

جواب: میت کو غسل دیتے وقت اور کفن پہناتے وقت کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا چاہیے، اس وقت میت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے، غسل دینے والے کو میت میں کوئی خوشگوار بات نظر آئے، مثلاً: چہرے کا روشن ہونا یا جسم سے خوشبو آنا وغیرہ، تو مستحب ہے کہ اس کا ذکر دوسروں سے کرے، اگر اس کے اندر کوئی ناگوار بات نظر آئے، مثلاً: چہرے کا سیاہ ہونا، جسم سے بدبو آنا، اعضائے جسمانی میں شدید تبدیلی یا شکل کا بدل جانا وغیرہ، تو دوسروں سے اس بات کا ذکر کرنا حرام ہے۔

❀ سیدنا ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا فَكَتَمَ عَلَيْهِ غُفِرَ لَهُ أَرْبَعِينَ مَرَّةً، وَمَنْ كَفَّنَ مَيِّتًا كَسَاهُ اللّٰهُ مِنَ السُّنْدُسِ، وَإِسْتَبْرَقِ الْجَنَّةِ، وَمَنْ حفرَ لِمَيِّتٍ قَبْرًا فَأَجَنَّهُ فِيهِ أُجْرِيَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ كَأَجْرِ مَسْكَنٍ أُسْكِنَهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ .

’’غسل دینے والا اگر میت کے عیب چھپاتا ہے، تو اللہ اس کی چالیس دفعہ مغفرت کرتا ہے، جو میت کو کفن پہناتا ہے، اللہ اسے جنت میں ریشم اور دیباج

کا حلہ پہنائے گا اور جو میت کے لیے قبر کھودتا ہے، اسے قبر میں اتارتا ہے، اس کے لیے اتنا اجر ہے، جتنا کسی کو قیامت تک کے لیے گھر بنا کر دینے کا ہے۔‘‘

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 395/3؛ شعب الإيمان للبيهقي : 8827؛ المُعجَم الكبير للطَّبَراني :315/1؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (362،354/1) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ’’صحیح‘‘ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ’’قوی‘‘ کہا ہے۔

(الدّراية :230/1)

❀ قوام السنہ ابو القاسم اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

غُسْلُ الْمَيِّتِ فَرْضٌ عَلَى الْكِفَايَةِ ...... وَلَا يَجُوزُ لِلْغَاسِلِ أَنْ يَنْظُرَ إِلٰى عَوْرَةِ الْمَيِّتِ ...... وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ لَا يَنْظُرَ إِلٰى سَائِرِ بَدَنِهٖ إِلَّا فِيمَا لَا بُدَّ لَهٗ مِنْهُ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُونَ بِقُرْبِ الْمَيِّتِ مِجْمَرَةٌ حَتّٰى إِنْ كَانَتْ لَهٗ رَائِحَةٌ لَمْ تَظْهَرْ، وَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْغَاسِلُ أَمِينًا ...... لِأَنَّهٗ رُبَّمَا يَسْتُرُ إِذَا لَمْ يَكُنْ أَمِينًا مَا يَظْهَرُ مِنْ جَمِيلٍ وَيَظْهَرُ مَا يَرٰى مِنْ قَبِيحٍ، وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَسْتُرَ الْمَيِّتَ عَنِ الْعُيُونِ لِأَنَّهٗ قَدْ يَكُونُ فِي بَدَنِهٖ عَيْبٌ كَانَ يَكْتُمُهٗ، وَيُسْتَحَبُّ لِلْغَاسِلِ إِذَا رَأَى مِنَ الْمَيِّتِ مَا أَعْجَبَهٗ أَنْ يَتَحَدَّثَ بِهٖ، وَإِذَا رَأَى مَا يَكْرَهُ لَمْ يَجُزْ أَنْ يَتَحَدَّثَ بِهٖ ...... وَيُسْتَحَبُّ

لِمَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا أَنْ يَغْتَسِلَ ...... وَلَا يَجِبُ ذٰلِكَ .

''میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔ ...... غسل دینے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ میت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے۔ ...... بلکہ اس کے لیے مستحب ہے کہ انہی اعضاء کو دیکھے، جنہیں دیکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔ مستحب ہے کہ میت کے قریب خوشبو کی دھونی دی جائے، تاکہ اگر میت سے کوئی بدبو آ رہی ہو، تو (دھونی کی وجہ سے) وہ بدبو نہ پھیلے۔ غسل دینے والے کو امین ہونا چاہیے۔ ...... کیونکہ اگر غسل دینے والا امین نہ ہو، تو کبھی وہ میت کی خوبی کو چھپا لے گا یا اس کے (جسمانی) عیب کو ظاہر کر دے گا۔ غسل دینے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ میت کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھے، تاکہ اگر میت کے بدن میں کوئی عیب ہو، تو وہ اسے (لوگوں سے) چھپا سکے۔ غسل دینے والے کے لیے یہ بھی مستحب ہے کہ جب میت میں کوئی خوشگوار بات دیکھے، تو اسے بیان کر دے اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے، تو اسے بیان کرنا جائز نہیں۔ ...... جو شخص میت کو غسل دے، اس کے لیے غسل کرنا مستحب ہے۔ ...... واجب نہیں۔''

(التّرغیب والتّرھیب : 3/158-159)

سوال: سونے اور چاندی کے عوض زمین کرائے پر دینا کیسا ہے؟

جواب: بالاتفاق جائز ہے۔

❀ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِهَا بَأْسٌ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ .

''دینار (سونے کا سکہ) اور درہم (چاندی کا سکہ) کے عوض زمین ٹھیکے پر

دینے میں کوئی حرج نہیں۔‘‘

(صحيح البخاري: 2346)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ اكْتِرَاءَ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَقْتًا مَّعْلُومًا جَائِزٌ.

’’اہل علم کا اجماع ہے کہ سونے اور چاندی کے عوض میں ایک مقررہ وقت کے لیے زمین ٹھیکے پر دی جا سکتی ہے۔‘‘

(الإجماع: 541)

❁ علامہ ابن بطال رحمہ اللہ (۴۴۹ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ يَجُوزُ كَرَاءُ الْأَرْضِ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ.

’’اہل علم کا اتفاق ہے کہ سونے اور چاندی کے عوض میں زمین ٹھیکے پر دی جا سکتی ہے۔‘‘

(شرح صحيح البخاري: 487/6)

سوال: کیا کوئی اپنی نماز یا روزے کا اجر و ثواب میت کو ایصال کر سکتا ہے؟

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَهٗ أَنْ يَجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلَاةً أَوْ صَوْمًا أَوْ صَدَقَةً أَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ.

’’انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی کسی نیکی مثلاً نماز، روزہ، صدقہ یا کسی بھی عبادت کا اجر کسی دوسرے کو ایصال کر دے۔ یہ اہل سنت والجماعت کے ہاں

جائز ہے۔''

(الهداية :1/178)

جواب: صاحب ہدایہ کی یہ بات درست نہیں۔ اہل سنت والجماعت کی طرف اس بات کا انتساب بھی غلط ہے۔

صدقہ اور دعا کا ثواب اور فائدہ میت کو ایصال کیا جا سکتا ہے، یہ اہل سنت والجماعت کے ہاں اجماعی مسئلہ ہے۔

باقی رہا نماز اور روزوں کا ثواب ایصال کرنا، تو اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں، نہ ائمہ اہل سنت والجماعت اس کے قائل ہیں۔ بلکہ یہ اجماع اُمت کے خلاف ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ، وَّلَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلٰكِنْ يُطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُدًّا مِّنْ حِنْطَةٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے نماز پڑھے، نہ روزہ رکھے، بلکہ (روزے کی جگہ) اس کی طرف سے مستحقین کو ہر روز گندم کا ایک مد کھلائے۔''

(السّنن الكبرٰى للنّسائي : 2918، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَصُمْ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يَحُجَّ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے نہ حج کرے۔''

(جزء أبي الجهم : 24، وسندهٗ صحيحٌ)

اس پر اجماع ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ (۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوْا أَنَّهٗ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

(عمدة القاري : 125/9)

سوال: ایک شخص نے اپنی ماں کو کوئی شے تحفہ دی، وہ شے ماں کے استعمال میں رہی، کچھ عرصہ بعد ماں وفات پا گئی، اب وہ چیز وراثت میں بیٹے کو مل گئی، کیا اس کے لیے وہ چیز لینا جائز ہے، کیا یہ ہدیہ کو واپس لینے کے زمرہ میں نہیں آتا؟

جواب: تحفہ دے کر واپس لینا جائز نہیں، البتہ اگر تحفہ میں دی گئی چیز بطور وراثت واپس مل جائے، تو کوئی حرج نہیں۔

صورت مذکورہ میں بیٹے نے ماں کی وراثت سے جو چیز لی ہے، وہ اس کے لیے جائز ہے، کیونکہ اس نے وہ چیز بطور میراث لی ہے، اس نے تحفہ دے کر خود واپس نہیں لیا۔ اس طرح کا ایک مسئلہ عہد نبوی میں بھی پیش آیا تھا۔

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا أَنَا جَالِسٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ، فَقَالَتْ : إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلٰى أُمِّي بِجَارِيَةٍ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، قَالَ : فَقَالَ : وَجَبَ أَجْرُكِ، وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيرَاثُ .

''ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک خاتون آئی، عرض کیا: میں نے اپنی ماں پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی، اب وہ (میری ماں) وفات پا گئی ہے (کیا میں وہ صدقہ کی ہوئی لونڈی بطور وراثت لے سکتی

ہوں)۔تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ کا اجر ثابت ہو گیا ہے اور وراثت نے آپ کو وہ لونڈی لوٹا دی ہے۔“

(صحيح مسلم : 1149)

سوال: کیا کوئی کافر اس شرط پر مسلمان ہوسکتا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھے گا؟

جواب: نماز دین کا بنیادی رکن ہے، اس کے بغیر اسلام کا کوئی تصور نہیں۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ قَدِمُوا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُونَ أَرَقَّ لِقُلُوبِهِمْ فَاشْتَرَطُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَّا يُحْشَرُوا وَلَا يُعْشَرُوا وَلَا يُجَبُّوا وَلَا يُسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ غَيْرِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا تُحْشَرُونَ وَلَا تُعْشَرُونَ وَلَا يُسْتَعْمَلُ عَلَيْكُمْ غَيْرُكُمْ وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَّيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ .

”بنو ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے انہیں مسجد میں ٹھہرایا تا کہ ان کے دل نرم ہوں، انہوں نے نبی کریم ﷺ پر شرط عائد کی کہ انہیں جہاد، عشر اور نماز سے مستثنیٰ قرار دیا جائے، نیز ان پر ان کے علاوہ کوئی اور عامل (حکمران) مقرر نہ کیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں جہاد اور عشر سے مستثنیٰ کرنے کا حق تو دیا جا سکتا ہے، نیز تم پر کوئی غیر آدمی

حاکم بھی نہیں بنایا جائے گا، لیکن جس دین میں رکوع (نماز) نہیں، وہ خیر سے خالی ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/218، سنن أبي داوٗد : 3026، المُنتقٰى لابن الجارود : 373)

سند ضعیف ہے۔

① حمید طویل مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

② حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

③ حسن بصری رحمہ اللہ کا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ قَالَ : صَدَقَ اللّٰهُ : ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾(التّغابُن : ١٥) نَظَرْتُ إِلٰى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آئے، آپ دونوں سرخ قمیصوں میں ملبوس تھے، چلتے ہوئے گر رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے، انہیں اٹھایا اور اپنے سامنے بٹھا دیا،

فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سچ کہا: ﴿إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ (التّغابُن : ١٥) ''بے شک تمہارے مال اور اولاد آزمائش ہیں۔'' فرمایا: میں نے دونوں بچوں کو آتے دیکھا کہ چلتے ہوئے گر رہے ہیں، تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا، میں نے اپنی بات کاٹ دی اور انہیں اٹھا لیا۔''

(سنن أبي داود : 1109، سنن النّسائي : 1413، سنن التّرمذي : 3774، سنن ابن ماجه : 3600)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ حسین بن واقد کی عبداللہ بن بریدہ سے روایت منکر ہوتی ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُرَيْدَةَ الَّذِي رَوٰى عَنْهُ حُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ مَا أَنْكَرَهَا .

''عبداللہ بن بریدہ کی وہ روایات، جو ان سے حسین بن واقد بیان کرتا ہے، کس قدر منکر ہیں!''

(العِلَل ومعرفة الرّجال برواية ابنه عبد اللّٰه : 1420)

یہ جرح مفسر ہے، جسے رد نہیں کیا جا سکتا۔

سوال: کفار کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جانور کی گردن اتار دیتے ہیں، اسلام اس کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

جواب: اسلام عافیت کا دین ہے، کسی بھی چیز کو بلا وجہ اذیت دینا ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے حلال جانوروں کے ذبح کرنے کا کہا ہے، جانور کا جھٹکا کرنا جائز نہیں، بلکہ حرام ہے۔

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ .

''رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔''

(صحيح البخاري : 5513 ، صحيح مسلم : 1956 ، المُنتقٰى لابن الجارود : 898)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَطْعِ الرَّأْسِ زِيَادَةُ تَعْذِيبِ الْحَيَوَانِ بِلَا فَائِدَةٍ وَهُوَ مَنْهِيٌّ عَنْهُ .

''جانور کے سر کو کاٹنا جانور کے لیے بے فائدہ زیادہ تکلیف کا باعث ہے اور یہ ممنوع ہے۔''

(الهداية : 350/4)

جب ذبح کے وقت گردن اتار دینا جانور کے لیے تکلیف کا باعث ہے اور ممنوع ہے، تو اس کا جھٹکا کرنا کیونکر جائز ہوگا؟

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۲۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ مُوسٰی : يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهٖ وَأَدْعُوكَ بِهٖ، قَالَ : يَا مُوسٰی! «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»، قَالَ مُوسٰی : يَا رَبِّ، كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ هٰذَا، قَالَ : قُلْ : «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»، قَالَ : «لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ»، إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا تَخُصَّنِي بِهٖ، قَالَ : يَا مُوسٰی، لَوْ أَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِي، وَالْأَرَضِينَ السَّبْعَ فِي كَفَّةٍ وَ«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» فِي كَفَّةٍ مَالَتْ بِهِنَّ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» .

''موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میرے رب! مجھے ایسے کلمات سکھا دیں، جن کے ساتھ میں تیرا ذکر کروں اور اس کے ساتھ تجھے پکاروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ! ''لا الہ الا اللہ'' پڑھا کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: میرے رب! یہ کلمات تو تیرے سبھی بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھیں، تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اللہ! تیرے سوا کوئی الہ نہیں، مگر میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے کوئی خاص کلمات عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ!

اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان میں رہنے والے سبھی ایک پلڑے میں رکھ دیے جائیں اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے، تو ''لا الٰہ الا اللہ'' والا پلڑا جھک جائے گا۔''

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 10602، المُستدرك للحاكم : 1936)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① درّاج ابو السمح ضعیف ہے۔

② درّاج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کا سلسلہ بھی ضعیف ہے۔ مذکورہ روایت بھی اسی سلسلہ سے ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَحَادِيثُ دَرَّاجٍ، عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ فِيهَا ضَعْفٌ .

''درّاج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے مروی احادیث میں ضعف ہے۔''

(الكامِل لابن عدي : 10/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ إِذَا كَانَ عَنْ دَرَّاجٍ عَنْ أَبِي الْهَيْثَمِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يُكْتَبُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''عمرو بن حارث کی حدیث جب درّاج عن ابی الہیثم عن ابی سعید کی سند سے ہو، تو اسے (متابعات وشواہد میں) لکھا جائے گا، مگر حجت نہیں پکڑی جائے گی۔''

(الإرشاد :405/1)

سوال: سب سے پہلے کعبہ کی تعمیر کس نے کی؟

(جواب): قرآن کریم کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبۃ اللہ کی تعمیر سیدنا ابراہیم اور سیدنا اسماعیل علیہما السلام نے کی۔ بعض روایات میں آدم علیہ السلام کا ذکر ہے، مگر وہ روایات ثابت نہیں ہیں اور بعض میں فرشتوں کا ذکر ہے، یہ بھی بے ثبوت ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَعَثَ اللّٰهُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى آدَمَ وَحَوَّاءَ، فَقَالَ لَهُمَا : ابْنِيَا لِي بِنَاءً، فَخَطَّ لَهُمَا جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَجَعَلَ آدَمُ يَحْفِرُ وَحَوَّاءُ تَنْقِلُ حَتّٰى أَجَابَهُ الْمَاءُ، نُودِيَ مِنْ تَحْتِهٖ : حَسْبُكَ يَا آدَمُ فَلَمَّا بَنَيَاهُ أَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى إِلَيْهِ أَنْ يَطُوفَ بِهٖ، وَقِيلَ لَهٗ : أَنْتَ أَوَّلُ النَّاسِ، وَهٰذَا أَوَّلُ بَيْتٍ، ثُمَّ تَنَاسَخَتِ الْقُرُونُ حَتّٰى حَجَّهٗ نُوحٌ، ثُمَّ تَنَاسَخَتِ الْقُرُونُ حَتّٰى رَفَعَ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنْهُ .

”اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو آدم علیہ السلام اور حواء رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا، تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پیغام دیا: آپ دونوں میرا گھر بنائیں۔ جبریل علیہ السلام نے انہیں نقشہ بنا دیا، چنانچہ آدم علیہ السلام بنیادیں کھودنے لگے اور حواء رضی اللہ عنہا مٹی نکالنے لگیں، یہاں تک کہ پانی پھوٹ پڑا، تو نیچے سے آواز آئی، آدم! کافی ہے۔ پھر جب دونوں نے کعبۃ اللہ کو تعمیر کر لیا، تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ اس گھر کا طواف کریں اور آپ علیہ السلام کو کہا گیا: آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) پھر مدتیں بیت گئیں، یہاں تک

کہ نوح علیہ السلام نے حج کیا، پھر زمانہ گزر گیا، یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کو پہلی بنیادوں پر تعمیر کیا۔''

(دَلائل النُّبوة للبيهقي : 44/2)

سند سخت ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن عثمان بن صالح متکلم فیہ ہے، اس کی منکر روایات ہیں۔

❁ امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تَكَلَّمُوا فِيهِ .

''متکلم فیہ ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 175/9)

② عبداللہ بن صالح کاتب لیث کثیر الخطا ہے۔

③ عبداللہ بن لہیعہ ضعیف، مختلط اور مدلس ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ابْنُ لَهِيعَةَ ضَعِيفٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ .

''ابن لہیعہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 10)

سوال: کیا عورت رَمل کرے گی؟

جواب: عورت رَمل (کندھے ہلا کر چلنا) نہیں کرے گی۔ اس پر اجماع ہے۔

❁ علامہ سلام اللہ دہلوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمَرْأَةُ لَا تَرْمَلُ إِجْمَاعًا .

”اس پر اجماع ہے کہ عورت رَمل نہیں کرے گی۔“

(المُحلّٰی بِحُلِيِّ أسرار الموطأ : 214/5)

سوال: کیا صفا و مروہ کی سعی کے لیے وضو شرط ہے؟

جواب: صفا و مروہ کی سعی کے لیے وضو شرط نہیں۔ وضو کے شرط ہونے پر کوئی دلیل نہیں، اسلاف اُمت میں سے کوئی بھی وضو کو سعی کے لیے شرط قرار نہیں دیتا۔

❁ شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ حَمَّادًا، وَمَنْصُورًا، وَسُلَيْمَانَ عَنِ الرَّجُلِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَلٰى غَيْرِ طَهَارَةٍ، فَلَمْ يَرَوْا بِهٖ بَأْسًا .

”میں نے حماد بن ابی سلیمان، منصور بن معتمر اور سلیمان بن مہران اعمش رحمہم اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا، جو بغیر وضو کے بیت اللہ کا طواف کرتا ہے، تو ان سب نے اس میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔“

(مصنّف ابن أبي شَيْبة : 14352 ، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ لَمْ يَرٰى بَأْسًا أَنْ يَطُوفَ الرَّجُلُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلٰى غَيْرِ وُضُوءٍ، وَكَانَ الْوُضُوءُ أَحَبَّ إِلَيْهِ .

”آپ رحمہ اللہ نے اس میں حرج خیال نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص صفا اور مروہ کے درمیان بغیر وضو کے سعی کرے۔ البتہ آپ رحمہ اللہ با وضو سعی کرنے کو بہتر سمجھتے تھے۔“

(مصنّف ابن أبي شَيْبة : 14353 ، وسندہٗ صحيحٌ)

سوال: کیا سواری پر طواف کعبہ کیا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص بیمار ہو یا پیدل طواف کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو اس کے لیے سواری پر طواف کرنا بالا جماع جائز ہے۔ البتہ اگر کوئی بغیر عذر کے سواری پر طواف کر لیتا ہے، اس کا طواف صحیح ہے، اس پر اعادہ یا دم نہیں، بہتر یہی ہے کہ بغیر عذر سواری پر طواف نہ کیا جائے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ فِي حَجَّةِ الْوَدَا عِ عَلٰى بَعِيرٍ يَّسْتَلِمُ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ .

''رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا، آپ ٹیڑھے سرے والی لکڑی سے حجر اسود کو چھوتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1607 ، صحيح مسلم : 1272 ، المُنتقٰى لابن الجارود : 463)

❁ سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطُوفُ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ بِمِحْجَنِهٖ وَيُقَبِّلُ طَرَفَ الْمِحْجَنِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا فَطَافَ سَبْعًا عَلٰى رَاحِلَتِهٖ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو اونٹ پر بیٹھ کر طواف کرتے دیکھا، آپ اپنی ٹیڑھے سرے والی لکڑی سے حجر اسود کو چھوتے اور اس کے کنارے کو بوسہ دیتے، پھر آپ صفا کی طرف تشریف لے گئے اور اونٹ پر سوار ہو کر سات چکر لگائے۔''

(صحيح مسلم : 1275 ، المُنتقٰى لابن الجارود : 464)

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مَكَّةَ وَهُوَ يَشْتَكِي فَطَافَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ كُلَّمَا أَتٰى عَلَى الرُّكْنِ اسْتَلَمَ الرُّكْنَ بِمِحْجَنٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ طَوَافِهٖ أَنَاخَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر طواف کیا، جب رکن یمانی کے پاس پہنچتے، تو چھڑی کے اشارہ سے استلام کرتے، پھر جب طواف سے فارغ ہوئے، تو سواری کو بٹھا کر دو رکعت ادا کیں۔''

(سنن أبي داود :1881)

سند ضعیف ہے۔ یزید بن ابی زیاد ضعیف و مدلس ہے۔ نیز اس روایت میں بیماری کے الفاظ کی زیادت غیر محفوظ ہیں۔

یہ بات تو صحیح ہے کہ عذر ہو، تو سواری پر طواف کیا جا سکتا ہے، اس سے بغیر عذر کے سواری پر طواف کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔

سوال: کیا طواف افاضہ اور وداع میں رَمل کیا جائے گا؟

جواب: طواف افاضہ اور طواف وداع میں رَمل (کندھے ہلا کر چلنا) نہیں ہے۔ رَمل صرف طواف قدوم میں ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يُشْرَعُ فِي طَوَافِ الْإِفَاضَةِ رَمَلٌ وَلَا اضْطِبَاعٌ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ طواف افاضہ میں رَمل (کندھے ہلا کر چلنا) اور اضطباع (دایاں کندھا ننگا کرنا) مشروع نہیں ہے۔''

(شرح مسلم : 193/8)

سوال: یوم عرفہ کو نماز ظہر جہری ادا کی جائے یا سری؟

جواب: یوم عرفہ کو میدان عرفات میں امام حج نماز ظہر آہستہ قرأت کے ساتھ ہی ادا پڑھائے گا۔اس میں اختلاف نہیں۔

تنبیہ:

❁ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

فِي عَرَفَةَ خِلَافُ مَالِكٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ .

''عرفہ (کے دن ظہر کی نماز کی قرأت کے سری ہونے) کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ نے اختلاف کیا ہے (کہ میدان عرفات میں ظہر کی نماز میں جہری قرأت ہوگی)۔''

(الهداية :45/1)

صاحب ہدایہ نے امام مالک رحمہ اللہ کی طرف غلط انتساب کیا ہے، امام مالک رحمہ اللہ قطعاً میدان عرفات میں ظہر کی قرأت جہری کرنے کے قائل نہیں ہیں، بلکہ آپ رحمہ اللہ تو سری قرأت کے قائل ہیں۔

❁ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

الْأَمْرُ الَّذِي لَا اخْتِلَافَ فِيهِ عِنْدَنَا، أَنَّ الْإِمَامَ لَا يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ فِي الظُّهْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ .

''ہمارے یہاں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام یوم عرفہ کو ظہر کی نماز میں قرائت جہری نہیں کرے گا۔''

(موطأ الإمام مالك :400/1)

سوال: نبی کریم ﷺ نے حج میں کتنے اونٹ قربان کیے؟

جواب: نبی کریم ﷺ نے حج میں سو اونٹ قربان کیے، تریسٹھ اونٹوں کو نبی کریم ﷺ نے خود نحر کیا اور باقی سینتیس اونٹوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نحر کیا۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ جَمَاعَةُ الْهَدْيِ الَّذِي أَتٰى بِهٖ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْيَمَنِ وَالَّذِي أَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ ثَلَاثًا وَّسِتِّينَ وَأَعْطَى عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَنَحَرَ مَا غَبَرَ وَأَشْرَكَهٗ فِي هَدْيِهٖ .

''ہدی کے جتنے جانور سیدنا علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے اور نبی کریم ﷺ (اپنے ساتھ) لائے تھے، وہ سو تھے، تریسٹھ جانور رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور باقی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیے، چنانچہ وہ انہوں نے ذبح کیے اور آپ نے ان کو اپنی ہدی میں شریک کیا۔''

(صحيح مسلم : 1218، المُنتقٰى لابن الجارود : 465)

سوال: قربانی کی اجرت میں قصاب کو کھال دینا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ جانور قربان کرنے کی اجرت میں قربانی کا گوشت، چمڑا، سری پائے یا کوئی عضو دینا جائز نہیں۔ قربانی کرنے والا قصاب کی اجرت اپنے مال سے ادا کرے گا۔

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلٰى بُدْنِهٖ وَأَنْ أَقْسِمَ لُحُومَهَا وَجِلَالَهَا وَأَمَرَنِي أَنْ لَّا أُعْطِيَ الْجَازِرَ مِنْهَا شَيْئًا، وَّقَالَ: نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا.

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے اونٹوں کی نگرانی کروں، ان کے گوشت اور جھول تقسیم کردوں اور قصاب کی اجرت ان میں سے ادا نہ کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی اجرت ہم اپنے پاس سے دیں گے۔“

(صحیح مسلم: 1317، المُنتقٰی لابن الجارود: 483)

سوال: کیا صالحین کے آثار سے تبرک جائز ہے؟

جواب: تبرک انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ کسی غیر نبی سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں، یہ بے دلیل اور بے حقیقت مؤقف ہے۔ صالحین کی شان میں غلو ہے، جو کہ پہلی قوموں کی ہلاکت کا باعث بنا۔

تنبیہ:

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ (۸۰۶ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا تَقْبِيلُ الْأَمَاكِنِ الشَّرِيفَةِ عَلٰى قَصْدِ التَّبَرُّكِ، وَكَذٰلِكَ تَقْبِيلُ

أَيْدِي الصَّالِحِينَ وَأَرْجُلِهِمْ فَهُوَ حَسَنٌ مَحْمُودٌ بِاعْتِبَارِ الْقَصْدِ وَالنِّيَّةِ .

''تبرک کے ارادہ سے شرف وعزت والی جگہوں پر بوسہ دینا، اسی طرح صلحا کے ہاتھ پاؤں چومنا قصد اور نیت کے اعتبار سے اچھا اور قابل ستائش عمل ہے۔''

(عُمدة القاري للعَيني الحنفي : 241/9)

حافظ عراقی رحمہ اللہ کی یہ بات محتاج دلیل ہے۔

سوال: طواف یا سعی کے دوران نماز جنازہ یا فرض نماز یا وضو کے لیے چلا گیا، واپس آ کر کہاں سے شروع کرے گا؟

جواب: جہاں پر طواف اور سعی کو چھوڑا تھا، وہیں سے آگے شروع کر لے، اگر وہ دوبارہ شروع کرنا چاہتا ہے، تو بھی درست ہے۔

سوال: کیا محرم سینگی لگوا سکتا ہے؟

جواب: ضرورت ہو، تو حالت احرام میں بھی سینگی لگوائی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

احْتَجَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں سینگی لگوائی تھی۔''

(صحيح البخاري : 1835، صحيح مسلم : 1202)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَحْتَجِمُ الْمُحْرِمُ إِلَّا مِمَّا لَا بُدَّ لَهُ مِنْهُ .

''انتہائی ناگزیر صورت کے علاوہ محرم سینگی نہ لگوائے۔''

(موطأ الإمام مالك :350/1، وسندہٗ صحیحٌ)

امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَحْتَجِمُ الْمُحْرِمُ إِلَّا مِنْ ضَرُورَةٍ.

''کسی ضرورت کے بغیر محرم سینگی نہ لگوائے۔''

(موطأ الإمام مالك :350/1)

سوال: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو شیخین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے افضل جانے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: امت میں سب سے افضل شخصیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین کا اجماع ہے۔ قرون اولیٰ میں دو مسلمان بھی اس میں اختلاف نہیں کرتے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فضیلت دینا اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقیدہ سے انحراف ہے۔

خوب ذہن نشین رہے کہ اہل سنت والجماعت ہی نصوص کے معانی ومفاہیم بیان کرنے کا حق رکھتے ہیں، کیونکہ یہ سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والے تھے، وحی الٰہی کو سمجھنے والے اور اس کی پیروی کرنے والے تھے۔ ان کا علم سب سے فائق ہے۔ اہل سنت ہر ایک کو اس کا مقام ومرتبہ دیتے ہیں، کسی کے مرتبہ میں کمی پیشی نہیں کرتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَيَتَوَلَّوْنَ جَمِيعَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيَتَكَلَّمُونَ بِعِلْمٍ وَعَدْلٍ، لَيْسُوا مِنْ أَهْلِ الْجَهْلِ وَلَا مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ، وَيَتَبَرَّؤُونَ مِنْ

طَرِيقَةِ الرَّوَافِضِ وَالنَّوَاصِبِ جَمِيعًا، وَيَتَوَلَّوْنَ السَّابِقِينَ وَالْأَوَّلِينَ كُلَّهُمْ، وَيَعْرِفُونَ قَدْرَ الصَّحَابَةِ وَفَضْلَهُمْ وَمَنَاقِبَهُمْ، وَيَرْعَوْنَ حُقُوقَ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّتِي شَرَعَهَا اللّٰهُ لَهُمْ.

''اہل سنت تمام مؤمنوں سے محبت کرتے ہیں۔ علم وانصاف پر مبنی کلام کرتے ہیں، کسی جہالت اور نفس پرستی کا اظہار نہیں کرتے۔ روافض اور نواصب سے اعلانِ براءت کرتے ہیں، تمام سابقین واولین سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں، صحابہ کرام کی فضیلت ومراتب کی مکمل معرفت رکھتے ہیں، جو اللہ نے اہل بیت کے حقوق مقرر کیے ہیں، ان کا خیال رکھتے ہیں۔''

(منہاج السّنۃ : 71/2)

❀ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: الْخِلَافَةُ فِي أُمَّتِي ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكٌ، ثُمَّ قَالَ سَفِينَةُ: أَمْسِكْ، خِلَافَةُ أَبِي بَكْرٍ وَخِلَافَةُ عُمَرَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ وَخِلَافَةُ عُثْمَانَ ثِنْتَا عَشْرَةَ سَنَةً وَسِتَّةُ أَشْهُرٍ ثُمَّ خِلَافَةُ عَلِيٍّ تَكْمِلَةُ الثَّلَاثِينَ قُلْتُ: فَمُعَاوِيَةُ؟ قَالَ: كَانَ أَوَّلَ الْمُلُوكِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا: میری اُمت میں خلافت تیس سال ہوگی، پھر بادشاہت ہوگی۔ سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: شمار کر لیجئے، سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت بارہ برس چھ ماہ تھی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی

خلافت بارہ سال تھی، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت نے تیس سال پورے کر دیئے۔ سعید بن جمہان رحمہ اللہ نے پوچھا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ؟ فرمایا: وہ پہلے بادشاہ تھے۔''

(مُسند الطيالسي : 1203، مسند الإمام أحمد : 221/5، سنن التّرمذي : 2226، وسنده حسنٌ)

حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ سے بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ خلافت علی منہاج النبوۃ میں افضلیت کی بھی وہی ترتیب ہے، جو خلافت کی ترتیب ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے میں سے سب سے افضل کو ہی خلیفہ منتخب کیا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کی بنیادی دلیل یہی دی گئی تھی کہ یہ ہم میں سب سے افضل ہیں۔ اس بناء پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

❀ امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنْ قَدَّمَ عَلِيًّا عَلٰى أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، فَقَدْ أَزْرٰى عَلَى الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، وَأَخَافُ أَنْ لَا يَنْفَعَهٗ مَعَ ذٰلِكَ عَمَلٌ .

''جس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی، اس نے مہاجرین وانصار پر عیب جوئی کی ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ اس نظریے کے ساتھ اس کا کوئی عمل بھی قبول نہ ہو۔''

(مُعجم ابن الأعرابي : 1784، حِلية الأولياء لأبي نعيم : 27/7، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ ...... وَذٰلِكَ أَنَّهٗ اضْطُرَّ النَّاسُ

بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجِدُوا تَحْتَ أَدِيمِ السَّمَاءِ خَيْرًا مِّنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَوَلَّوْهُ رِقَابَهُمْ .

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا۔......وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آسمان کی چھت کے نیچے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی نہ ملا، لہٰذا انہوں نے مسلمانوں کے معاملات کی باگ ڈور آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔''

(مَعرفة السّنن والآثار للبيهقي : 353، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ (۴۳۰ھ) فرماتے ہیں:

اِسْتَفَاضَ مِنْ إِجْمَاعِ الْأُمَّةِ وَمُتَابَعَتِهِمُ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَتَقْدِيمِهِمْ إِيَّاهُ عَلٰى كُلِّ الصَّحَابَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُمْ مُتَوَافِرُونَ يُغْنِي عَنِ الْاِحْتِجَاجِ بِالْأَخْبَارِ فِي أَمْرِهٖ وَالتَّطْوِيلِ فِي شَأْنِهٖ .

''(افضلیت صدیق پر) اُمت کا اجماع کرنا، صحابہ و تابعین کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر مقدم کرنا اس قدر تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اس بارے میں دلائل پیش کرنے اور لمبی بات کرنے کی حاجت نہیں۔''

(الإمامة والرّدّ على الرّافضة، ص 273)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلٰى صِحَّةِ خِلَافَتِهٖ وَقَدَّمَتْهُ الصَّحَابَةُ، رَضِيَ

اللّٰهُ عَنْهُمْ، لِكَوْنِهِ أَفْضَلَهُمْ وَأَحَقَّهُمْ بِهَا مِنْ غَيْرِهِ.

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے پر اُمت کا اجماع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کو دوسروں پر مقدم اس لیے کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ فضیلت والے اور سب سے بڑھ کر خلافت کے حق دار تھے۔''

(تهذيب الأسماء واللّغات : 191/2)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ تَأَمَّلَ مَا ذَكَرْنَاهُ ظَهَرَ لَهُ إِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ ـ الْمُهَاجِرِينَ مِنْهُمْ وَالْأَنْصَارِ ـ عَلٰى تَقْدِيمِ أَبِي بَكْرٍ، وَظَهَرَ بُرْهَانُ قَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: «يَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ».

''جو ہماری گزارشات پر غور کرے، اس پر عیاں ہو جائے گا کہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولیت اور افضلیت پر اجماع تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی دلالت واضح ہو جائے گی: ''اللہ اور مسلمان سوائے ابوبکر کے کسی کو تسلیم نہیں کریں گے۔''

(البِداية والنّهاية : 94/8)

❁ سوید بن غفلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس کے آخری الفاظ یہ تھے:

أَلَا وَلَا يَبْلُغُنِي عَنْ أَحَدٍ يُفَضِّلُنِي عَلَيْهِمَا إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي.

”خبردار! اگر مجھے کسی شخص کے بارے میں خبر ملی کہ وہ مجھے سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے رہا ہے، تو میں اس پر حد قذف (اَسی کوڑے) جاری کر دوں گا۔“

(الكِفاية للخطيب، ص 376، الرقم: 1194، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ مازری رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

أَهْلُ السُّنَّةِ تُفَضِّلُ أَبَا بَكْرٍ .

”اہل سنت والجماعت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیتے ہیں۔“

(المُعلم بفوائد مسلم: 240/3)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّحْقِيقُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَسْتَخْلِفْ وَإِنَّمَا دَلَّ الْمُسْلِمِينَ وَأَرْشَدَهُمْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ بِعِدَّةِ أُمُورٍ وَرَضِيَ بِهٖ وَعَزَمَ أَنْ يَكْتُبَ لَهٗ بِالْخِلَافَةِ عَهْدًا ثُمَّ عَلِمَ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَلَوْ كَانَ الْيَقِينُ مِمَّا يَشْتَبِهُ عَلَى الْأُمَّةِ لَبَيَّنَهٗ بَيَانًا قَاطِعًا لِلْعُذْرِ كَمَا قَالَ: «يَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ» عَلٰى أَنَّ إِتِّفَاقَ الْأُمَّةِ مَعَ رِضَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْلَغُ مِنَ الْعَهْدِ .

”مبنی بر تحقیق بات یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا، البتہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کے لیے مسلمانوں کو کئی اُمور کے ساتھ

راہنمائی فرمائی اوران پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت لکھ دیں، پھر نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوگیا کہ سبھی مسلمان ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیں گے، اگر آپ ﷺ کو اُمت کے متعلق کسی شبہ میں پڑنے کا یقین ہوتا، تو آپ ﷺ قطعی طور پر نص قائم کر دیتے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اور مؤمن ابوبکر کے علاوہ کسی کو تسلیم ہی نہیں کریں گے۔'' رسول اللہ ﷺ کی رضامندی کے ساتھ ساتھ اُمت کا (خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر) اتفاق کر لینا، خلافت پر نص قائم کرنے سے زیادہ بلیغ ہے۔''

(المُنتقٰی من منہاج الاعتدال، ص 57)

❀ علامہ سبکی رحمہ اللہ (۷۵۶ھ) فرماتے ہیں:

إِمَامَةُ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُجْمَعٌ عَلَيْهَا مِنْ حِينِ بَايَعَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَلَا يَمْنَعُ مِنْ ذٰلِكَ تَأَخُّرُ بَيْعَةِ بَعْضِ الصَّحَابَةِ فَإِنَّ الَّذِينَ تَأَخَّرَتْ بَيْعَتُهُمْ لَمْ يَكُونُوا مُخَالِفِينَ فِي صِحَّةِ إِمَامَتِهِ وَلِهٰذَا كَانُوا يَأْخُذُونَ عَطَاءَهُ وَيَتَحَاكَمُونَ إِلَيْهِ فَالْبَيْعَةُ شَيْءٌ وَالْإِجْمَاعُ شَيْءٌ لَا يَلْزَمُ مِنْ أَحَدِهِمَا الْآخَرُ وَلَا مِنْ عَدَمِ أَحَدِهِمَا عَدَمُ الْآخَرِ.

''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اسی وقت اجماع ہوگیا تھا، جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔اس اجماع کے انعقاد میں بعض صحابہ کا بیعت میں تاخیر کرنا مانع نہیں ہے، کیونکہ جنہوں نے

بیعت میں تاخیر کی ہے، وہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے صحیح ہونے کے مخالف نہیں تھے، تب ہی تو وہ صحابہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وظائف کو قبول کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے جھگڑے لے کر آتے تھے۔ لہٰذا بیعت کرنا ایک الگ شے ہے اور خلافت پر اجماع ہونا الگ چیز ہے، ایک کے ہونے سے دوسرے کا ہونا لازم نہیں آتا اور نہ کسی ایک کے نہ ہونے سے دوسرے کا نہ ہونا لازم آتا ہے۔''

(فتاوى السُّبكي : 588/2)

✿ علامہ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

أَفْضَلُ الصَّحَابَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِإِجْمَاعِ أَهْلِ السُّنَّةِ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا هٰذَا قَولُ جُمْهُورِ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''علی الاطلاق سب سے افضل صحابی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہاں تک اہل سنت کا اجماع ہے۔ ان کے بعد سب سے افضل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں، یہ جمہور اہل سنت کا مذہب ہے۔''

(الجَواهِر المُضِيّة : 412/2)

✿ علامہ ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ رَأَى الصَّحَابَةُ جَمِيعًا أَنْ يَسْتَخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ فَانْظُرْ إِلٰى مَا صَحَّ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَهُوَ مِنْ أَكَابِرِ الصَّحَابَةِ وَفُقَهَائِهِمْ وَمُتَقَدِّمِيهِمْ مِنْ حِكَايَةِ الْإِجْمَاعِ مِنَ الصَّحَابَةِ جَمِيعًا عَلٰى

خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَلِذٰلِكَ كَانَ هُوَ الْأَحَقُّ بِالْخِلَافَةِ عِنْدَ جَمِيعِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فِي كُلِّ عَصْرٍ مِّنَّا إِلَى الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَكَذٰلِكَ عِنْدَ جَمِيعِ الْمُعْتَزِلَةِ وَأَكْثَرِ الْفِرَقِ .

''سارے کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے یہ یہی تھی کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنیں۔ ذرا دیکھئے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ جن کا شمار اکابر، فقہا اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے، نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع نقل کیا ہے، اسی لیے ہمارے زمانہ سے لے کر صحابہ تک کے اہل سنت کا یہی عقیدہ رہا ہے، بلکہ تمام معتزلہ اور بیشتر گروہوں کا یہی مذہب ہے۔''

(الصّواعق المُحرقة :39/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنبَرِ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَخَرَجَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فِي رَقَبَتِهٖ خِرْقَةٌ يَجُرُّهَا فَعَثَرَ فِيهَا فَسَقَطَ عَلٰى وَجْهِهٖ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِنبَرِ يُرِيدُهٗ، فَلَمَّا رَآهُ النَّاسُ أَخَذُوا الصَّبِيَّ فَأَتَوْا بِهٖ، فَحَمَلَهٗ، فَقَالَ : قَاتَلَ اللّٰهُ الشَّيْطَانَ، إِنَّ الْوَلَدَ فِتْنَةٌ،

وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُ أَنِّي نَزَلْتُ عَنِ الْمِنْبَرِ حَتّٰى أَتَيْتُ بِهٖ .

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر براجمان دیکھا، آپ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے، آپ رضی اللہ عنہ کی گردن میں پڑکا تھا، جو گھسٹ رہا تھا، جس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے گر رہے تھے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ منہ کے بل گر گئے، رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کے لیے گئے، جب لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو آتے دیکھا، تو انہوں نے بچے کو پکڑا اور نبی کریم ﷺ کے پاس لے آئے، آپ ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ شیطان کو ہلاک کرے، بلاشبہ اولاد آزمائش ہے، اللہ کی قسم! مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں منبر سے نیچے اتر آیا ہوں اور حسن کو پکڑ کر (دوبارہ منبر پر) لے آیا ہوں۔“

(مَشيخة ابن طهمان : 9)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۲۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ مروان بن حکم رحمہ اللہ سے مروی ہے:

دَخَلْتُ مَعَ مُعَاوِيَةَ عَلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَالَتْ : يَا مُعَاوِيَةُ، قَتَلْتَ حُجْرًا وَأَصْحَابَهٗ وَفَعَلْتَ الَّذِي فَعَلْتَ أَمَا تَخْشٰى أَنْ أَخْبَأَ لَكَ رَجُلًا فَيَقْتُلَكَ؟ قَالَ : لَا إِنِّي فِي بَيْتِ أَمَانٍ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : الْإِيمَانُ قَيْدُ الْفَتْكِ، لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ .

''میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، سیدہ نے فرمایا: معاویہ! آپ نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا، نیز آپ نے اور بہت کچھ کیا ہے، کیا آپ ڈرتے نہیں کہ میں نے آپ کے لیے ایک شخص کو چھپا رکھا ہو، جو آپ کو قتل کر دے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: بالکل نہیں، کیونکہ میں امان والے گھر میں ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ایمان اچانک حملہ کر کے قتل کرنے سے روکتا ہے، مؤمن اچانک حملہ نہیں کرتا۔''

(المُستدرك للحاكم : 8038)

جواب: سند ضعیف و منکر ہے۔علی بن زید بن جدعان ضعیف اور غالی شیعہ ہے۔

سوال: عقیدہ تحریف قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ تحریف قرآن کفر ہے۔کوئی مسلمان عقیدہ تحریف قرآن کے بعد مسلمان نہیں رہتا، بلکہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کی حفاظت کے ساتھ محفوظ ہے۔اس میں کمی پیشی نہیں ہو سکتی۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾(الحِجر : ٩)

''ہم نے اس ذکر کو نازل کیا، ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ يَعْنِي الْقُرْآنَ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ أَيْ : نَحْفَظُ الْقُرْآنَ مِنَ الشَّيَاطِينِ أَنْ يَزِيدُوا فِيهِ، أَوْ يَنْقُصُوا مِنْهُ، أَوْ يُبَدِّلُوا، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى : ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ﴾(فُصِّلَتْ : ٤٢) وَالْبَاطِلُ : هُوَ إِبْلِيسُ، لَا يَقْدِرُ أَنْ يَزِيدَ فِيهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ وَلَا أَنْ يَنْقُصَ مِنْهُ مَا هُوَ مِنْهُ .

''ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن کریم کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، یعنی ہم قرآن کریم کو شیاطین سے محفوظ کر لیں گے، تا کہ وہ اس میں کمی پیشی یا تبدیلی نہ کر سکیں۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ

بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ﴾ (فُصِّلت : ٤٢) ”باطل اس کے پاس نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔“ یہاں باطل سے مراد ابلیس شیطان ہے، اس کو جرأت نہیں کہ وہ قرآن میں کچھ اضافہ یا کمی کر سکے۔“

(تفسير البَغَوي : 4/369-370)

❀ علامہ فخر رازی رحمہ اللہ (٦٠٦ھ) فرماتے ہیں:

يَعْنِي وَإِنَّا نَحْفَظُ ذٰلِكَ الذِّكْرَ مِنَ التَّحْرِيفِ وَالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ .

”آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اس ذکر (قرآن) کو تحریف، زیادت اور کمی سے محفوظ رکھیں گے۔“

(تفسير الرّازي : 19/123)

❀ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ وَعِنْدَهٗ عُمَرُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي، فَقَالَ : إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِالنَّاسِ، وَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ فِي الْمَوَاطِنِ، فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا أَنْ تَجْمَعُوهُ، وَإِنِّي لَأَرٰى أَنْ تَجْمَعَ الْقُرْآنَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : قُلْتُ لِعُمَرَ : كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ عُمَرُ : هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي فِيهِ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ لِذٰلِكَ صَدْرِي، وَرَأَيْتُ الَّذِي رَأَى عُمَرُ، قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ :

وَعُمَرُ عِنْدَهُ جَالِسٌ لَا يَتَكَلَّمُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، وَلَا نَتَّهِمُكَ، كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ، فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ، قُلْتُ : كَيْفَ تَفْعَلَانِ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ اللّٰهُ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَقُمْتُ فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الرِّقَاعِ وَالْأَكْتَافِ، وَالْعُسُبِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، حَتّٰى وَجَدْتُ مِنْ سُورَةِ التَّوْبَةِ آيَتَيْنِ مَعَ خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهُمَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهٖ، ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾(التّوبة : ١٢٨) إِلٰى آخِرِهِمَا، وَكَانَتِ الصُّحُفُ الَّتِي جُمِعَ فِيهَا الْقُرْآنُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ، ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ .

’’جنگ یمامہ میں بہت سے صحابہ شہید ہو گئے، تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (مجھ سے) فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا: جنگ یمامہ میں

مسلمانوں کی کثیر تعداد شہید ہوگئی ہے، خدشہ ہے کہ اگر مختلف مقامات پر اسی طرح قراء صحابہ شہید ہوتے رہے، تو قرآن مجید کا بہت حصہ ضائع ہو جائے گا، الا یہ کہ قرآن کو جمع کر لیا جائے، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرا دیں۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں، جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ خیر کا کام ہے۔ اس کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجھ سے اس معاملے میں بات چیت کرتے رہے، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے مجھے شرح صدر عطا فرما دیا اور میری بھی رائے وہی ہوگئی جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہیں خاموش بیٹھے ہوئے تھے، تاہم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: آپ جوان ہمت اور سمجھ دار ہیں، ہمیں آپ پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں، نیز آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کے کاتب بھی رہے ہیں، لہٰذا آپ قرآن کریم کو (مختلف جگہوں سے) تلاش کریں اور ایک جگہ جمع کر دیں۔ اللہ کی قسم! اگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کوئی پہاڑ منتقل کرنے کا حکم دیتے، تو یہ میرے لیے اتنا مشکل نہ ہوتا، جتنا قرآن کریم کی جمع و ترتیب دینے کا حکم مشکل تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ دونوں ایسا کام کیوں کر رہے ہیں، جسے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! یہ خیر کا کام ہے۔ پھر میں ان سے اس حوالہ سے بات چیت کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لیے شرح صدر عطا فرما دیا، جس طرح سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو شرح

صدر فرمایا تھا۔ چنانچہ میں اٹھا اور چمڑا، ہڈی اور کھجور کی شاخوں سے قرآن کریم جمع کرنا شروع کر دیا اور لوگوں کے حافظہ سے بھی مدد لی، حتی کہ سورت توبہ کی دو آیات سیدنا خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملیں، وہ ان کے علاوہ کسی کے پاس (لکھی ہوئی) نہ تھیں اور وہ یہ ہیں: ﴿لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ﴾ (التّوبة : ١٢٨) ...... وہ اوراق جن میں قرآن جمع کیا گیا تھا، وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا دیا، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رہے، وہ بھی رب تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، پھر وہ اوراق اُم المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہے......۔''

(صحيح البخاري : 4679)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ (٥١٦ھ) ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فِيهِ الْبَيَانُ الْوَاضِحُ أَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ جَمَعُوا بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ زَادُوا فِيهِ، أَوْ نَقَصُوا مِنْهُ شَيْئًا، وَالَّذِي حَمَلَهُمْ عَلٰى جَمْعِهٖ مَا جَاءَ بَيَانُهٗ فِي الْحَدِيثِ، وَهُوَ أَنَّهٗ كَانَ مُفَرَّقًا فِي الْعُسُبِ، وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ، فَخَافُوا ذَهَابَ بَعْضِهٖ بِذَهَابِ حَفَظَتِهٖ، فَفَزِعُوا فِيهِ إِلٰى خَلِيفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَعَوْهُ إِلٰى

جَمْعِهٖ، فَرَأَى فِي ذٰلِكَ رَأْيَهُمْ، فَأَمَرَ بِجَمْعِهٖ فِي مَوْضِعٍ وَاحِدٍ، بِاتِّفَاقٍ مِنْ جَمِيعِهِمْ، فَكَتَبُوهُ كَمَا سَمِعُوا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوا شَيْئًا أَوْ أَخَّرُوا، أَوْ وَضَعُوا لَهٗ تَرْتِيبًا لَمْ يَأْخُذُوهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلَقِّنُ أَصْحَابَهٗ، وَيُعَلِّمُهُمْ مَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ مِنَ الْقُرْآنِ.

’’اس حدیث میں واضح بیان ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دو گتوں میں اسی قرآن کو جمع کیا، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس میں کوئی زیادت یا کمی نہیں کی۔ صحابہ نے قرآن کو ایک جلد میں جمع کیوں کیا، اس کی وجہ حدیث میں بیان ہو چکی ہے، وہ یہ کہ قرآن کریم کھجور کی پتیوں اور پتھروں پر لکھا ہوا تھا اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا، سو صحابہ کو خدشہ محسوس ہوا کہ حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے قرآن کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے، لہٰذا صحابہ یہ خدشہ لے کر خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے قرآن جمع کرانے کی درخواست کی، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے پر غور کیا، پھر سبھی صحابہ کے اتفاق و اجماع سے قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا۔ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو اسی طرح لکھ دیا، جس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، اس میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں کیا، یا کوئی ایسی ترتیب اختیار نہیں کی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ نہ کی

ہو۔رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو قرآن کریم لکھواتے تھے اور انہیں اس کی تعلیم دیتے تھے۔‘‘

(شرح السّنة : 521/4)

علامہ خازن حنفی رحمہ اللہ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ بِالدَّلِيلِ الصَّحِيحِ أَنَّ الصَّحَابَةَ إِنَّمَا جَمَعُوا الْقُرْآنَ بَيْنَ الدُّفَّيْنِ كَمَا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ زَادُوا فِيهِ أَوْ نَقَصُوا مِنْهُ شَيْئًا ...... فَكَتَبُوا كَمَا سَمِعُوهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ أَنْ قَدَّمُوا أَوْ أَخَّرُوا شَيْئًا ...... فَإِنَّ الْقُرْآنَ مَكْتُوبٌ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي هُوَ فِي مَصَاحِفِنَا الْآنَ .

’’صحیح دلیل سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کو دوگتوں کے درمیان اسی طرح جمع کیا، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کیا ہے، صحابہ نے اس میں کوئی کمی پیشی نہیں کی۔......انہوں نے اسی طرح قرآن کریم کو لکھ دیا، جیسے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، اس کی ترتیب میں کوئی شے آگے پیچھے نہیں کی۔......کیونکہ قرآن کریم لوح محفوظ میں بھی اسی ترتیب سے لکھا ہوا ہے، جس طرح ہمارے پاس اب مصاحف میں لکھا ہے۔‘‘

(تفسير الخازن: 9/1)

امام ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ (۴۰۳ھ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِي نَذْهَبُ إِلَيْهِ فِي ذٰلِكَ الْقَوْلُ بِأَنَّ جَمِيعَ الْقُرْآنِ الَّذِي

أَنْزَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَأَمَرَنَا بِإِثْبَاتِ رَسْمِهٖ، وَلَمْ يَنْسَخْهُ وَيَرْفَعْ تِلَاوَتَهٗ بَعْدَ نُزُولِهٖ، هُوَ هٰذَا الَّذِي بَيْنَ الدُّفَّتَيْنِ، الَّذِي حَوَاهُ مُصْحَفُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَأَنَّهٗ لَمْ يُنْقَصْ مِنْهُ شَيْءٌ، وَلَا زِيدَ فِيهِ.

''قرآن کے بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی وہ تمام آیات، جنہیں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور ان کے الفاظ کو ثابت رکھا اور ان کی تلاوت کو منسوخ نہیں کیا، وہ ساری کی ساری آیات ان دو گتوں کے درمیان موجود ہیں، جو مصحف عثمان رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔''

(الانتصار: 59/1)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

زَعَمَ بَعْضُ الرَّافِضَةِ أَنَّهٗ سَقَطَ مِنَ السُّوَرِ شَيْءٌ وَهِيَ مِنْ جُمْلَةِ دَعَاوِيهِمُ الْبَاطِلَةِ.

''بعض روافض کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی سورتوں سے بعض آیات ضائع ہو گئی ہیں، یہ روافض کے باطل دعاوی میں سے ہے۔''

(فتح الباري: 680/8)

سوال: نسخ قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم میں نسخ ہوا ہے۔ جو قرآن کریم میں نسخ کا قائل نہیں، وہ یہودی ہے یا کسی یہودی کی ذریت ہے۔

❁ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَقَدْ قَرَأْنَا فِيهَا : «الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» .

''ہم نے سورت احزاب میں پڑھا تھا: «الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ»'' شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں، تو انہیں قطعی طور پر رجم کردو، یہ اللہ کی طرف سے ان کی سزا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

(زوائد عبد اللّٰه بن أحمد : 132/5 ، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۴۲۸) نے صحیح، امام حاکم رحمہ اللہ (۳۵۹/۴) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَنْكَرَ قَوْمٌ مِّنَ الرَّوَافِضِ وَالْخَوَارِجِ النَّسْخَ فِي الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَضَاهَوْا فِي ذٰلِكَ قَوْلَ الْيَهُودِ وَلَوْ أَمْعَنُوا النَّظَرَ لَعَلِمُوا أَنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ مِنْ بَابِ الْبَدَاءِ كَمَا زَعَمُوا وَلٰكِنَّهٗ مِنْ بَابِ الْمَوْتِ بَعْدَ الْحَيَاةِ وَالْكِبَرِ بَعْدَ الصِّغَرِ وَالْغِنٰى بَعْدَ الْفَقْرِ إِلٰى أَشْبَاهِ ذٰلِكَ مِنْ حِكْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ .

''روافض اور خوارج کے ایک گروہ نے قرآن میں نسخ کا انکار کیا ہے اور اس معاملہ میں انہوں نے یہود کی مشابہت اختیار کی ہے۔ اگر وہ دقت نظری سے

کام لیتے، تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ یہ بدا کے باب سے نہیں ہے، جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ بلکہ یہ زندگی کے بعد موت، بچپن کے بعد جوانی اور غنی کے بعد فقر وغیرہ کی قبیل سے ہے، یہ اللہ کی حکمت ہے، وہ جسے چاہتا ہے، گمراہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔“

(التّمهيد : 215/3)

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ يَقْتَضِي أَنَّهٗ كَانَ فِيهَا قُرْآنٌ ثُمَّ نُسِخَ لَفْظُهٗ وَحُكْمُهٗ أَيْضًا .

”یہ حدیث تقاضا کرتی ہے کہ سورت احزاب میں قرآن کریم کی بعض ایسی آیات تھی، جن کی تلاوت اور حکم کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔“

(تفسير ابن كثير : 375/6)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

ثَبَتَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مِنْ ذِكْرِ أَشْيَاءَ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْآنِ فَنُسِخَتْ تِلَاوَتُهَا وَبَقِيَ حُكْمُهَا أَوْ لَمْ يَبْقَ مِثْلُ حَدِيثِ عُمَرَ الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ وَحَدِيثِ أَنَسٍ فِي قِصَّةِ الْقُرَّاءِ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي بِئْرِ مَعُونَةَ قَالَ : فَأَنْزَلَ اللّٰهُ فِيهِمْ قُرْآنًا بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا أَنَّا لَقَدْ لَقِينَا رَبَّنَا، وَحَدِيثِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ كَانَتِ الْأَحْزَابُ قَدْرَ الْبَقَرَةِ وَحَدِيثِ حُذَيْفَةَ : مَا يَقْرَؤُونَ رُبْعَهَا يَعْنِي بَرَاءَ ةَ وَكُلُّهَا أَحَادِيثُ

صَحِيحَةٌ ...... لِأَنَّ جَمِيعَ ذٰلِكَ مِمَّا نُسِخَتْ تِلَاوَتُهُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ایسے احکام کا ذکر ملتا ہے، جن میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں، بعد میں ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا یا حکم بھی منسوخ ہو گیا۔ مثال کے طور پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ والی حدیث: «الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ» ''شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت جب زنا کریں، تو انہیں قطعی طور پر رجم کر دو۔'' (اس آیت کی تلاوت منسوخ ہے اور حکم باقی ہے۔) اسی طرح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ جن میں ان (ستر) قاریوں کا قصہ بیان ہوا، جنہیں بئر معونہ کے پاس قتل کر دیا گیا، کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن نازل کر دیا: ''(قاریوں نے کہا:) ہمارے بارے میں ہماری قوم کو بتا دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں۔'' اسی طرح سورت احزاب کے بارے میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ سورت احزاب کی طوالت سورت بقرہ کی طرح تھی (بعد میں کئی آیات کو منسوخ کر دیا گیا)۔ اسی طرح سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ کہ لوگوں نے سورت توبہ کا چوتھائی حصہ بھی نہیں پڑھا (کہ اس کا تین چوتھائی حصہ منسوخ ہو چکا ہے)۔'' یہ ساری کی ساری احادیث صحیح ہیں۔ ......ان سب آیات کی تلاوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہی منسوخ ہو چکی تھی۔''

(فتح الباري : 65/9)

سوال: کیا تلبیہ کے کلمات بیان کرنے میں تمام رواۃ کا اتفاق ہے؟

❀ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَنْبَغِي أَنْ يَخِلَّ بِشَيْءٍ مِنْ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ لِأَنَّهُ هُوَ الْمَنْقُولُ بِاتِّفَاقِ الرُّوَاةِ فَلَا يُنْقَصُ عَنْهُ .

''تلبیہ کے ان کلمات میں کمی لانا مناسب نہیں، کیونکہ تلبیہ کے ان الفاظ کو نقل کرنے میں راویوں کا اتفاق ہے، لہٰذا ان الفاظ میں کمی نہ کی جائے۔''

(الهداية :135/1)

جواب: تلبیہ کے کلمات میں کمی پیشی منقول ہے، اپنی طرف سے کمی پیشی نہیں کرنی چاہیے، البتہ جو الفاظ صحیح روایات سے ثابت ہیں، وہ پڑھے جا سکتے ہیں۔ یہ کہنا کہ تلبیہ کے کلمات نقل کرنے میں راویوں کا اتفاق ہے، درست نہیں۔

سوال: میت کو کستوری لگانا کیسا ہے؟

جواب: میت کو کستوری لگانا جائز ہے۔ کستوری بالا جماع پاک ہے۔

❀ ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عِنْدَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِسْكٌ فَأَوْصٰى أَنْ يُحَنَّطَ بِهٖ، قَالَ : وَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : هُوَ فَضْلُ حَنُوطِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس کستوری تھی، آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ انہیں (وفات کے بعد) یہ کستوری لگائی جائے، نیز فرماتے تھے کہ یہ وہ

کستوری ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی میت کو لگانے کے بعد بچی تھی۔''

(المُستدرك للحاكم : 1337، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 6707، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 956/2)

اس اثر سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عظمت ومنقبت ثابت ہوتی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کس قدر نبی کریم ﷺ سے محبت تھی!

سوال: بعض لوگ نماز جنازہ میں چار سے زائد تکبیروں کو منسوخ کہتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: نماز جنازہ میں چار سے زائد تکبیرات بھی ثابت ہیں، اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آثار ملتے ہیں، چار سے زائد تکبیرات جنازہ کو منسوخ قرار دینا بے دلیل ہے۔

سوال: بعض لوگ موزوں پر مسح کو منسوخ کہتے ہیں، اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: موزوں پر مسح کرنا نبی کریم ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری احادیث سے ثابت ہے، اس پر متواتر دلائل ہیں۔ دعویٰ منسوخیت بلا دلیل ہے۔

❁ ہمام بن حارث رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ مِنْ مِطْهَرَةٍ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ، قَالُوا : أَتَمْسَحُ عَلٰى خُفَّيْكَ، قَالَ : إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ قَالَ : فَكَانَ هٰذَا الْحَدِيثُ يُعْجِبُ أَصْحَابَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُولُونَ : إِنَّمَا كَانَ إِسْلَامُهٗ بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ .

”میں نے سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے برتن سے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا، تو لوگوں نے کہا: آپ موزوں پر مسح کر رہے ہیں؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح کرتے دیکھا ہے، راوی حدیث (ابراہیم نخعی رحمہ اللہ) کہتے ہیں: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو یہ حدیث اچھی لگتی تھی، وہ کہتے تھے: جریر رضی اللہ عنہ سورت مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے۔“

(صحيح البخاري: 387، صحيح مسلم: 272، المُنتقىٰ لابن الجارود: 81)

اسلاف جب کسی گمراہ کن نظریہ یا گمراہوں کے خلاف کوئی دلیل پاتے، تو ان کی خوشی کی انتہا نہیں رہتی تھی۔

تاسف سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے حنفی بھائی جب مسلک اہل حدیث کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے اور محدثین کے دلائل کا جواب نہیں دے پاتے، تو ان کے پاس سب سے آسان ہتھیار یہ ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کی منسوخیت کا دعویٰ کر دیں۔ اس میں وہ عافیت خیال کرتے ہیں۔ بھلا محدثین کے دین کو منسوخ قرار دینے کا کسی کو حق ہے؟

دراصل منسوخیت والا نظریہ گمراہوں سے مستعار ہے کہ ہر گمراہ جب دلیل کا جواب پیش کرنے سے عاجز آ جاتا ہے، تو جھٹ سے دعویٰ منسوخیت کر دیتا ہے۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے دور میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے، جو موزوں پر مسح کرنے کو منسوخ خیال کرتے تھے، تو جب ایسوں کے رد میں دلیل آئی، تو ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی اظہار مسرت کو بیان کر دیا کہ حدیث جریر رضی اللہ عنہ میں موزوں پر مسح کا انکار کرنے والوں کا رد ہے۔

معلوم ہوا کہ گمراہوں کی گمراہی کے رد میں دلیل پا کر خوش ہونا محدثین اور ائمہ دین کا طریقہ ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی یا نہیں؟

جواب: اس بارے میں صحیح علم اللہ کے پاس ہے۔

❀ اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قُلْتُ : صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ : لَا أَدْرِي، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، لَوْ عَاشَ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا .

”میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کا جنازہ پڑھا تھا؟ فرمایا: معلوم نہیں، ابراہیم پر اللہ کی رحمت ہو۔ وہ اگر زندہ ہوتے، تو سچے نبی ہوتے۔“

(مسند الإمام أحمد : 3/280-281، طَبَقات ابن سعد : 1/140، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس روایت کو ”صحیح“ قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 10/579)

ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھانے یا نہ پڑھانے کے بارے میں مروی روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ شَهْرًا فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، ان کی عمر اٹھارہ ماہ تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔''

(مسند الإمام أحمد : 267/6، سنن أبي داود : 3187)

روایت منکر ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ جِدًّا .

''یہ حدیث سخت منکر ہے۔''

(العِلَل المُتناهية لابن الجَوْزي : 423/2)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ابْنِهٖ إِبْرَاهِيمَ وَمَاتَ، وَهُوَ ابْنُ سِتَّةَ عَشَرَ شَهْرًا .

''نبی کریم ﷺ کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی، ان کی عمر سولہ ماہ تھی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ ادا کی۔''

(مُسند الإمام أحمد : 283/4)

روایت سخت ضعیف ہے۔ جابر بن یزید جعفی ضعیف و متروک ہے۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَثْبُتُ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(تحفة المَوْلود، ص 108)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی وفات ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔“

(سنن ابن ماجه : 1511)

سند سخت ضعیف ہے۔

① ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان ضعیف ومتروک ہے۔

② حکم بن عتیبہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ حکم بن عتیبہ نے مقسم سے صرف پانچ احادیث سنی ہیں، ان میں سے یہ نہیں ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔“

(مسند أبي يعلى : 3660)

سند سخت ضعیف ہے۔ محمد بن عبید اللہ عرزمی ضعیف ومتروک ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 7/254)

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔“

(مسند البزّار [كشف الأستار] : 816)

سند باطل ہے۔عبدالرحمٰن بن مالک بن مغول متروک ووضاع ہے۔

❁ عبداللہ بہی رحمہ اللہ اور عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے:

لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيمُ ابْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَقَاعِدِ .

”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھک میں ان کی نمازہ جنازہ پڑھائی۔“

(سنن أبي داود : 3188)

روایت مرسل ہے۔عبداللہ بہی اور عطاء رحمہما اللہ دونوں تابعی ہیں، براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کررہے ہیں۔

❁ امام باقر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ حِينَ مَاتَ .

”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی،تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي :6791)

روایت مرسل ہے۔امام باقر رحمہ اللہ تابعی ہیں، براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کررہے ہیں۔

اس باب میں دیگر مرسل روایات بھی ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ : إِنَّهٗ سَيَكُونُ بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَائِشَةَ أَمْرٌ، قَالَ : أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : أَنَا؟ قَالَ : نَعَمْ ، قَالَ : فَأَنَا أَشْقَاهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ : لَا، وَلٰكِنْ إِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَارْدُدْهَا إِلٰى مَأْمَنِهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:عنقریب آپ کے اور عائشہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : کیا میرا عائشہ رضی اللہ عنہا سے اختلاف ہو جائے گا؟ فرمایا: جی ہاں،عرض کیا: کیا واقعی میرا اختلاف ہوگا؟ فرمایا: جی ہاں،سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر تو میں لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت ہوں گا۔فرمایا:نہیں، بلکہ جب ایسا ہو،تو آپ عائشہ کو محفوظ مقام کی طرف لوٹا دینا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 393/6)

جواب: سند ضعیف ہے۔فضیل بن سلیمان نمیری ضعیف ہے،صحیح بخاری میں اس کی

حدیث متابعت میں آئی ہے۔

❁ حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ.

”اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

(طَرح التّثریب: 66/2)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۰)

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

سوال: کیا عورت عورتوں کو باجماعت نماز پڑھا سکتی ہے؟

جواب: عورت فرائض اور نوافل میں عورتوں کی جماعت کرا سکتی ہے، البتہ مرد امام کی طرح آگے کھڑی نہیں ہوگی، صف کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔

❀ ریطہ حنفیہ رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں:

أَمَّتْنَا عَائِشَةُ فَقَامَتْ بَيْنَهُنَّ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

''ہمیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے صف کے درمیان کھڑے ہو کر فرض نماز کی امامت کرائی۔''

(سنن الدّارقُطني : 1507، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام : 680/2)

امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہم رحمہم اللہ عورت کی امامت کے جواز کے قائل ہیں۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَا نَعْلَمُ لِمَنْ مَنَعَ مِنْ إِمَامَتِهَا النِّسَاءَ حُجَّةً أَصْلًا، لَا سِيَّمَا وَهُوَ قَوْلُ جَمَاعَةٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ كَمَا أَوْرَدْنَا، لَا مُخَالِفَ لَهُمْ يُعْرَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَصْلًا، وَهُمْ يُعَظِّمُونَ

هٰذَا إِذَا وَافَقَ أَهْوَاءَ هُمْ، وَيَرَوْنَهُ خِلَافًا لِلْإِجْمَاعِ، وَهُوَ سَهْلٌ عَلَيْهِمْ خِلَافُهُمْ، إِذَا لَمْ يُوَافِقْ أَهْوَاءَ هُمْ، وَبِاللّٰهِ تَعَالَى التَّوْفِيقُ .

''جو لوگ عورت کا عورتوں کی امام بننے سے منع کرتے ہیں، ہمیں ان کے مؤقف پر کسی قسم کی دلیل کا علم نہیں، پھر یہ صحابہ کی ایک جماعت کا مؤقف ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے، صحابہ میں اس کا سرے سے کوئی مخالف بھی نہیں۔ اس طرح کا کوئی مسئلہ جب ان لوگوں (احناف) کے خواہش کے مطابق آ جائے، تو وہ اس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور اس کی مخالفت کو اجماع کی مخالفت خیال کرتے ہیں، لیکن جب ایسا کوئی مسئلہ (کہ جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین کوئی اختلاف نہ ہو) ان کی خواہشات کے موافق نہ ہو، تو ایسی صورت میں ان پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی ہے۔''

(المُحلّٰی : 137/3)

تنبیہ:

احناف کے ہاں عورت کا عورتوں کا امام بننا مکروہ ہے۔ بعض کے ہاں شروع اسلام میں عورت کا امام بننا جائز تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ جس طرح عورتوں کا مسجد میں با جماعت نماز پڑھنا شروع اسلام میں جائز تھا، بعد میں انہیں منع کر دیا گیا، اسی طرح عورت کا عورتوں کی امام بننا بھی شروع اسلام میں تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔

❀ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

حُمِلَ فِعْلُهَا الْجَمَاعَةَ عَلَى ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ .

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو جماعت کرانا آغاز اسلام پر محمول کیا جائے گا۔“

(الهداية :57/1)

ابتدائے اسلام یا نسخ کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔جس طرح عورتوں کا مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا منسوخ نہیں ہوا، اسی طرح عورت کا عورتوں کی امام بننا بھی منسوخ نہیں ہوا۔ یہ سب محض دعوے ہیں، دلیل ان پر کچھ نہیں۔

❀ علامہ ابوالعباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ بُعْدٌ .

”(یہ دعویٰ کہ عورت کا عورتوں کو امامت کرانا ابتدائے اسلام میں تھا) اس میں بُعد ہے۔“

(الغاية في شرح الهداية :379/3)

❀ یہی بات علامہ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) نے کہی ہے۔

(العِناية بمَعرِفة أحاديث الهداية :12/2)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

مَا أَصْعَبَ هٰذِهِ الدَّعْوٰى، وَأَصْعَبَ إِثْبَاتَهَا! فَأَيْنَ شُرُوطُ النَّسْخِ مِنْ وُجُودِ مُعَارِضٍ مُقَاوِمٍ مُتَأَخِّرٍ؟ وَلَيْسَ النَّسْخُ بِمُجَرَّدِ الدَّعْوٰى! وَلَا يُتْرَكُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَّةٌ صَحِيحَةٌ أَبَدًا بِدَعْوٰى إِجْمَاعٍ، وَلَا دَعْوٰى نَسْخٍ، إِلَّا أَنْ يُوجَدَ نَاسِخٌ صَحِيحٌ صَرِيحٌ مُتَأَخِّرٌ نَقَلَتْهُ الْأُمَّةُ وَحَفِظَتْهُ، إِذْ مُحَالٌ عَلَى الْأُمَّةِ أَنْ تُضِيعَ النَّاسِخَ الَّذِي يَلْزَمُهَا

حُكْمُهُ، وَتَحفَظُ الْمَنْسُوخَ الَّذِي قَدْ بَطَلَ الْعَمَلُ بِهِ، وَلَمْ يَبْقَ مِنَ الدِّينِ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ : يُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ مَنْسُوخًا، وَلَا يَذْكُرُ التَّارِيخَ وَمَنْ وَرَاهُ .

''(نسخ کا) یہ دعویٰ کس قدر مشکل ہے اور اسے ثابت کرنا بھی کتنا مشکل ہے! بھلا نسخ کی شرائط کہاں ہیں؟ اسی جیسا متاخر معارض کدھر ہے؟ نسخ محض دعویٰ کی بنیاد پر نہیں ہو جاتا۔ رسول اللہ ﷺ کی کسی بھی صحیح ثابت سنت کو محض دعویٰ اجماع یا دعویٰ نسخ کی بنیاد پر ہرگز نہیں چھوڑا جا سکتا، ہاں اگر کوئی صحیح صریح ناسخ موجود ہو اور اس پر بعد میں عمل کیا گیا ہو، نیز اسے اُمت نے نقل کیا ہو اور محفوظ کیا ہو، کیونکہ اُمت پر محال ہے کہ وہ ناسخ دلیل کو ضائع کر دے کہ جس کے حکم پر عمل کرنا لازم ہے اور منسوخ دلیل کو محفوظ کر لے کہ جس پر عمل کرنا معطل ہو چکا ہے اور دین میں اس کا حکم ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے: ممکن ہے کہ یہ دلیل منسوخ ہو۔ اور وہ نسخ کی تاریخ اور بعد والی دلیل کا ذکر نہ کرے۔''

(التّنبیه علی مُشْكِلات الهداية : 609/2)

✿ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْفٰى ضَعْفُهُ، بَلْ ضَعْفُ جَمِيعِ مَا وَجَّهُوا بِهِ الْكَرَاهِيَةَ، كَمَا حَقَّقْنَاهُ فِي تُحْفَةِ النُّبَلَاءِ، أَلَّفْنَاهَا فِي مَسْئَلَةِ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ، وَذَكَرْنَا هُنَاكَ أَنَّ الْحَقَّ عَدَمُ الْكَرَاهَةِ .

''یہ وجہ کہ عورت صف کے درمیان کھڑی ہو کر ممنوع کا ارتکاب کرے گی، اس

کا ضعف مخفی نہیں، بلکہ ان تمام کی تمام وجوہ کا ضعیف ہونا مخفی نہیں، جو عورت کی امامت کے مکروہ ہونے کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہیں، جیسا کہ ہم نے ''تحفۃ النبلاء'' میں اس کی تحقیق بیان کر دی ہے۔ ہم نے یہ رسالہ عورتوں کی جماعت کے مسئلہ میں لکھا ہے۔ ہم نے اس میں ذکر کیا ہے کہ حق یہ ہے کہ عورت کی امامت مکروہ نہیں ہے۔''

(عُمدة الرِّعاية :152/1)

سوال: نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟

جواب: نماز میں ہاتھ ناف کے اوپر سینے پر باندھنے چاہییں، یہی سنت ہے۔ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اس بارے میں مروی روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❀ ابن جریر ضبی رحمہ اللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ .

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں کو گٹی سے پکڑ کر انہیں ناف سے اوپر رکھا ہوا تھا۔''

(سنن أبي داود : 757، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ (۲/۳۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق :۲/۴۴۳) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

❀ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : «فَوْقَ السُّرَّةِ» كَأَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِكَ يَضَعُهَا بِحَيْثُ يَكُونُ

شَيْءٌ مِّنْهَا عَلَى الصَّدْرِ كَمَا هُوَ التَّحْقِيقُ فِي مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ .

''امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول:«فَوْقَ السُّرَّةِ» (ناف سے اوپر) سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ نمازی ہاتھ ناف سے اوپر اس طرح رکھے کہ ہاتھوں کا ایک حصہ سینے پر آئے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں ثابت ہے۔''

(حاشية السّندي على سنن التّرمذي :266/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

قَالَ الْمَوْلٰى اَللّٰه دَادَ الْهِنْدِيُّ مِنْ عُلَمَائِنَا فِي شَرْحِ الْهِدَايَةِ : إِذَا كَانَ حَدِيثُ وَضْعِ الْيَدَيْنِ تَحْتَ السُّرَّةِ ضَعِيفًا وَمُعَارِضًا بِحَدِيثِ عَلِيٍّ يَجِبُ أَنْ يُعْمَلَ بِحَدِيثِ وَائِلٍ .

''مولیٰ اللہ داد ہندی رحمہ اللہ جن کا شمار ہمارے حنفی علما میں ہوتا ہے، وہ اپنی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں: ''جب زیر ناف ہاتھ باندھنے کی حدیث ضعیف ہے اور حدیث علی رضی اللہ عنہ کے معارض ہے، تو حدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پر عمل کرنا واجب ہے۔(حدیث وائل میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔)''

(حاشية السّندي على سنن التّرمذي :269/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ آلُ مُحَمَّدٍ؟ فَقَالَ : كُلُّ تَقِيٍّ وَتَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿إِنْ

أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾(الأنفال : ٣٤)

''رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آل محمد سے کون مراد ہیں؟ فرمایا: ہر متقی آل محمد میں داخل ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾(الأنفال : ٣٤) ''اللہ کے اولیاء فقط متقی لوگ ہیں۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 3332)

جواب: سند باطل ہے۔ نوح بن ابی مریم متروک وکذاب ہے۔

نوح کی متابعت نضر بن محمد نے کی ہے۔

(الغرائب الملتقطة لابن حجر :447/1)

مگر اس کی سند بھی باطل ہے۔

① محمد بن اشرس نیشاپوری متہم ہے۔

② عمر بن عقبہ نیشاپوری کی توثیق نہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(الكامل لابن عدي : 306/8)

سند باطل ہے۔ نافع ابو ہرمز متروک وکذاب ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يَحِلُّ الْاِحْتِجَاجُ بِمِثْلِهٖ .

''اس جیسی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الرقم : 2873)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(العِلل المُتناهية :265/1)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سَنَدُهٗ وَاهٍ جِدًّا .

''اس کی سند سخت ضعیف ہے۔''

(فتح الباري :161/11)

❀ علامہ ابوالمکارم غزی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَسَانِيدُهٗ ضَعِيفَةٌ .

''اس کی سندیں ضعیف ہیں۔''

(إتقان ما يُحسِن من الأخبار الدائرة على الألسنة :27/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

بَيْنَا أَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهٗ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَجَعَلَ يُحَدِّثُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُخْبِرُهٗ، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتٰى عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَخْتَصِمُونَ فِي وَلَدٍ وَقَعُوا عَلَى امْرَأَةٍ فِي طُهْرٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ لِاثْنَيْنِ : طِيبَا نَفْسًا بِهٰذَا الْوَلَدِ، ثُمَّ قَالَ : أَنْتُمْ شُرَكَاءُ

مُتَشَاكِسُونَ، إِنِّي مُقْرِعٌ بَيْنَكُمْ، فَمَنْ قُرِعَ لَهُ فَلَهُ الْوَلَدُ، وَعَلَيْهِ ثُلُثَا الدِّيَةِ لِصَاحِبَيْهِ، فَأَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَقُرِعَ لِأَحَدِهِمْ، فَدَفَعَ إِلَيْهِ الْوَلَدَ، قَالَ: فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ أَوْ، قَالَ: أَضْرَاسُهُ.

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا، کہ ایک یمنی شخص آیا اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بات چیت کرنے لگا اور آپ ﷺ کو خبریں دینے لگا، اس نے عرض کیا: اللہ کے رسول! سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تین شخص آئے، جو ایک بچے کے معاملہ میں جھگڑا کر رہے تھے، دراصل ان تینوں نے ایک عورت کے ساتھ ایک ہی طہر میں زنا کیا تھا، (جس سے عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا) چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان میں سے دو شخصوں سے کہا: آپ دونوں بخوشی یہ بچہ تیسرے کو دے دیں، (جب وہ نہ مانیں) تو فرمایا: آپ سب ضدی شریک ہو، میں آپ کے درمیان قرعہ کرتا ہوں، جس کے نام قرعہ نکل آیا، بچہ اس کا ہو جائے گا اور وہ ایک تہائی دیت اپنے دونوں ساتھیوں کو دے گا۔ تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے مابین قرعہ ڈالا، ان میں سے ایک کے نام قرعہ نکل آیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہ بچہ اسے دے دیا۔ (یہ فیصلہ سن کر) رسول اللہ ﷺ ہنس دیے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔''

(سنن أبي داود: 2269، سنن النّسائي: 3490، المُستدرك للحاكم: 4659)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبد اللہ بن خلیل مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۵/۱۳'' میں ذکر کیا ہے۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ.

''اس کی روایت پر اس کی متابعت نہیں کی گئی۔''

(التّاريخ الكبير: 5/79)

❁ اس کی دوسری بھی ہے۔

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي: 5652، سنن ابن ماجه: 2348)

سند ضعیف ہے۔ سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

❁ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا مُضْطَرِبَةُ الْأَسَانِيدِ.

''یہ تمام احادیث کی سندیں مضطرب ہیں۔''

(السّنن الكبرىٰ، تحت الرقم: 5654)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ منذر بن یعلی ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كَانَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ يَقُولُ: مَنْ دَمَعَتَا عَيْنَاهُ فِينَا دَمْعَةً، أَوْ قَطَرَتْ عَيْنَاهُ فِينَا قَطْرَةً، أَثْوَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْجَنَّةَ.

''حسین بن علی بن حسین بن علی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: جس نے ہماری خاطر دونوں آنکھوں کو اشک بار کیا یا اس کی آنکھ سے آنسو ٹپک آئے، تو اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانہ جنت کریں گے۔''

(زوائد فضائل الصّحابة للقطيعي: 1154)

جواب: سند ضعیف ہے۔ احمد بن اسرائیل کے حالات زندگی نہیں ملے۔

سوال: حد کے کوڑے مارتے وقت جسم یا کمر کو ننگا کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حد کے کوڑے لگاتے وقت جسم کو ننگا کرنے یا نہ کرنے کے متعلق کوئی روایت ثابت نہیں۔ البتہ جسم پر اتنا موٹا کپڑا نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے کوڑوں کی تکلیف محسوس نہ ہو، عام روٹین کا لباس پہنا ہو، تو حرج نہیں۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي تَجْرِيدِ الْمَجْلُودِ خَبَرٌ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ، وَلَا يُجَرَّدُ الْمَجْلُودُ، وَالْمَجْلُودُ عَلَيْهِ قَمِيصُهُ، مَجْلُودٌ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَنَزْعُ مَا يُمْنَعُ مِنَ الْأَلَمِ يَجِبُ.

وَالضَّرْبُ الَّذِي يَجِبُ أَنْ يُضْرَبَ الْمَحْدُودُ ضَرْبٌ يَكُونَ مُؤْلِمًا، لَا يَجْرَحُ وَلَا يَبْضِعُ، وَاسْمُ الضَّرْبِ يَقَعُ عَلٰى هٰذَا.

''کوڑے مارتے وقت مجرم کے جسم کو ننگا کرنے کے متعلق ایسی کوئی حدیث نہیں، جس پر اعتماد کیا جا سکے۔ مجرم کی جلد کو ننگا نہیں کرنا چاہیے، کوڑے مارتے وقت جس کے جسم پر قمیص ہو، اہل علم کے ہاں وہ کوڑے معتبر ہیں۔ البتہ ایسا لباس جو کوڑوں کی تکلیف اور درد میں رکاوٹ بنے اسے اتارنا واجب ہے۔

حد لگاتے ہوئے جو ضرب (مار) لگانا واجب ہے، اس سے مراد ایسی ضرب ہے، جو تکلیف دہ ہو، مگر زخم نہ کرے اور نہ جلد کو پھاڑے اور اس پر ضرب (مار) کا اطلاق ہو سکے۔''

(الإشراف: 275/7)

تنبیہ:

❀ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ يَأْمُرُ بِالتَّجْرِيدِ فِي الْحُدُودِ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ حدود لگاتے وقت بدن سے کپڑا اہٹانے کا حکم دیتے تھے۔''

(الْهِدَايَة : 341/2)

❀ علامہ ابن ترکمانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهٗ عَنْهُ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ روایت میرے علم میں نہ آسکی۔''

(التَّنْبِيهُ، ص 415)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

''یہ روایت بے اصل ہے۔''

(نَصْبُ الرَّايَةِ : 323/3)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لِهٰذَا عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَلَا عَنْ غَيْرِهٖ .

''اس روایت کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی صحابی سے کوئی اصل نہیں۔''

(التَّنْبِيهُ عَلٰى مُشْكِلَاتِ الْهِدَايَة : 131/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ .

”مجھے یہ روایت نہیں ملی۔“

(الدِّرَايَة : 98/2)

❀ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(البِنَاية : 273/6)

❀ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

إِنَّهٗ لَمْ يُعْرَفْ عَنْ عَلِيٍّ .

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول نہیں۔“

(فَتْحُ الْقَدِير : 231/5)

❀ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ .

”یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فَتْحُ بَابِ العِنَايَةِ بِشَرْحِ النِّقَايَةِ : 207/3)

سوال: کوڑوں کی حد لگاتے وقت مجرم کو کھڑا کیا جائے یا لٹا کر یا بٹھا کر حد قائم ہوگی؟

جواب: مجرم کو کسی بھی ہیئت میں کوڑے لگائے جا سکتے ہیں، اس بارے میں کوئی خاص ہیئت حدیث سے ثابت نہیں، البتہ عورت کو بٹھا کر کوڑے مارنے چاہییں، کیونکہ یہ ہیئت زیادہ باپردہ ہے۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي ضَرْبِ الْقَاعِدِ وَالْقَائِمِ سُنَّةٌ فَتُتَّبَعُ، وَمَا كَانَ أَسْهَلُ عَلَى الْمَضْرُوبِ ضُرِبَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَأَسْتَرُ عَلَى الْمَرْأَةِ أَنْ تُضْرَبَ وَهِيَ قَاعِدَةٌ، فَالسِّتْرُ عَلَيْهَا أَحَبُّ إِلَيْنَا، وَهُوَ قَوْلُ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''کوڑوں کی حد قائم کرنے میں مجرم کو بٹھانے یا کھڑا کرنے کے بارے میں کوئی ایسی حدیث نہیں، جس کا اتباع کیا جائے۔ مجرم کے لیے جس طرح سزا لینا آسان ہو، اسی طرح سزا دی جائے، عورت کے لیے زیادہ ستر باعث ہے کہ اسے بٹھا کر کوڑے مارے جائیں۔ (کوڑے مارتے وقت) عورت پر پردہ ڈالنا ہمارے نزدیک زیادہ بہتر ہے، اکثر اہل علم کا بھی یہی مؤقف ہے۔''

(الإشراف : 275/7)

تنبیہ:

❀ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يُضْرَبُ فِي الْحُدُودِ كُلِّهَا قَائِمًا غَيْرَ مَمْدُودٍ، لِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : يُضْرَبُ الرِّجَالُ فِي الْحُدُودِ قِيَامًا وَالنِّسَاءُ قُعُودًا .

''تمام حدود میں مجرم کو کھڑا کر کے کوڑے مارے جائیں گے، نہ کہ لٹا کر۔ کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: مردوں کو کھڑا کر کے اور عورتوں کو بٹھا کر حدود جاری کرنی چاہئیں۔''

(الهداية : 342/2)

صاحب ہدایہ کا یہ مؤقف درست نہیں، صحیح بات وہی ہے، جو ہم نے ذکر کر دی ہے، نیز سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اثر ثابت نہیں۔

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

تُضْرَبُ الْمَرْأَةُ جَالِسَةً، وَالرَّجُلُ قَائِمًا فِي الْحَدِّ.

''عورت کو حد میں کوڑے بٹھا کر مارے جائیں گے اور آدمی کو کھڑا کر کے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 13532، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 17582)

سند باطل ہے۔

① حسن بن عمارہ ضعیف و متروک ہے۔

② حکم بن عتیبہ کا عنعنہ ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الدّراية : 98/2)

سوال: ایک شخص نے عورت سے ظہار کیا، پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے پہلے اس سے جماع کر لیا، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کسی نے ظہار کر لیا، تو کفارہ ادا کرنے تک وہ بیوی کے قریب نہیں جا سکتا، یہ شرعی حکم ہے۔ البتہ اگر کسی نے ظہار کا کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی سے جماع کر لیا، تو اس پر مزید کوئی کفارہ نہیں۔

تنبیہ:

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا، أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ ظَاهَرَ مِنِ

امْرَأَتِهٖ فَوَقَعَ عَلَيْهَا، فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي ظَاهَرْتُ مِنِ امْرَأَتِي فَوَقَعْتُ عَلَيْهَا مِنْ قَبْلِ أَنْ أُكَفِّرَ، قَالَ : وَمَا حَمَلَكَ عَلٰى ذٰلِكَ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ؟، قَالَ : رَأَيْتُ خَلْخَالَهَا فِي ضَوْءِ الْقَمَرِ قَالَ : فَلَا تَقْرَبْهَا حَتّٰى تَفْعَلَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ .

''ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا، جس نے اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے جماع کر لیا تھا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور کفارہ دینے سے پہلے جماع کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم کرے، ایسا کرنے پر کس چیز نے ابھارا؟ اس نے کہا: میں نے چاند کی روشنی میں اس کے پازیب دیکھے تھے۔ فرمایا: جب تک آپ اللہ کا حکم پورا نہ کر لیں، اس کے قریب نہ جانا۔''

(سنن أبي داوٗد : 2223، سنن النّسائي : 3487، سنن التّرمذي : 1199، سنن ابن ماجه : 2065، المُنتقٰی لابن الجارود : 747)

یہ روایت عکرمہ کی مرسل ہے۔

✿ حافظ خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ تَفَرَّدَ الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ الْعَدَنِيُّ عَنْ عِكْرِمَةَ بِأَحَادِيثَ، وَيَسْنِدُ عَنْهُ مَا يَقِفُهُ غَيْرُهٗ ...... مِنْهَا : حَدِيثُ التَّسْبِيحِ .

''حکم بن ابان عدنی عکرمہ سے کئی احادیث بیان کرنے میں منفرد ہے، اس نے عکرمہ سے کئی ایسی احادیث کو موصول بیان کیا ہے، جنہیں دوسروں نے عکرمہ پر موقوف بیان کیا ہے...... جیسا کہ نماز تسبیح والی حدیث ہے۔''

(الإرشاد : 323/1)

❀ علامہ ابن العربی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الظِّهَارِ حَدِيثٌ صَحِيحٌ يُعَوَّلُ عَلَيْهِ .

''ظہار میں (کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لیا، تو اس کے حکم کے متعلق) کوئی ایسی صحیح حدیث نہیں، جس پر اعتماد کیا جا سکے۔''

(عارضة الأحوذي : 38/5، التّلخيص الحبير لابن حجر : 222/3)

سوال: اگر قبلہ کی صحیح سمت کا علم نہیں، کوئی راہنمائی کرنے والا بھی نہیں، تو نماز کس سمت میں پڑھے گا؟

جواب: اگر قبلہ کی صحیح سمت کا علم نہیں اور ادھر راہنمائی کرنے والا بھی موجود نہیں، تو صحیح سمت معلوم کرنے کی کوشش کرے، جس سمت کی طرف دل مطمئن ہو، نماز ادا کر لے، بعد میں اگر علم ہوا کہ درست سمت نماز نہیں پڑھی، تو نماز صحیح ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ ذَهَبَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ إِلٰى هٰذَا قَالُوا : إِذَا صَلَّى فِي الْغَيْمِ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ ثُمَّ اسْتَبَانَ لَهُ بَعْدَ مَا صَلَّى أَنَّهُ صَلَّى لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ فَإِنَّ صَلَاتَهُ جَائِزَةٌ، وَبِهِ يَقُولُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ .

''اکثر اہل علم کا مذہب یہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے بادلوں کی صورت میں قبلہ کے علاوہ کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی، نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے قبلہ سمت سے ہٹ کر نماز پڑھ لی ہے، تو اس کی نماز صحیح

ہے۔ امام سفیان ثوری، امام عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے۔“

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 345)

تنبیہ:

❀ سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فِي لَيْلَةٍ مُّظْلِمَةٍ فَلَمْ نَدْرِ أَيْنَ الْقِبْلَةُ، فَصَلَّى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلٰى حِيَالِهٖ، فَلَمَّا أَصْبَحْنَا ذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ : ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾(البقرة : ١١٥) .

”ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر پر تھے، اندھیری رات تھی، ہمیں قبلہ کی سمت معلوم نہ تھی، تو ہر شخص نے اپنے سامنے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی، جب صبح ہوئی، تو ہم نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی : ﴿فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾(البقرة : ١١٥)”تم جس طرف بھی منہ کرو، ادھر اللہ کا چہرہ ہے۔“

(سنن التّرمذي : 345، 2957، سنن ابن ماجه : 1020)

سند سخت ضعیف ہے۔

① اشعث بن سعید سمان ضعیف و متروک ہے۔

② عاصم بن عبید اللہ ضعیف ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَاكَ .

''اس کی سند پختہ نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 345)

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَمَّا حَدِيثُ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ فَلَيْسَ يُرْوٰى مَتْنُهُ مِنْ وَجْهٍ يَثْبُتُ .

''جہاں تک سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا تعلق ہے، تو اس کا متن کسی معتبر سند سے ثابت نہیں۔''

(الضّعفاء الكبير : 30/1)

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ أَوْ سَفَرٍ فَأَصَابَنَا غَيْمٌ فَتَحَيَّرْنَا فَاخْتَلَفْنَا فِي الْقِبْلَةِ فَصَلّٰى كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا عَلٰى حِدَةٍ وَجَعَلَ أَحَدُنَا يَخُطُّ بَيْنَ يَدَيْهِ لِنَعْلَمَ أَمْكِنَتَنَا فَذَكَرْنَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَأْمُرْنَا بِالْإِعَادَةِ وَقَالَ : قَدْ أَجْزَأَتْ صَلَاتُكُمْ .

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر پر تھے، راستے میں بادل چھا گئے، تو ہمیں کچھ معلوم نہیں پڑ رہا تھا، قبلہ کی سمت کے متعلق ہمارا اختلاف ہو گیا، چنانچہ ہم میں سے ہر شخص نے اپنی اپنی سمت کی طرف نماز پڑھ لی اور ہر ایک نے اپنے سامنے ایک خط کھینچ لیا، تا کہ ہم (بعد میں) اپنی نمازوں والی سمتوں کو معلوم کر لیں، ہم نے یہ معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گزار کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ہمیں نماز کا اعادہ کرنے کا حکم نہیں دیا، نیز فرمایا: آپ سب کی نماز ہوگئی ہے۔“

(سنن الدارقطني : 1064، المُستدرك للحاكم : 743، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 2235)

سند سخت ضعیف ہے۔ محمد بن سالم کوفی ضعیف و متروک ہے۔

اس کی متابعت محمد بن عبید اللہ عرزمی نے کی ہے۔

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 2242)

عرزمی ضعیف و متروک ہے۔

ایک متابعت عبد الملک عرزمی نے بھی کی ہے۔

(سنن الدّارقطني : 1062)

سند ضعیف ہے۔ احمد بن عبید اللہ بن حسن عنبری مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۸/ ۳۱“ میں ذکر کیا ہے۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ نَعْلَمْ لِهٰذَا الْحَدِيثِ إِسْنَادًا صَحِيحًا قَوِيًّا .

”ہمیں اس حدیث کی کسی صحیح اور قوی سند کا علم نہیں۔“

(السّنن الكبرىٰ، تحت الرقم : 2243)

سوال: درج ذیل قول کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ شَيْءٌ .

”نبی اکرم ﷺ سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کچھ ثابت نہیں۔“

(تاریخ ابن عساکر : 105/59 ، سِیَر أعلام النّبلاء للذّهبي : 132/3)

جواب: اس قول کی سند حسن ہے۔

البتہ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کی یہ بات درست نہیں، صحیح احادیث کی روشنی میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان ہوئے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَتْبَعُ حَمَامَةً فَقَالَ : شَيْطَانٌ يَتْبَعُ شَيْطَانَةً .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص دیکھا، جو ایک کبوتری کے پیچھے بھاگ رہا تھا، فرمایا: شیطان شیطان کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔“

(سنن أبي داود : 4940، سنن ابن ماجه : 3765)

جواب: یہ روایت ابو سلمہ کی مرسل ہے۔ اسے موصول بیان کرنا خطا ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں۔

(العِلَل : 3648)

❀ امام بزار رحمہ اللہ نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

(مسند البزّار : 7995)

سوال: چھینک کا جواب کیسے دیا جائے؟

جواب: چھینک کے جواب میں مختلف الفاظ ثابت ہیں، کوئی سے بھی ثابت الفاظ کہے جا سکتے ہیں۔ اپنی طرف سے اضافہ یا کمی نہیں کرنی چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر کوئی چھینک آنے پر الحمدللہ کہے، تو اس کا مسلمان بھائی اسے «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہے، وہ «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہے، تو یہ (چھینک لینے والا) کہے:

يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ .

''اللہ آپ کو ہدایت پر کاربند رکھے اور آپ کے کاموں کو سنوارے۔''

(صحيح البخاري : 6224)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا عَطَسَ، فَقِيلَ لَهُ : «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» قَالَ : «يَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ، وَيَغْفِرُ لَنَا وَلَكُمْ» .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب چھینک لگاتے اور آپ رضی اللہ عنہ کو جواب میں کہا جاتا: «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» ''اللہ! آپ پر رحم فرمائے۔'' تو آپ رضی اللہ عنہ جواب میں فرماتے: «يَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ، وَيَغْفِرُ لَنَا وَلَكُمْ» ''اللہ ہم پر اور آپ پر رحم فرمائے اور اللہ ہمیں اور آپ کو معاف فرمادے۔''

(موطأ الإمام مالك : 965/2، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا صالحین سے فرشتے محبت کرتے ہیں؟

جواب: جی ہاں، مؤحدین، متبع سنت لوگوں سے فرشتے محبت کرتے ہیں۔ اسی طرح کفار، ملحدین، فساق وفجار سے فرشتے بغض بھی رکھتے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ، فَقَالَ : إِنِّي أُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ، قَالَ : فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي السَّمَاءِ، فَيَقُولُ : إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، قَالَ : ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ، وَإِذَا أَبْغَضَ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَيَقُولُ : إِنِّي أُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضْهُ، قَالَ فَيُبْغِضُهُ جِبْرِيلُ، ثُمَّ يُنَادِي فِي أَهْلِ السَّمَاءِ : إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ فُلَانًا فَأَبْغِضُوهُ، قَالَ : فَيُبْغِضُونَهُ، ثُمَّ تُوضَعُ لَهُ الْبَغْضَاءُ فِي الْأَرْضِ .

’’جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے،تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے : میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں،تم بھی اس سے محبت کرو۔ جبریل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمانوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے،تم سب بھی اس سے محبت کرو۔ آسمان کی تمام مخلوق اس سے محبت کرنے لگتی ہے۔ پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس بندے کے بارے میں نیک نامی ڈال دی جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے،تو جبریل کو بلاتا ہے اور کہتا ہے: میں فلاں بندے سے بغض رکھتا ہوں،تم بھی اس سے بغض رکھو،تو جبریل بھی اس سے بغض رکھتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آسمان والے فرشتوں میں آواز لگاتے ہیں: بلاشبہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے بغض رکھتا ہے،تم بھی اس سے بغض رکھو، تو فرشتے بھی اس سے بغض رکھتے ہیں، پھر زمین والوں کے دل میں اس کا

بغض ڈال دیا جاتا ہے۔‘‘

(صحیح البخاري : 3209، صحیح مسلم : 2637، واللّفظ لہٗ

سوال: اللہ کی رضا کے لیے محبت کرنے کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: جو محبت خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو، وہ قابل رشک ہے، دو مسلمان جب اللہ کی رضا کے لیے باہم محبت کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ اس پر کئی احادیث و آثار دلیل ہیں۔

❁ مخضرم تابعی ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْتُ مَسْجِدَ دِمَشْقَ فَإِذَا فَتًى شَابٌّ بَرَّاقُ الثَّنَايَا، وَإِذَا النَّاسُ مَعَهٗ إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَسْنَدُوا إِلَيْهِ، وَصَدَرُوا عَنْ قَوْلِهٖ، فَسَأَلْتُ عَنْهُ، فَقِيلَ : هٰذَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ هَجَّرْتُ فَوَجَدْتُهٗ قَدْ سَبَقَنِي بِالتَّهْجِيرِ، وَوَجَدْتُهٗ يُصَلِّي، قَالَ : فَانْتَظَرْتُهٗ حَتّٰى قَضٰى صَلَاتَهٗ، ثُمَّ جِئْتُهٗ مِنْ قِبَلِ وَجْهِهٖ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، ثُمَّ قُلْتُ : وَاللّٰهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ لِلّٰهِ، فَقَالَ : أَاللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : أَاللّٰهِ، فَقَالَ : أَاللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : أَاللّٰهِ، فَقَالَ : أَاللّٰهِ؟ فَقُلْتُ : أَاللّٰهِ، قَالَ : فَأَخَذَ بِحُبْوَةِ رِدَائِي فَجَبَذَنِي إِلَيْهِ، وَقَالَ : أَبْشِرْ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى : وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ .

’’میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا، دیکھا کہ وہاں ایک نوجوان ہے، جس کے دانت خوب چمک رہے ہیں، اس کے اردگرد لوگ جمع ہیں، جب انہیں کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا ہے، تو وہ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کی جواب کو فیصلہ کن مان لیتے ہیں۔ میں نے اس نوجوان کے متعلق پوچھا، تو بتایا گیا: یہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ اگلے روز میں دوپہر کو (مسجد میں) جلدی گیا، تو دیکھا سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ہی پہنچ چکے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔ سو میں نے انتظار کیا، نماز مکمل ہوئی، تو میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے سامنے کی طرف آ گیا، سلام کیا، پھر میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! میں آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ واقعی اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے لیے۔ فرمایا: کیا واقعی اللہ کے لیے؟ عرض کیا: جی ہاں، اللہ کے لیے، فرمایا: کیا واقعی اللہ کی رضا کے لیے؟ عرض کیا: یقیناً اللہ کی رضا کے لیے۔ چنانچہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے میری چادر کے پلو کو پکڑا اور اپنی طرف کھینچا، نیز فرمایا: آپ کے لیے خوش خبری ہے، وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری خاطر دو محبت کرنے والوں، میری خاطر دو باہم بیٹھنے والوں اور میری خاطر دو باہم ملاقات کرنے والوں کے لیے میری محبت واجب ہوگئی۔‘‘

(موطأ الإمام مالك : 953/2، وسندهٗ صحيحٌ)

اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۳۹۰) نے ’’حسن صحیح‘‘، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۵۷۵) نے ’’صحیح‘‘ کہا ہے۔

✿ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(المُستدرك : 7314)

✿ امام ابونعیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَشْهُورٌ ثَابِتٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ مُعَاذٍ .

''یہ حدیث مشہور ہے اور ابوادریس خولانی رحمہ اللہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سند سے ثابت ہے۔''

(حِلية الأولياء : 127/5)

✿ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ .

''اس کی سند صحیح ہے۔''

(التّمهيد : 291/13، ت بشار)

✿ حافظ منذری رحمہ اللہ نے سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(التّرغيب والتّرهيب : 18/4)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ نے سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(رِياض الصّالحين، ص 148)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم مبارک کو داغنا ثابت ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جسم مبارک کو داغوانا ثابت نہیں۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ فِي أَثَرٍ صَحِيحٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتَوٰى .

”کسی صحیح روایت میں مجھے نہیں ملا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے جسم مبارک کو داغ لگوایا ہو۔“

(فتح الباري : 156/10)

سوال: بیماری کا علاج کرانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: علاج معالجہ جائز اور مباح ہے۔ یہ سبب اور حیلہ ہے، اسے اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی علاج کرایا ہے اور دوسروں کو بھی علاج کا فرمایا ہے، بلکہ بعض بیماریوں کے لیے علاج بھی تجویز کیے ہیں، بھلا رسول اللہ ﷺ توکل کے خلاف کسی چیز کا حکم دے سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ علاج کرانا اور اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

”ہر بیماری کا علاج ہے، جب بیماری کا علاج کیا جائے، تو اللہ کے حکم سے شفا مل جاتی ہے۔“

(صحيح مسلم : 2204)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِيهَا رَدٌّ عَلٰى مَنْ أَنْكَرَ التَّدَاوِيَ مِنْ غُلَاةِ الصُّوفِيَّةِ وَقَالَ : كُلُّ شَيْءٍ بِقَضَاءٍ وَقَدَرٍ فَلَا حَاجَةَ إِلَى التَّدَاوِي، وَحُجَّةُ الْعُلَمَاءِ هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ، وَيَعْتَقِدُونَ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَ الْفَاعِلُ وَأَنَّ التَّدَاوِيَ هُوَ أَيْضًا مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ وَهٰذَا كَالْأَمْرِ بِالدُّعَاءِ وَكَالْأَمْرِ

بِقِتَالِ الْكُفَّارِ وَبِالتَّحَصُّنِ وَمُجَانِبَةِ الْإِلْقَاءِ بِالْيَدِ إِلَى التَّهْلُكَةِ .

''ان احادیث میں ان غالی صوفیا کا رد ہے، جو علاج کا انکار کرتے ہیں، کہتے ہیں: ہر شے قضائے الٰہی اور تقدیر کے مطابق ہوتی ہے، لہٰذا علاج کرانے کی ضرورت نہیں۔ علما علاج کی مشروعیت پر ان احادیث سے حجت لیتے ہیں، ان کا اعتقاد ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کرنے والا ہے، نیز علاج معالجہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے، علاج کا بھی وہی حکم ہے، جو دعا کرنے اور کفار سے قتال کرنے، قلعوں میں پناہ پکڑنے اور خود کو ہلاکت سے بچانے کا حکم ہے۔''

(شرح مسلم : 191/14)

❀ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ التَّدَاوِيَ مُبَاحٌ بِالْإِجْمَاعِ، وَقَدْ وَرَدَ بِإِبَاحَتِهِ الْحَدِيثُ، وَلَا فَرْقَ بَيْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُسْتَعْمَلَ الْمُحَرَّمُ كَالْخَمْرِ وَنَحْوِهَا؛ لِأَنَّ الْاِسْتِشْفَاءَ بِالْمُحَرَّمِ حَرَامٌ .

''علاج کرنا بالا جماع جائز ہے۔ اس کے اباحت پر حدیث وارد ہوئی ہے۔ علاج کرنے میں مردوں اور عورتوں میں فرق نہیں، البتہ علاج میں حرام شے کا استعمال جائز نہیں، جیسے شراب وغیرہ، کیونکہ حرام سے شفا حاصل کرنا حرام ہے۔''

(الهِداية : 381/4)

❀ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

لَا يَخْتَلِفُ الْعُلَمَاءُ أَنَّ التَّدَاوِيَ مُبَاحٌ وَإِنَّمَا رَأَى بَعْضُهُمْ أَنَّ الْعَزِيمَةَ تَرْكُهُ وَقَدْ ذَكَرْنَا كَلَامَ النَّاسِ فِي هٰذَا وَبَيَّنَّا بِمَا

اخْتَرْنَاهُ فِي كِتَابِنَا «لَقْطُ الْمَنَافِعِ فِي الطِّبِّ» وَالْمَقْصُودُ هٰهُنَا إِنَّا نَقُولُ إِذَا ثَبَتَ أَنَّ التَّدَاوِيَ مُبَاحٌ بِالْإِجْمَاعِ، مَنْدُوبٌ إِلَيْهِ عِنْدَ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ فَلَا يُلْتَفَتُ إِلٰى قَوْلِ قَوْمٍ قَدْ رَأَوْا أَنَّ التَّدَاوِيَ خَارِجٌ مِنَ التَّوَكُّلِ لِأَنَّ الْإِجْمَاعَ عَلٰى أَنَّهٗ لَا يَخْرُجُ مِنَ التَّوَكُّلِ وَقَدْ صَحَّ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ تَدَاوٰى وَأَمَرَ بِالتَّدَاوِي وَلَمْ يَخْرُجْ بِذٰلِكَ مِنَ التَّوَكُّلِ وَلَا أَخْرَجَ مِنْ أَمْرِهٖ أَنْ يَتَدَاوٰى مِنَ التَّوَكُّلِ.

''اس میں علما کا کوئی اختلاف نہیں کہ علاج کرانا جائز ہے۔ البتہ بعض کی رائے یہ ہے کہ عزیمت اسی میں ہے کہ علاج ترک کر دیا جائے۔ اس حوالہ سے اہل علم کی آراء ہم نے ذکر کر دی ہیں اور ہم نے اپنی کتاب ''لقط المنافع فی الطب'' میں مختار مؤقف کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ یہاں مقصد یہ بتانا ہے کہ جب علاج کرانا بالاجماع مباح ہے اور بعض علما کے نزدیک مستحب ہے، تو ان لوگوں کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، جو علاج کو توکل کے منافی سمجھتے ہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ علاج کرانے سے انسان توکل سے باہر نہیں نکلتا۔ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے علاج کرایا اور علاج کرانے کا حکم بھی دیا، تو آپ ﷺ علاج کی وجہ سے توکل سے نہیں نکلے، نہ علاج کا حکم دینے نے آپ ﷺ کو توکل سے باہر نکالا۔''

(تلبیس إبلیس، ص 255)

سوال: دَم کن چیزوں سے کیا جائے؟

جواب: دَم کتاب اللہ اور ذکر الٰہی پر مشتمل کلام کے ساتھ کیا جائے، ایسا کلام جس میں شرک وکفر ہو، یا شرک وکفر کا شبہ ہو، یا ایسا مہمل کلام، جس کا معنی نہ ہو، اس سے دَم کرنا جائز نہیں۔ یاد رہے کہ دَم شرکیہ بھی ہوتا ہے، جب الفاظ شرکیہ ہوں گے، تو دَم بھی شرکیہ ہو گا، جیسے غیر اللہ سے مدد مانگنا، غیر اللہ کے نام سے شفا حاصل کرنا وغیرہ۔

✿ ربیع بن سلیمان رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُ الشَّافِعِيَّ عَنِ الرُّقْيَةِ فَقَالَ : لَا بَأْسَ أَنْ يَرْقِيَ الرَّجُلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَمَا يَعْرِفُ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ قُلْتُ : أَيَرْقِي أَهْلُ الْكِتَابِ الْمُسْلِمِينَ؟ فَقَالَ : نَعَمْ إِذَا رَقُوا بِمَا يُعْرَفُ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ أَوْ ذِكْرِ اللّٰهِ .

”میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے دَم کے متعلق پوچھا، فرمایا: اگر کوئی شخص کتاب اللہ کے ساتھ یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ دَم کرے، تو اس میں حرج نہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا کوئی یہودی یا عیسائی مسلمانوں کو دَم کرسکتا ہے؟ فرمایا: جی ہاں، کرسکتا ہے، بشرطیکہ وہ کتاب اللہ یا معروف ذکر الٰہی سے دم کرے۔“

(الأمّ: 241/7)

✿ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى بِمَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ، وَمَا كَانَ مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ، فَأَمَّا مَا كَانَ لَا يُعْرَفُ مِنْ كَلَامٍ، فَلَا يَنْبَغِي أَنْ يُرْقٰى بِهٖ .

”قرآن کریم اور ذکر الٰہی سے دَم کرنے میں کوئی حرج نہیں، غیر معروف کلام

(جس کا جائز معنی ومفہوم نہ ہو یا جس کے مطلب ومعنی ہو ہی نہ) سے دَم نہیں کرنا چاہیے۔‘‘

(موطأ محمد الشّيباني : 876)

❀ علامہ مازری رحمہ اللہ (۵۳۶ھ) فرماتے ہیں:

جَمِيعُ الرُّقٰى عِنْدَنَا جَائِزَةٌ إِذَا كَانَتْ بِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَذِكْرِ اللّٰهِ وَيُنْهٰى عَنْهَا بِالْكَلَامِ الْأَعْجَمِيِّ وَلَا مَا لَا يُعْرَفُ مَعْنَاهُ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ فِيهِ كُفْرٌ أَوْ إِشْرَاكٌ .

’’ہمارے نزدیک سارے کے سارے دَم جائز ہیں، بشرطیکہ کتاب اللہ اور ذکر الٰہی سے دَم کیا جائے، عجمی کلام سے یا ایسے کلام سے دَم کرنا ممنوع ہے، جس کا معنی معلوم نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس میں کفر یا شرک ہو۔‘‘

(المُعلِم بفوائد مسلم : 162/3)

تنبیہ:

❀ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ .

’’دَم صرف نظر بد یا ڈسنے پر ہے۔‘‘

(مسند الحُميدي : 858، سنن أبي داود : 3884، سنن التّرمذي : 2057، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ .

”دَم صرف نظرِ بد یا ڈسنے پر ہے۔“

(سنن ابن ماجه: 3513، جزء محمد بن عاصم الثّقفي: 40، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ .

”دَم صرف نظرِ بد یا ڈسنے پر ہے۔“

(صحيح البخاري: 5705)

❁ سیدنا بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ، أَوْ حُمَةٍ .

”دَم صرف نظرِ بد یا ڈسنے پر ہے۔“

(صحيح مسلم: 220)

ان مرفوع اور موقوف روایات کا معنی یہ ہے کہ نظرِ بد یا زہریلی شے کے ڈسنے پر دَم زیادہ مفید ہے۔اس سے ان دونوں کے علاوہ دَم کی نفی نہیں ہوتی۔

سوال: کیا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کی؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان کی بیعت کی تھی۔

❁ عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَتَبَ إِلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَرْوَانَ يُبَايِعُهٗ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ : «بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ، أَمَّا بَعْدُ! لِعَبْدِ اللّٰهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، سَلَامٌ عَلَيْكَ، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ، وَأُقِرُّ لَكَ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ عَلٰى سُنَّةِ

اللّٰهِ، وَسُنَّةِ رَسُولِهٖ فِيمَا اسْتَطَعْتُ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عبدالملک بن مروان کی طرف خط لکھا، جس میں اپنی بیعت کا ذکر کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اما بعد، یہ پیغام اللہ کے بندے اور مؤمنوں کے امیر عبدالملک بن مروان کے نام ہے؛ آپ پر سلامتی ہو، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، میں اپنی استطاعت کے مطابق آپ کی سمع وطاعت کا اقرار کرتا ہوں، اُن اُمور میں جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہوں گے۔''

(موطأ الإمام مالك : 983/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ صحیح بخاری کے الفاظ ہیں:

شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ حَيْثُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰى عَبْدِ الْمَلِكِ، قَالَ : كَتَبَ ؛ إِنِّي أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللّٰهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهٖ مَا اسْتَطَعْتُ، وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقَرُّوا بِمِثْلِ ذٰلِكَ .

''جب لوگ عبدالملک بن مروان کی ملوکیت پر اکھٹے ہو گئے، تو میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حاضر تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے (عبدالملک بن مروان کی طرف) خط لکھا کہ میں اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کے بندے اور مؤمنوں کے امیر عبدالملک بن مروان کی سمع وطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں، ان اُمور میں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق ہوں، میرے بیٹے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 7203)

سوال: سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے کا کیا حکم ہے؟

جواب: سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔ اس پر صحیح حدیث دلیل ہے۔

یاد رہے کہ یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے یکساں ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى تَحْرِيمِ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ فِي إِنَاءِ الذَّهَبِ وَإِنَاءِ الْفِضَّةِ عَلَى الرَّجُلِ وَعَلَى الْمَرْأَةِ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔''

(شرح مسلم : 29/14)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر سے پناہ مانگی ہے، اسی طرح مالداری کے فتنے سے بھی پناہ طلب کی ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ ...... مِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنٰى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ .

''میرے اللہ! میں مال داری کے برے فتنے سے اور تنگ دستی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 6368، صحيح مسلم : 589)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ، وَالْقِلَّةِ، وَالذِّلَّةِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَظْلِمَ، أَوْ أُظْلَمَ .

''یا اللہ! میں فقر وتنگ دستی اور ذلت ورسوائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور اس بات سے بھی پناہ چاہتا ہوں کہ ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔''

(مسند الإمام أحمد : 305/2، سنن أبي داود : 1544، سنن النّسائي : 5460، الأدب المفرد للبُخاري : 678، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۰۳۰) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱/۵۴۱) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ کا سوال کرتے تھے:

أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْغِنٰى، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ .

''یا اللہ! میں مال داری اور تنگ دستی کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 6376، صحيح مسلم : 589)

تنبیہ:

❁ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِينًا، وَأَمِتْنِي مِسْكِينًا، وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ .

''اللہ! مجھے مسکینی کی زندگی پر زندہ رکھنا، مسکینی میں ہی موت دینا اور مجھے

مساکین کے ساتھ اٹھانا۔''

(سنن ابن ماجه : 4126)

سند ضعیف ہے۔

① ابوفروہ یزید بن سنان تمیمی ضعیف ہے۔

② ابومبارک مجہول ہے۔

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 2918)

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ شِبْهُ مَجْهُولٍ . ''یہ مجہول سا ہے۔''

(الجرح والتّعديل : 446/9)

اس کے دیگر طرق بھی ضعیف ہیں۔

❁ اس حدیث کی سند کو حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(البدر المُنير : 367/7)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(مِصباح الزّجاجة : 218/4)

اس معنی کی دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

سوال: شطرنج کھیلنا کیسا ہے؟

جواب: شطرنج کی حرمت پر کوئی واضح دلیل نہیں، اس کے متعلق ساری کی ساری روایت ضعیف وغیر ثابت ہیں۔لہذا شطرنج کھیلنا جائز ہے، بشرطیکہ اسے مشغلہ نہ بنایا جائے، اس کی وجہ سے نماز ضائع نہ ہونے پائے، اس سے جوا نہ کھیلا جائے اور دیگر غیر شرعی اُمور

سے اجتناب کیا جائے۔

❁ علامہ حصکفی حنفی رحمہ اللہ (۱۰۸۸) لکھتے ہیں:

هٰذَا إِذْ لَمْ يُقَامِرْ وَلَمْ يُدَاوِمْ وَلَمْ يُخِلَّ بِوَاجِبٍ وَإِلَّا فَحَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ .

''شطرنج کھیلنا تب جائز ہے، جب جوانہ لگایا جائے، اسے مشغلہ نہ بنایا جائے اوراس سے کسی واجب کی ادائیگی میں خلل واقع نہ ہو،ورنہ بالا جماع حرام ہوگا۔''

(الدُّر المُختار : 394/6)

❁ علامہ دمیری رحمہ اللہ (۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

لَعِبُ الشَّطْرَنْجِ مَكْرُوهٌ كَرَاهَةَ تَنْزِيهٍ، وَقِيلَ : حَرَامٌ، وَقِيلَ : مُبَاحٌ، وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ .

''شطرنج کھیلنا مکروہ ہے، اس میں کراہت تنزیہی ہے، ایک قول کے مطابق حرام ہے، ایک قول مباح کا ہے، پہلی بات ہی زیادہ صحیح ہے۔''

(حياة الحَيوان : 197/2)

❁ نیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَثْبُتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهْيٌ صَحِيحٌ عَنِ اللَّعِبِ بِهٖ .

''شطرنج کھیلنے کی ممانعت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں۔''

(حياة الحَيوان : 198/2)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَرَدَ فِيهَا أَحَادِيثُ وَاهِيَةٌ .

”شطرنج کھیلنے کی ممانعت کے بارے میں احادیث ضعیف ہیں۔“

(الدّراية : 240/2)

تنبیہ:

❀ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : مَنْ لَعِبَ بِالشَّطْرَنْجِ وَالنَّرْدْشِيرِ فَكَأَنَّمَا غَمَسَ يَدَهُ فِي دَمِ الْخِنْزِيرِ .

”فرمان نبوی ہے: ”جس نے شطرنج اور نردشیر کے ساتھ کھیلا، گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے خون میں ڈبویا۔“

(الهداية : 380/4)

صاحب ہدایہ کو وہم ہوا ہے، مذکورہ روایت میں شطرنج کے الفاظ نہیں ہے، یہ روایت صحیح مسلم (۲۲۶۰) میں صرف نردشیر کے بارے میں ہے۔

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ، وَالْحَدِيثُ فِي مُسْلِمٍ وَلَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الشِّطْرَنْجِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے، یہ صحیح مسلم کی روایت ہے، مگر اس حدیث میں شطرنج کا ذکر نہیں۔“

(نصب الرّاية : 274/4)

❀ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَرِدْ لَفْظُ الشَّطْرَنْجِ فِي الْحَدِيثِ .

''اس حدیث میں شطرنج کا لفظ ذکر نہیں ہوا۔''

(التّنبيه على مشكلات الهداية : 805/5)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ فِي الشَّطْرَنْجِ ذٰلِكَ .

''شطرنج کے ذکر کے ساتھ مجھے یہ روایت نہیں ملی۔''

(الدّراية : 240/2)

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الشَّطْرَنْجِ .

''اس حدیث میں شطرنج کا ذکر نہیں۔''

(البِناية : 252/12)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ فِي يَدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْطًا، فَقُلْتُ : مَا هٰذَا؟ قَالَ : أَسْتَذْكِرُ بِهٖ .

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک دھاگہ بندھا ہوا دیکھا، عرض کیا: یہ کیا ہے؟ فرمایا: کسی چیز کو یاد رکھنے کے لیے باندھا ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 282/4)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① غیاث بن ابراہیم کوفی کذاب ووضاع ہے۔

② علی بن ابی طالب کے حالات زندگی نہیں ملے۔

اس بارے میں دیگر روایات بھی آئی ہیں، ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❀ قاسم بن عبدالرحمٰن مسعودی کوفی رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أَقْبَلَ رَجُلٌ بِجَارِيَةٍ مِنَ الْقَادِسِيَّةِ، فَمَرَّ عَلٰى رَجُلٍ وَاقِفٍ عَلٰى دَابَّةٍ، فَنَخَسَ الرَّجُلُ الدَّابَّةَ، فَرَفَعَتِ الدَّابَّةُ رِجْلَهَا، فَلَمْ تُخْطِئْ عَيْنَ الْجَارِيَةِ، فَرُفِعَ إِلٰى سَلْمَانَ بْنِ رَبِيعَةَ الْبَاهِلِيِّ، فَضَمَّنَ الرَّاكِبَ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ مَسْعُودٍ، فَقَالَ : عَلَيَّ الرَّجُلَ، إِنَّمَا يَضْمَنُ النَّاخِسُ .

”قادسیہ سے ایک شخص لونڈی لے کر آیا، اس کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا، جو جانور پر سوار تھا، تو اس (پیادہ) شخص نے جانور کو آنکڑا دے مارا، جانور نے اس لونڈی کی آنکھ پر ٹانگ دے ماری، یہ معاملہ سیدنا سلمان بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس نقصان کا ذمہ دار سوار کو ٹھہرایا۔ یہ بات سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو پہنچی، تو فرمایا: اس آدمی کو میرے پاس لائیے، دراصل آنکڑا مارنے والا نقصان کا ذمہ دار ہے۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 27958، مصنّف عبد الرزّاق : 17871)

جواب: روایت ضعیف ہے۔ قاسم بن عبدالرحمٰن کا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: حدیث نجویٰ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نجویٰ کا معنی سرگوشی ہے، دراصل اللہ تعالیٰ روز قیامت ایک شخص کو اپنے قریب کرے گا اور اس سے آہستہ سے باتیں کریں گے، اسے اس کے گناہ یاد کرائے گا، جب بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرلے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالے رکھا، آج بھی تجھے رسوا نہیں ہونے دوں گا، میں تیرے سبھی گناہوں کا معاف کرتا ہوں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ، فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ، فَيَقُولُ : أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا، أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا؟ فَيَقُولُ : نَعَمْ أَيْ رَبِّ، حَتّٰى إِذَا قَرَّرَهٗ بِذُنُوبِهٖ، وَرَأَى فِي نَفْسِهٖ أَنَّهٗ هَلَكَ، قَالَ : سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا، وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ، فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهٖ .

”اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کرے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا، پوچھے گا: کیا تو اپنا فلاں گناہ جانتا ہے؟ تجھے اپنا فلاں فلاں گناہ یاد ہے؟

وہ کہے گا: جی ہاں، میرے رب! جب وہ اس سے تمام گناہوں کا اقرار کرا لے گا اور وہ شخص اپنے دل میں سوچے گا کہ وہ اب ہلاک ہو چکا ہے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے تجھ پر دنیا میں پردہ ڈالا، آج تیرے لیے ان گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پھر نیکیوں کا رجسٹر اسے تھما دیا جائے گا۔''

(صحيح البخاري :2441، صحيح مسلم : 2768)

اللہ اور بندے کی اس سرگوشی کو نجویٰ کہتے ہیں، مذکور بالا حدیث، حدیث نجویٰ سے مشہور ہے، یہ بالاتفاق صحیح روایت ہے۔

❀ علامہ ابومظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ هُوَ حَدِيثُ النَّجْوٰى، اتَّفقُوا عَلٰى صِحَّتِهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اس حدیث کو حدیث نجویٰ کہتے ہیں، اس کے نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

(تفسير السّمعاني : 420/2)

❀ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِهٖ

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 133/15)

سوال: نماز میں ہاتھ باندھنے کا مقام کیا ہے؟

جواب: نماز میں ہاتھ ناف سے اوپر سینے پر باندھیں جائیں گے۔ ناف سے نیچے

ہاتھ باندھنا ثابت نہیں، اس بارے میں مروی تمام روایات ضعیف وغیر ثابت ہیں۔

❀ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ، وَرَأَيْتُهٗ يَضَعُ هٰذِهٖ عَلٰى صَدْرِهٖ، وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصِلِ .

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویٔ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔''

(مُسند الإمام أحمد : 226/5، التّحقيق لابن الجَوْزي : 338/1، جامع المَسانيد والسُّنن للحافظ ابن كثير : 12/296-297، ح : 9693، وسندهٗ حسنٌ)

❀ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

«عَلٰى صَدْرِهٖ» أَيْ فِي الصَّلَاةِ، فَفِي هٰذِهِ الرِّوَايَةِ بَيَانُ مَوْضِعِ الْوَضْعِ، كَمَا أَنَّ فِيهِ أَنَّ الْمَسْنُونَ هُوَ الْوَضْعُ دُونَ الْإِرْسَالِ .

''سینے پر ہاتھ باندھے۔'' یعنی نماز میں۔ اس روایت میں ہاتھ باندھنے کی جگہ کا بیان ہوا ہے۔ جیسا کہ اس میں بیان ہے کہ نماز میں مسنون ہاتھ باندھنا ہے، نہ کہ چھوڑنا۔''

(حاشية السّندي على مسند الإمام أحمد : 73/13)

تنبیہ:

❁ صاحب ہدایہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) نقل کرتے ہیں:

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعَ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ .

”فرمان نبوی ہے: ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے۔“

(الهداية :49/1)

اس روایت کو صاحب ہدایہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بنایا ہے، جبکہ یہ مرفوع حقیقی نہیں ہے، بلکہ صحابی کا قول ہے، زیادہ سے زیادہ اسے مرفوع حکمی کہا جا سکتا ہے۔ اس پر سہاگہ یہ ہے کہ یہ ثابت نہیں۔

❁ علامہ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا لَا يُعْرَفُ مَرْفُوعًا .

”یہ روایت مرفوع معلوم نہیں۔“

(العِناية :531/1)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ لَا يُعْرَفُ مَرْفُوعًا .

”یہ حدیث مرفوع معلوم نہیں۔“

(التّنبيه على مُشكلات الهداية : 531/2)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا قَوْلُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَإِسْنَادُهٗ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ صَحِيحٍ .

”یہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے، اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ثابت نہیں۔“

(البِناية : 181/2)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ مَرْفُوعًا، بَلْ عَنْ عَلِيٍّ .

”یہ روایت مرفوع معلوم نہیں، بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے۔“

(فتح القدير :287/1)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لا يُعْرَفُ مَرْفُوعًا .

”یہ حدیث مرفوع معلوم نہیں۔“

(فَتْحُ بَابِ العِنَايَةِ بِشَرْحِ النِّقَايَةِ :243/1)

سوال: داڑھی مونڈنا کیسا ہے؟

جواب: داڑھی کو بڑھانے کا حکم ہے، یہ حکم وجوبی ہے۔ داڑھی مونڈنا حرام اور فسق ہے۔ اس میں کئی شرعی قباحتیں ہیں، ایک مٹھی سے کم داڑھی کاٹنے کی حرمت پر اجماع ہے۔ دلائل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم مٹھی بھر داڑھی رکھنا ہر مسلمان مرد پر واجب ہے۔

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

...... قَدْرُ الْمَسْنُونِ وَهُوَ الْقُبْضَةُ .

”......داڑھی کی (کم سے کم) شرعی مقدار ایک مٹھی ہے۔“

(الهِداية :123/1)

مسنون سے مراد شرعی طریقہ ہے، جو مسلمانوں میں رائج رہا ہے۔ مطلب کہ ایک مٹھی سے کم داڑھی نہیں۔

❁ علامہ سلام اللہ دہلوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

وَبِالْجُمْلَةِ فَقَدْ ظَهَرَ مِمَّا ذَكَرْنَا مِنَ الْأَخْبَارِ وَالْأَقْوَالِ حُرْمَةُ حَلْقِ اللِّحْيَةِ، وَإِنَّمَا خِلَافُهُمْ فِيمَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ وَالْأَخْذِ عَنْ نَوَاحِيهَا، وَقَدْ صُرِّحَ بِذٰلِكَ فِي «جِنَايَةِ الْهِدَايَةِ» وَ«كَرَاهَةِ التَّجْنِيسِ» كَمَا نَقَلَهُ جَدِّي الشَّيْخُ الْأَجَلُّ الدِّهْلَوِيُّ : أَنَّهُ لَا يَجُوزُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ، قَالَ : وَمَا يُقَالُ : إِنَّهَا سُنَّةٌ فَمَعْنَاهُ طَرِيقَةٌ مَسْلُوكَةٌ فِي الدِّينِ .

”خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہماری ذکر کردہ احادیث اور اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ داڑھی مونڈنا حرام ہے، اہل علم کا جو اختلاف ہے، وہ ایک مٹھی سے زائد داڑھی کے بارے میں ہے، یا اطراف سے تراش خراش کرنے کے متعلق ہے۔ اس کی صراحت ”جنایۃ الہدایہ اور ”کراہۃ التجنیس“ میں کر دی گئی ہے۔ اسی طرح ہمارے جد امجد شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ (۱۰۵۲) نے نقل کیا ہے کہ داڑھی مونڈنا جائز نہیں، نیز فرمایا: یہ جو کہا جاتا ہے کہ داڑھی سنت ہے، اس سے مراد (مستحب ہونا نہیں، بلکہ اس سے مراد) دین میں رائج طریقہ ہے۔“

(المُحلّٰی بِحُلِيِّ أسرار الموطأ : 222/10)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) نقل کرتے ہیں:

قَوْلُهٗ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ : «لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ؛ تَكْبِيرَةِ الِافْتِتَاحِ، وَتَكْبِيرَاتِ الْقُنُوتِ وَتَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ ......» .

”فرمان نبوی ہے: سات مواقع پر رفع الیدین کیا جائے گا؛ نماز کے شروع میں، وتروں میں قنوت کی تکبیرات میں، عیدین کی تکبیرات میں......“

(الهداية :1/52)

جواب: یہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے، اسے مرفوع حدیث بنانا صاحب ہدایہ کی خطا ہے۔ ان الفاظ سے کوئی مرفوع روایت کتب حدیث میں نہیں ملی۔

❀ علامہ ابوالعباس سروجی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رِوَايَةُ أَصْحَابِنَا فِي كُتُبِ الْفِقْهِ : «لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ ......» لَمْ يُذْكَرْ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ .

”ہمارے حنفی فقہا کی کتب فقہ میں ذکر کردہ روایت: «لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا فِي سَبْعَةِ مَوَاطِنَ......» کتب حدیث میں مذکور نہیں۔“

(الغاية في شرح الهداية : 3/199)

❀ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اَصل ہے۔“

(نصب الرّاية :1/390)

❀ علامہ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا مَوْقُوفٌ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ النَّخْعِيِّ مِنْ قَوْلِهِ .

”یہ روایت (دراصل) ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے۔“

(العِناية :1/586)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ صَحِيحٍ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں۔“

(التّنبيه على مُشكلات الهداية : 3/1014)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَجِدْهُ هٰكَذَا بِصِيغَةِ الْحَصْرِ الصَّرِيحَةِ وَلَا بِذِكْرِ الْقُنُوتِ وَلَا تَكْبِيرَاتِ الْعِيدَيْنِ .

”یہ روایت مجھے واضح حصر کے الفاظ کے ساتھ نہیں ملی، نہ مجھے اس میں قنوت وتر اور تکبیرات عیدین کا ذکر ملا ہے۔“

(الدِّراية :1/148)

❁ علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

...... لٰكِنَّهٗ بِغَيْرِ اللَّفْظِ الَّذِي ذَكَرَهٗ .

”......مگر یہ روایت صاحب ہدایہ کے ذکر کردہ الفاظ کے علاوہ ہے۔“

(البِناية : 2/253)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَرِيبٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ .

”ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت بے اصل ہے۔“

(فتح القدير :309/1)

علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

غَيْرُ مَعْرُوفٍ رَفْعُهُ، فَإِنَّمَا ثَبَتَ وَقْفُهُ عَلَى النَّخَعِيِّ مِنْ قَوْلِهِ.

”اس حدیث کا مرفوع ہونا (کتب حدیث میں) غیر معروف ہے، دراصل یہ روایت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا اپنا قول ہے۔“

(فَتْحُ بَابِ العِنَايَةِ بِشَرْحِ النِّقَايَةِ :238/1)

سوال: بعض لوگ نماز میں رفع الیدین کو عمل کثیر سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: نماز کے شروع، رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور دو رکعت سے تیسری کے لیے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اس پر متواتر احادیث ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی پر عامل رہے۔ ائمہ محدثین نے اس کے ثبوت پر کتابیں لکھیں اور ابواب مرتب کیے۔

رفع الیدین جیسی سنت کو عمل کثیر کہہ کر ٹھکرا دینا ظلم ہے اور اہل حق کی شان کے منافی ہے۔ بعض حنفی علما نے رفع الیدین کو عمل کثیر قرار دیا ہے، یاد رہے کہ انہوں نے اپنے طور پر عمل کثیر کی تعبیر کر کے نماز جیسے عمل میں خلل واقع کیا ہے۔

علامہ ابو مطیع مکحول نسفی حنفی رحمہ اللہ (۳۱۸ھ) نے کہا ہے:

جَعَلَ ذٰلِكَ عَمَلًا كَثِيرًا، فَصَلَاتُهُمْ فَاسِدَةٌ عِنْدَنَا فَلَا يَصِحُّ الْاِقْتِدَاءُ بِهِمْ.

’’امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے رفع الیدین کو عمل کثیر قرار دیا ہے، لہٰذا ہمارے نزدیک رفع الیدین کرنے والوں کی نماز فاسد ہے، اس لیے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔‘‘

(المُحيط البرهاني لابن مازه الحنفي : 207/2، العِناية شرح الهِداية للبَابرتي الحنفي :436/1، الغاية في شرح الهداية للسُّروجي الحنفي : 198/3)

❀ علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَقُّ أَنَّ هٰذِهِ الرِّوَايَةَ الَّتِي رَوَاهَا مَكْحُولٌ شَاذَّةٌ لَا يُعْتَدُّ بِهَا وَلَا بِذَاكِرِهَا وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِشُذُوذِهَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ الشَّهِيرُ بِابْنِ الْهُمَامِ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَذَكَرَ أَنَّهٗ صَرَّحَ بِشُذُوذِهَا صَاحِبُ النِّهَايَةِ، وَفِي حِلْيَةِ الْمُجَلِّي شَرْحِ مُنْيَةِ الْمُصَلِّي لِابْنِ أَمِيرِ حَاجٍ : اَلْفَسَادُ بِرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ رِوَايَةُ مَكْحُولٍ النَّسْفِيِّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَهُوَ خِلَافُ ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ، فَفِي الذَّخِيرَةِ : رَفْعُ الْيَدَيْنِ لَا يُفْسِدُ مَنْصُوصٌ عَلَيْهِ فِي بَابِ صَلَاةِ الْعِيدَيْنِ مِنَ الْجَامِعِ وَمَشٰى عَلَيْهِ فِي الْخُلَاصَةِ وَهُوَ أَوْلٰى بِالْاِعْتِبَارِ اِنْتَهٰى، وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الْمُخْتَارِ لَا يُفْسِدُ ...... هـ وَفِي السَّرَاجِيَّةِ : رَفْعُ الْيَدَيْنِ لَا يُفْسِدُ وَهُوَ الْمُخْتَارُ اِنْتَهٰى، وَفِي مُقَدَّمَةِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ لِمَحْمُودِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مَسْعُودٍ الْقَوْنَوِيِّ :

اَلْقَوْلُ بِعَدَمِ جَوَازِ اقْتِدَاءِ الْحَنَفِيِّ بِالشَّافِعِيِّ لَيْسَ مَذْهَبُ أَبِي حَنِيفَةَ وَإِنَّمَا هُوَ قَوْلٌ شَاذٌّ ذَكَرَهٗ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ عَلٰى رِوَايَةِ مَكْحُولٍ النَّسْفِيِّ وَأَنَّ مَكْحُولًا تَفَرَّدَ بِهٰذِهِ الرِّوَايَةِ وَلَمْ يَرْوِهَا أَحَدٌ غَيْرُهٗ فِيمَا نَعْلَمُ وَلَمْ يَكُنْ مَشْهُورًا بِالرِّوَايَةِ فِي الْمَذْهَبِ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ قَوْلًا وَلَا اخْتِيَارًا وَلَمْ يَنُصَّ أَحَدٌ مِنَ الْمَشَايِخِ عَلٰى صِحَّةِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ وَرُجْحَانِهَا فَيَنْزِلُ بِمَنْزِلَةِ الْمَجْهُولِ مِنَ الرِّوَايَةِ وَمَنْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الْمَثَابَةِ لَا يَجُوزُ الْعَمَلُ بِرِوَايَتِهٖ وَمَعْلُومٌ أَنَّ مَكْحُولًا لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْقُرُونِ الْمُعَدَّلَةِ وَلَمْ تَشْتَهِرْ رِوَايَتُهٗ فِي السَّلَفِ لِيُقَرَّ عَلَيْهَا فَلَا يَجِبُ الْعَمَلُ بِرِوَايَتِهٖ بَلْ لَا يَجُوزُ ....

”حق بات یہ ہے کہ مکحول نسفی کی (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے) نقل کردہ روایت شاذ ہے، اس پر اور اسے ذکر کرنے والے (مکحول نسفی) پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس روایت کے شاذ ہونے کی صراحت علامہ محمد بن عبدالواحد المعروف ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے فتح القدیر (۲۳۶/۱) میں کی ہے، آپ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس روایت کے شاذ ہونے کی صراحت صاحب ”نہایہ“ حسین بن علی سغناقی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۴ھ) نے کی ہے۔ علامہ ابن امیر حاج رحمہ اللہ کی کتاب حلیۃ المجلی شرح منیۃ المصلی میں ہے: نماز میں رفع الیدین کی وجہ سے نماز فاسد ہونے کی روایت مکحول نسفی نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، یہ ظاہر

الروایۃ کے خلاف ہے۔ ذخیرۃ میں ہے: رفع الیدین سے نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کی صراحت الجامع کے باب صلاۃ العیدین میں موجود ہے، الخلاصہ میں بھی انہوں نے یہی مؤقف اختیار کیا ہے، یہی راجح ہے۔ انتہیٰ۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: مختار قول کے مطابق رفع الیدین سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ فتاویٰ سراجیہ میں ہے: ''رفع الیدین سے نماز فاسد نہیں ہوتی، یہی مختار مؤقف ہے۔'' علامہ محمود بن احمد بن مسعود قونوی حنفی رحمہ اللہ کی کتاب رفع الیدین کے مقدمہ میں ہے: حنفی المذہب کا شافعی المذہب کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے عدم جواز کا فتویٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب نہیں ہے، بلکہ یہ شاذ قول ہے، جو بعض متاخرین نے مکحول نسفی کی روایت کی بنیاد پر ذکر کیا ہے۔ مکحول نسفی اس روایت کو نقل کرنے میں منفرد ہیں، ہمارے علم کے مطابق ان کے علاوہ کسی نے یہ روایت (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے) نقل نہیں کی، نہ مذہب حنفی میں مکحول نسفی روایت کرنے میں مشہور ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہمیں نہ یہ قول ملا ہے اور ان کا اختیار کردہ مذہب ملا ہے۔ مشائخ حنفیہ میں سے کسی نے اس روایت کے صحیح یا راجح ہونے کی صراحت نہیں کی، لہٰذا یہ روایت مجہول روایت کے درجہ میں ہے، جس شخص کی حیثیت یہ ہو، اس کی روایت پر عمل کرنا جائز نہیں اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ مکحول نسفی ثقہ لوگوں میں سے نہیں ہیں، نہ ان کی روایت سلف میں مشہور ہے کہ اس پر بھروسا کیا جائے، اس لیے علامہ مکحول نسفی کی روایت پر عمل کرنا واجب نہیں، بلکہ جائز ہی نہیں۔''

(الفوائد البَهيّة، ص 217)

احناف نماز میں رفع الیدین کے قائل وفاعل نہیں، لیکن جب ان سے عیدین کی تکبیرات میں رفع الیدین کا ذکر کیا جاتا ہے، تو وہ اس کی وجہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں؛

❀ علامہ سرخسی حنفی رحمہ اللہ (۴۸۳ھ) اور علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) فرماتے ہیں:

فِقْهُهُ مَا بَيَّنَّا أَنَّ الْمَقْصُودَ مِنْ رَفْعِ الْيَدِ إِعْلَامُ الْأَصَمِّ الَّذِي خَلْفَهُ وَهٰذَا إِنَّمَا يُحْتَاجُ إِلَيْهِ فِي التَّكْبِيرَاتِ الَّتِي يُؤْتٰى بِهَا فِي حَالَةِ الْاسْتِوَاءِ كَالتَّكْبِيرَاتِ الزَّوَائِدِ فِي الْعِيدَيْنِ وَتَكْبِيرِ الْقُنُوتِ وَلَا حَاجَةَ إِلَيْهِ فِيمَا يُؤْتٰى بِهٖ فِي حَالَةِ الْانْتِقَالِ، فَإِنَّ الْأَصَمَّ يَرَاهُ يَنْحَطُّ لِلرُّكُوعِ، فَلَا حَاجَةَ إِلَى الْاسْتِدْلَالِ بِرَفْعِ الْيَدِ .

''(بعض صورتوں میں) رفع الیدین کی توجیہ ہم نے ذکر کردی ہے کہ رفع الیدین سے مقصود بہرے مقتدی کو مطلع کرنا ہے، یہ حاجت ان تکبیرات میں پیش آتی ہے، جو قیام کی حالت میں کہی جاتی ہیں، جیسے عیدین کی زائد تکبیرات اور قنوت وتر کی تکبیر۔ جو تکبیرات ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کے لیے کہیں جاتی ہیں، ان میں رفع الیدین کی حاجت نہیں، کیونکہ بہرہ مقتدی اپنے امام کو رکوع کے لیے جھکتے ہوئے دیکھ رہا ہوتا ہے، لہٰذا (اس صورت میں) اسے رفع الیدین کے ذریعہ راہنمائی کی ضرورت نہیں۔''

(المَبسوط :14/1، بدائع الصّنائع :207/1)

یہ من چاہی توجیہ ہے، جس کا صدور کسی صاحب عقل سے ممکن نہیں۔ یہ لوگ سنت دشمنی میں اندھے بہرے ہو چکے ہیں، انہیں رفع الیدین جیسی سنت ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

اس سنت کے خلاف ہر وقت ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں۔کبھی تو افضل ومفضول کی بات کرتے ہیں،کبھی ناسخ ومنسوخ کی بات کرتے ہیں،کبھی عمل کثیر کہہ کرٹال دیتے ہیں۔ جتنے منہ اتنی باتیں۔

یاد رہے کہ محدثین عظام کے علم وعمل کورد کرنا دراصل دین کارد کرنا ہے۔محدثین عظام رفع الیدین کی سنیت کے قائل وفاعل تھے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مسلک محدثین کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے،آمین!

(سوال): نماز شروع کرتے ہوئے پہلے اللہ اکبر کہا جائے گا یا پہلے رفع الیدین کیا جائے گا؟

(جواب): نماز شروع کرتے وقت تین طریقے جائز اور ثابت ہیں؛

① پہلے رفع الیدین کیا جائے،پھر اللہ اکبر کہا جائے۔

② پہلے اللہ اکبر کہا جائے،پھر رفع الیدین کیا جائے۔

③ رفع الیدین اور اللہ اکبر ایک ساتھ۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ كَبَّرَ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے،تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے،پھر اللہ اکبر کہتے۔“

(صحيح البخاري : 736، صحيح مسلم : 390، واللّفظ لهٗ)

❀ ابو قلابہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ رَأَى مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ، وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هٰكَذَا.

''انہوں نے سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ نماز پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور رفع الیدین کرتے، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے، تو رفع الیدین کرتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري: 737، صحيح مسلم: 391)

صحیح مسلم میں «كَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ» ''اللہ اکبر'' کہا اور پھر رفع الیدین کیا'' کے الفاظ ہیں۔

معلوم ہوا کہ رفع الیدین کرنے اور اللہ اکبر کہنے کی ترتیب میں تینوں طریقے جائز اور ثابت ہیں، ان میں سے کسی بھی طریقہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

مگر احناف صرف ایک طریقہ کو صحیح تر کہتے ہیں اور اس کی جو توجیہ بیان کی ہے، وہ بھی مناسب نہیں۔

❀ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَصَحُّ أَنَّهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ أَوَّلًا ثُمَّ يُكَبِّرُ لِأَنَّ فِعْلَهُ نَفْيُ الْكِبْرِيَاءِ عَنْ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالنَّفْيُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْإِثْبَاتِ.

''صحیح تر بات یہ ہے کہ پہلے رفع الیدین کرے، پھر تکبیر کہے، کیونکہ رفع الیدین کرنا غیر اللہ سے کبریائی کی نفی ہے اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے۔''

(الهِداية: 48/1)

سوال: کیا نبیذ سے وضو جائز ہے؟

جواب: نبیذ سے وضو جائز نہیں، قرآن کریم نے پانی کی عدم دستیابی کی صورت میں تیمّم کا حکم دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی سے نبیذ کے ساتھ وضو کرنا ثابت نہیں۔

احناف کے نزدیک نبیذ سے وضو جائز ہے، وہ اس حوالہ سے حدیث لیلۃ الجن سے استدلال کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں۔ محدثین نے اسے ضعیف اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث نا قابل استدلال ہے۔

جہاں تک لیلۃ الجن کا تعلق ہے، یہ واقعہ ایک ہی بار ہوا، وہ بھی ہجرت سے پہلے مکہ میں، جبکہ تیمّم کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

❁ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مُجْمَعٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ السِّيَرِ .

''سیرت نگاروں کا اس پر اجماع ہے کہ لیلۃ الجن کا واقعہ مکہ میں پیش آیا۔''

(العِناية: 362/1)

حدیث لیلۃ الجن کے حوالہ سے صاحب ہدایہ نے تین دعوے کیے ہیں؛

① لیلۃ الجن کا واقعہ کئی بار پیش آیا۔

② لیلۃ الجن والی حدیث مشہور ہے۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث پر عمل کیا ہے۔

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

لَيْلَةُ الْجِنِّ كَانَتْ غَيْرَ وَاحِدَةٍ فَلَا يَصِحُّ دَعْوَى النَّسْخِ وَالْحَدِيثُ مَشْهُورٌ عَمِلَتْ بِهِ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وَبِمِثْلِهِ يُزَادُ عَلَى الْكِتَابِ .

''لیلۃ الجن کئی مرتبہ ہوئی ہے، لہٰذا دعویٰ نسخ صحیح نہیں، یہ حدیث مشہور ہے، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہے، اس طرح کی حدیث سے قرآن کریم کے حکم پر زیادت جائز ہے۔''

(الهِداية :27/1)

یہ تینوں دعوے بے بنیاد ہیں۔ ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر دینا کہ یہ مشہور ہے، اس کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادت جائز ہے، بالکل بھی صحیح نہیں۔

یاد رہے کہ علمائے احناف کئی ضعیف حدیثوں کو یا خبر واحد جو حسن سند کے ساتھ آئی ہو، اسے مشہور کہہ کر کتاب اللہ پر زیادت کو جائز قرار دیتے ہیں، یہ دلائل سے تہی دست لوگوں کی روش ہے یا کم سے کم ان لوگوں کا وطیرہ ہے، جو محدثین سے منحرف ہو گئے۔ آئے دن باطل قواعد وضع کر کے شریعت میں رخنہ ڈالتے ہیں۔

❀ علامہ ابو العباس احمد بن ابراہیم سروجی حنفی رحمہ اللہ (۷۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يُوْهِمُ أَنَّهَا كَانَتْ بِالْمَدِينَةِ أَيْضًا، وَلَمْ يُنْقَلْ بِذٰلِكَ فِي كُتُبِ الْحَدِيثِ فِيمَا عَلِمْتُهُ، وَقَوْلُهُ : «وَالْحَدِيثُ مَشْهُورٌ عَمِلَتْ بِهِ الصَّحَابَةُ»، فِيهِ نَظَرٌ كَبِيرٌ، لِأَنَّ الْمَشْهُورَ عِنْدَنَا مَا تَلَقَّتْهُ الْأُمَّةُ بِالْقُبُولِ وَعَمِلَتْ بِهِ .

قَالَ الْبَزْدَوِيُّ : مَا كَانَ مِنَ الْآحَادِ ثُمَّ انْتَشَرَ بِنَقْلِ قَوْمٍ، لَا يُتَصَوَّرُ تَوَاطُئُهُمْ عَلَى الْكَذِبِ .

وَهٰذَا الْحَدِيثُ إِنْ كَانَ قَدْ عَمِلَ بِهٖ وَاحِدٌ أَوِ اثْنَانِ مِنَ الصَّحَابَةِ، لَمْ يَعْمَلْ بِهِ الْبَاقُونَ، فَكَيْفَ يَكُونُ مَشْهُورًا؟.

''صاحب ہدایہ نے یہ وہم دیا ہے کہ لیلۃ الجن کا واقعہ مدینہ میں بھی پیش آیا، جبکہ یہ بات میرے علم کے مطابق کتب حدیث میں منقول نہیں ہے۔صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث مشہور ہے اوراس پر صحابہ نے عمل کیا ہے، یہ دعویٰ بھی سخت محل نظر ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک مشہور حدیث وہ ہوتی ہے، جسے اُمت نے تلقی بالقبول بخشا ہواوراس پر عمل کیا ہو۔

علامہ بزدودی رحمہ اللہ (اُصول البزدوی:۱/۱۵۲) کہتے ہیں: ''مشہور حدیث سے مراد وہ حدیث ہے، جوخبر واحد میں سے ہو، پھر اتنے لوگوں کے نقل کرنے سے پھیل جائے، کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونے کا تصور ہی نہ ہو۔''

اس حدیث پر اگر ایک یا دو صحابہ نے عمل کیا ہے،تو باقی صحابہ نے عمل نہیں کیا، بھلا پھر یہ حدیث مشہور کیسے ہوگئی؟

(الغاية في شرح الهداية :1/428-429)

ہم کہتے ہیں کہ کسی صحابی نے بھی اس ضعیف حدیث پر عمل کرتے ہوئے نبیذ کے ساتھ وضونہیں کیا۔جن دو صحابی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اورسیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نبیذ کے ساتھ وضوکرنے کا فتویٰ منقول ہے،وہ ثابت نہیں۔

اس ضعیف حدیث پر مشہور کی تعریف صادق نہیں آتی۔

✿ عبدالقادر قرشی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدُّ أَيْضًا لَمْ يُوْجَدْ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ.

''مشہور کی تعریف اس (ضعیف) حدیث پر صادق نہیں آتی۔''

(العِناية :364/1)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا الشُّهْرَةُ فَلَيْسَتِ الْإِصْطِلَاحِيَّةَ وَإِنَّمَا يُرِيدُ شُهْرَتَهُ بَيْنَ النَّاسِ وَأَمَّا عَمَلُ الصَّحَابَةِ فَلَمْ يَثْبُتْ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ .

''یہاں حدیث کے مشہور ہونے سے مراد اصطلاحی مشہور ہونا نہیں، بلکہ لوگوں کے درمیان مشہور ہونا ہے۔ رہا اس پر صحابہ کا عمل کرنا، تو کسی ایک صحابی سے بھی اس حدیث پر عمل کرنا ثابت نہیں۔''

(الدِّراية :66/1)

۞ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْوُضُوءِ بِنَبِيذِ التَّمْرِ لَمْ يَثْبُتْ، فَضْلًا عَنْ أَنْ يَكُونَ مَرَّاتٍ مُتَعَدِّدَةً .

''کھجور کے نبیذ کے ساتھ وضو کرنے کے بارے میں حدیث ثابت نہیں، چہ جائیکہ لیلۃ الجن والا واقعہ کئی بار پیش آیا ہو۔''

(التّنبيه على مُشكِلات الهِداية :375/1)

تنبیہ:

۞ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ فِي الْحَدِيثِ اضْطِرَابًا وَفِي التَّارِيخِ جَهَالَةً فَوَجَبَ الْجَمْعُ احْتِيَاطًا .

”حدیث میں اضطراب ہے اور تاریخ کا علم نہیں، لہٰذا احتیاطی طور پر دونوں (نبیذ سے وضو اور تیمّم) کو جمع کرنا واجب ہے۔“

(الهِداية : 27/1)

یہ غلطی صاحب ہدایہ کی بے بسی کو ظاہر کرتی ہے۔ ہم بار ہا کہہ چکے ہیں کہ محدثین کی روایات کو صحیح یا ضعیف یا مضطرب کہنے کا حق کسی کو نہیں، خصوصاً مقلدین، جو منحرفین ہیں۔ وہ صحیح حدیثوں کو مضطرب کہنے کا حق کیسے رکھتے ہیں۔ یہی جسارت صاحب ہدایہ سے ہوئی کہ ایک صحیح حدیث کو جو صحیح مسلم میں آتی ہے، اسے مضطرب کہہ دیا۔ یاد رہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ لیلۃ الجن میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہیں تھے، جبکہ ضعیف حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ تھے، تو صاحب ہدایہ نے اسے اضطراب بنا لیا۔ کیا کوئی صاحب عقل اس بات میں صاحب ہدایہ کی حمایت کر سکتا ہے، جبکہ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ (نصب الرایہ : ۱/۱۴۶) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الدرایۃ : ۱/۶۶) میں اضطراب کی نفی کی ہے۔ بھلا ایک صحیح حدیث ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر مضطرب کیسے؟

نیز صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ جب تاریخ کا علم نہیں کہ لیلۃ الجن والی حدیث پہلے کی ہے یا تیمّم کی آیت پہلے کی ہے، لہٰذا عملی اعتبار سے احتیاطاً نبیذ اور تیمّم دونوں کو جمع کر لیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر نبیذ سے وضو کر لیا، تو تیمّم بھی کر لے، تا کہ دونوں پر عمل ہو جائے۔ یہ احتیاط نہیں ہے، بلکہ انتہائی بے احتیاطی ہے۔ جب قرآن کریم نے پانی نہ ہونے کی صورت میں پاک مٹی سے تیمّم کرنے کا فرمایا ہے، تو نبیذ سے وضو کہاں سے آ گیا؟ جبکہ حدیث بصراحت محدثین ثابت نہیں۔ بھلا ضعیف حدیثیں بھی قرآن کریم کے مقابلہ میں قابل عمل ہوتی ہیں؟ یا اَسفا!

طرفہ تماشہ یہ کہ خود حنفی علما نے اس مسئلہ میں شدید اختلاف کیا ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تیمّم کرے گا، نبیذ سے وضو نہیں کرے گا، ایک روایت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی تیمّم کی منقول ہے۔ جبکہ امام محمد کہتے ہیں کہ نبیذ سے وضو کرے گا اور تیمّم بھی کرے گا۔ یہ عجیب اختلاف ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل آیت میں فاحشہ سے کیا مراد ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ......﴾ (النّساء : ١٥)

''تمہاری وہ عورتیں جو فاحشہ (زنا) کا ارتکاب کریں، اورتم ان پر اپنے میں سے چار (عادل) گواہ بنالو......۔''

جواب: گوکہ فاحشہ کا لفظ زنا کے علاوہ گناہوں پر بھی بولا جاتا ہے، مگر اس آیت میں فاحشہ سے مراد زنا ہے، اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔

❀ علامہ ابو مظفر سمعانی رحمہ اللہ (۴۸۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمعُوا عَلٰى أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الزِّنَا .

''اس پر اجماع ہے کہ یہاں فاحشہ سے مراد زنا ہے۔''

(تفسير السّمعاني : 460/5)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قُلْتُ لِأَبِي ذَرٍّ : يَا عَمَّاهُ أَوْصِنِي، قَالَ : سَأَلْتَنِي كَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ : إِنْ صَلَّيْتَ الضُّحٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ تُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَ أَرْبَعًا كُنْتَ مِنَ الْعَابِدِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَ سِتًّا لَمْ يَلْحَقْكَ ذَنْبٌ، وَإِنْ صَلَّيْتَ ثَمَانِيًا كُتِبْتَ مِنَ الْقَانِتِينَ، وَإِنْ صَلَّيْتَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ بُنِيَ لَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، وَمَا مِنْ يَوْمٍ وَلَا لَيْلَةٍ وَلَا سَاعَةٍ إِلَّا وَلِلّٰهِ فِيهَا صَدَقَةٌ يَمُنُّ بِهَا عَلٰى مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ، وَمَا مَنَّ عَلٰى عَبْدٍ بِمِثْلِ أَنْ يُلْهِمَهٗ ذِكْرَهٗ .

’’میں نے سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے عرض کیا : چچا جان! کوئی نصیحت فرما دیجیے، تو سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس طرح آپ نے مجھ سے پوچھا ہے، میں نے بھی اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ چاشت کی دو رکعتیں ادا کریں، تو آپ کو غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا، اگر چار رکعت ادا کریں، تو آپ کو عبادت گزاروں میں شمار کیا جائے گا، اگر آپ چاشت کی چھ رکعات ادا کریں، تو آپ کو کوئی گناہ لاحق نہ ہو گا، اگر آپ آٹھ رکعات ادا کریں، تو آپ کو فرمانبرداروں میں لکھ دیا جائے گا اور اگر آپ بارہ رکعات ادا کریں، تو آپ کے لیے جنت میں محل تیار کر دیا جائے گا۔ دن، رات اور ہر لمحہ میں اللہ کے لیے صدقہ ہوتا ہے، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، انعام واحسان کرتا ہے اور جسے ذکر الٰہی کی

توفیق مل جائے، اس پر اس سے بڑا اللہ کا احسان کوئی نہیں۔''

(الآحاد والمَثاني لابن أبي عاصم : 987، الزّهد لابن أبي الدُّنيا : 405، مسند البزّار : 3890، التّرغيب والتّرهيب لِقِوام السّنة : 1954)

جواب: روایت باطل ہے۔ حسین بن عطاء بن یسار مدنی ضعیف، منکر الحدیث اور مدلس ہے۔

❀ امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شَيْخٌ مُنْكَرُ الْحَدِيثِ وَهُوَ قَلِيلُ الْحَدِيثِ وَمَا حَدَّثَ بِهٖ فَمُنْكَرٌ .

''یہ شیخ منکر الحدیث ہے، قلیل الحدیث ہے، اس نے جو بھی احادیث بیان کی ہیں، وہ سبھی منکر ہیں۔''

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 61/3)

❀ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

يَرْوِي عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ الْمَنَاكِيرَ الَّتِي لَيْسَتْ تُشْبِهُ حَدِيثَ الْأَثْبَاتِ لَا يَجُوزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ إِذَا انْفَرَدَ لِمُخَالِفَتِهِ الْأَثْبَاتَ فِي الرِّوَايَاتِ .

''اس نے زید بن اسلم سے منسوب منکر روایات بیان کی ہیں، جو ثقہ راویوں کی احادیث سے مشابہت نہیں رکھتیں، لہٰذا جب یہ منفرد ہو، تو اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں، کیونکہ یہ روایات میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔''

(كتاب المَجروحين : 243/1)

❀ نیز فرماتے ہیں:

يُخْطِيءُ وَيُدَلِّسُ .

”خطا کھاتا ہے اور تدلیس کرتا ہے۔“

(الثّقات : 209/6)

❀ مذکورہ روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ هٰذَا كُلُّهٗ .

”اس کی یہ پوری حدیث ہی ثابت نہیں۔“

(کتاب المَجروحین :244/1)

نوٹ:

اس باب میں دیگر روایات بھی ضعیف ہیں۔

سوال: صحابہ میں سب سے افضل کون ہیں؟

جواب: جمیع صحابہ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی اجماع ہے اور بعد کے مسلمانوں کا بھی۔ کسی مسلمان نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کسی صحابی کو فضیلت نہیں دی۔ اسی افضلیت کی بنیاد پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔

❀ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

أَفْضَلُ الْأَرْبَعَةِ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ، وَلِهٰؤُلَاءِ الْأَرْبَعَةِ الْخِلَافَةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثَلَاثُونَ سَنَةً وَلِيَ مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

سَنَتَيْنِ وَشَيْئًا، وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَشَرًا، وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ، وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تِسْعًا .

''چار صحابہ میں سے سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور پھر سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہی چار صحابہ کو (یکے بعد دیگرے) تیس سال خلافت ملی، چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دو سال اور کچھ ماہ خلیفہ رہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دس سال خلیفہ رہے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بارہ سال خلیفہ رہے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ (کچھ ماہ کم) چھ سال خلیفہ رہے۔''

(غُنية الطّالبين : 158/1)

❁ نیز فرماتے ہیں:

اِخْتَارَ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَرْبَعَةً؛ أَبَا بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، ثُمَّ اخْتَارَ مِنْهُمْ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار کو منتخب فرمایا؛ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، پھر ان چار میں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا۔''

(غُنية الطّالبين :340/1)

سوال: مشاجرات صحابہ کے متعلق اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب: مشاجرات صحابہ پر پیش کی جانے والی اکثر روایات باطل، ضعیف اور منقطع

ہیں۔ جو باتیں ثابت ہیں، ان میں اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ زبان بندی کی جائے، صحابہ کے مشاجرات کو عوام الناس میں بیان نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ان کے حق میں استغفار کرنی چاہیے اور ان کے فضائل نشر کرنے چاہییں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت عین ایمان ہے، ان سے محبت کا تقاضا ہے کہ ان کے محاسن بیان کیے جائیں، ان کے لیے دعائے رحمت و مغفرت کی جائے، ان کے مشاجرات میں زبان بندی کی جائے اور ہر لحاظ سے ان کا دفاع کیا جائے۔

❁ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلٰى وُجُوبِ الْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، وَالْإِمْسَاكِ عَنْ مَسَاوِئِهِمْ، وَإِظْهَارِ فَضَائِلِهِمْ وَمَحَاسِنِهِمْ، وَتَسْلِيمِ أَمْرِهِمْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰى مَا كَانَ وَجَرٰى مِنِ اخْتِلَافِ عَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ وَمُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَلٰى مَا قَدَّمْنَا بَيَانَهٗ، وَإِعْطَاءِ كُلِّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهٗ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾(الحشر: ١٠) وَقَالَ تَعَالٰى: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(البقرة: ١٣٤).

”اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ مشاجرات صحابہ میں زبان بندی کرنا،

ان کی غلطیوں کو عیاں کرنے سے رک جانا، ان کے فضائل اور محاسن کو عام کرنا، نیز سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر، سیدہ عائشہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو کچھ بھی ہوا جیسا کہ ہم پیچھے ذکر کر چکے ہیں، ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرنا اور ہر ایک صحابی کو اس کی فضیلت کا حق دینا واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاؤُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (الحشر : ١٠) ''ان (صحابہ) کے بعد مشرف بہ اسلام ہونے والے دعا گو رہتے ہیں، ہمارے رب! ہمیں اور ایمان میں سبقت لے جانے والے ہمارے بھائیوں کو بخش دے اور مومنوں کے بارے میں ہمارے دلوں میں بغض و کینہ پیدا نہ کیجئے، بلاشک تو مشفق و مہربان ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (البقرة : ١٣٤) ''وہ اُمت گزر چکی ہے، ان کے لیے ان کے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال، تمہیں ان کے کیے گئے اعمال کی بابت سوال نہیں ہوگا۔''

(غُنية الطّالبين :163/1)

سوال: راوی حدیث زید بن عیاش کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❁ صاحب ہدایہ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ النَّقَلَةِ .

''زید بن عیاش محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔''

(الهداية : 64/3)

جواب: صاحب ہدایہ کی بات محل نظر ہے، محدثین نے زید بن عیاش ابو عیاش کو ضعیف قرار نہیں دیا، بلکہ یہ ائمہ محدثین کے ہاں ثقہ صدوق ہیں، امام ابن حبان، امام ابن خزیمہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے توثیق کی ہے۔

سوال: فرقہ مرجئہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: فرقہ مرجئہ گمراہ ہے۔ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ (مقالات الاسلامیین، ص 38) اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ (غنية الطالبين :1/185) نے فرقہ مرجئہ کو اہل سنت والجماعت سے خارج گمراہ فرقوں میں شمار کیا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت استہزاء کا کیا معنی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت استہزاء ثابت ہے، ائمہ اہل سنت والجماعت اس صفت کے اقراری ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾(البقرة : ١٥)

”اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا استہزاء مخلوق کے استہزاء کی طرح نہیں ہے، مخلوق کے استہزاء میں عبث (فضول و بے فائدہ) حرکت ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے استہزاء میں عبث کی نفی ہے۔

❀ امام طبری رحمہ اللہ (٣١٠ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى نَفْيِهِ عَنْهُ وَعَلٰى تَخْطِئَةِ وَاصِفِهٖ بِهٖ، وَأَضَافَ إِلَيْهِ مَا قَدْ قَامَتِ الْحُجَّةُ مِنَ الْعُقُولِ عَلٰى ضَلَالِ

مُضِيفِهٖ إِلَيْهِ .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عبث فعل کی نفی کی جائے گی، نیز جو شخص اللہ تعالیٰ کو عبث فعل سے متصف کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف عبث کی نسبت کرے، تو اس کے خطا کار ہونے پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے، اس ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے بھی اس شخص کا گمراہ ہونا ثابت ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف عبث کی نسبت کرے۔''

(تفسير الطّبري : 316/1)

سوال: کیا خنزیر سے انتفاع جائز ہے؟

جواب: خنزیر نجس العین ہے، اس کے کسی عضو سے انتفاع جائز نہیں۔

❀ علامہ ابو لیث سمرقندی حنفی رحمہ اللہ (۳۷۳ھ) فرماتے ہیں:

ذَكَرَ اللَّحْمَ خَاصَّةً وَالْمُرَادُ بِهِ اللَّحْمُ وَالشَّحْمُ وَجَمِيعُ أَجْزَائِهٖ، وَهٰذَا شَيْءٌ قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى تَحْرِيمِهٖ .

''اللہ تعالیٰ نے خنزیر کے گوشت کا خاص طور پر ذکر کیا، اس سے مراد اس کا گوشت، چربی اور تمام اجزاء ہیں، یہ ایسی شے ہے کہ اس کے حرام ہونے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(تفسير السّمرقندي : 114/1)

سوال: سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صدیق لقب ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔ ہر دور کے مسلمان سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لقب صدیق سے متصف کرتے رہے ہیں۔

✿ علامہ ثعلبی رحمہ اللہ (۴۲۷ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى تَسْمِيَةِ أَبِي بَكْرٍ صَدِّيقًا .

”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لقب صدیق سے متصف کرنے پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔“

(تفسير الثّعلبي : 3/342، 10/467)

سوال: ایک شخص حالت کفر میں فوت ہوا، اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: جو شخص حالت کفر میں فوت ہو جائے، وہ ابدی جہنمی ہے، اسی طرح وہ شخص جس نے ایمان قبول کیا، پھر اس نے کوئی گناہ نہ کیا اور اسی ایمان کی حالت میں فوت ہو گیا، تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔

✿ علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ (۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ عَلٰى تَخْلِيدِ مَنْ مَاتَ كَافِرًا فِي النَّارِ، وَعَلٰى تَخْلِيدِ مَنْ مَاتَ مُؤْمِنًا لَمْ يُذْنِبْ قَطُّ فِي الْجَنَّةِ .

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص حالت کفر میں فوت ہو گیا، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور جو ایمان کی حالت میں فوت ہوا اور اس نے کوئی گناہ نہ کیا، تو ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔“

(البَحر المُحيط : 3/670)

سوال: کیا زانی کے بچے کا نسب زانی سے ثابت ہوتا ہے؟

جواب: ولد الزنا کا نسب زانی سے ثابت نہیں ہوتا۔ اسے شرعاً زانی کا بیٹا نہیں کہا جائے گا، نہ اس پر وراثت کا احکام لاگو ہوں گے۔

✿ علامہ ابوحفص عمر بن علی نعمانی دمشقی رحمہ اللہ (۷۷۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ أَنَّهٗ لَا نَسَبَ لِوَلَدِ الزِّنٰى مِنَ الزَّانِي .

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ولد الزنا کا زانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔''

(اللُّباب : 289/6)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے صفت قدم (پاؤں) ثابت ہے؟

جواب: اہل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لیے صفت قدم ثابت ہے۔ یہ صفات ذاتیہ میں سے ہے۔ اس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ اس کی تحریف کرنا اور اسے مخلوق کے مشابہ یا مماثل قرار دینا جائز نہیں۔

✿ قوام السنۃ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

«اَلْقَدَمُ» صِفَةٌ مِّنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى يَجِبُ الْإِيمَانُ بِهٖ وَالتَّسْلِيمُ لَهٗ، وَيُتْرَكُ التَّصَرُّفُ فِيهِ بِالْفِكْرِ وَالْعَقْلِ، قَالَ السَّلَفُ : أَمِرُّوهَا كَمَا جَاءَ تْ .

''قدم (پاؤں) اللہ تعالیٰ کی صفات (ذاتیہ) میں سے ایک صفت ہے۔ اس پر ایمان لانا اور اسے تسلیم کرنا واجب ہے۔ اس میں (بے جا) تفکر اور عقلی موشگافیوں سے اجتناب کیا جائے گا۔ سلف کہتے ہیں کہ صفات کو اسی طرح (بغیر تاویل وتمثیل اور تحریف وتعطیل کے) گزار دیا جائے، جس طرح وہ نصوص میں وارد ہوئی ہیں۔''

(التّرغيب والتّرهيب : 209/3، الحجّة في بَيان المَحجّة : 433/2)

سوال: کیا کھڑی فصل کا عشر وصول کیا جا سکتا ہے؟

جواب: کسی بھی فصل کا عشر کاٹنے اور اسے گاہنے کے بعد ہی لیا جائے گا۔ اس پر اہل

علم کا اجماع ہے، کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ مثلاً میری اتنے ایکڑ گندم ہے، لہٰذا فلاں ایکڑ بطور عشر وصول کر لی جائے۔

امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْجَمِيعَ مُجْمِعُونَ لَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ أَنَّ صَدَقَةَ الْحَرْثِ لَا تُؤْخَذُ إِلَّا بَعْدَ الدِّيَاسِ وَالتَّنْقِيَةِ وَالتَّذْرِيَةِ .

''سارے کے سارے فقہا کا اجماع ہے، ان کے مابین کوئی اختلاف نہیں کہ کھیتی کی زکوٰۃ (عشر) فصل کو گاہنے، اس کی صفائی کرنے اور غلہ کو ہوا میں اُڑانے کے بعد ہی لیا جائے گا (تاکہ بھوسا اور اناج الگ الگ ہو جائے)۔''

(تفسير الطّبري : 610/9)

سوال: شاہراہوں پر گاڑیاں کھڑی کرنا اور راستوں کو تنگ کرنے کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: شاہراہوں میں رکاوٹیں کھڑی کرنا، راستوں کو بند کر دینا یا تنگ کر دینا جائز نہیں، یہ لوگوں کو اذیت دینا ہے، جو کہ حرام ہے۔ اس کا سد باب چاہیے، البتہ یہ ضرور ہے کہ حکومت وقت گاڑیوں کی پارکنگ کا معقول بندوبست کرے، تاکہ گاڑی کھڑی کرنے میں دشواری نہ ہو۔ جس طرح شاہراہوں میں گاڑی پارک کرنا ظلم ہے، اس طرح پارکنگ کی سہولت نہ دینا بھی ظلم ہے۔

تنبیہ:

سیدنا معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

غَزَوْتُ مَعَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ كَذَا وَكَذَا،

فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ، فَبَعَثَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي فِي النَّاسِ أَنَّ مَنْ ضَيَّقَ مَنْزِلًا أَوْ قَطَعَ طَرِيقًا فَلَا جِهَادَ لَهُ.

''میں نے نبی کریم ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ کیا،تو (کچھ) لوگوں نے خیمے لگانے میں تنگی پیدا کر دی اور راستے بند کر دے،تو نبی کریم ﷺ نے ایک منادی بھیجا کہ لوگوں میں یہ اعلان کر دے:''جس نے خیمہ لگانے میں تنگی کر دی اور راستہ بند کر دیا،اس کا کوئی جہاد نہیں۔''

(سنن أبي داود: 2629)

سند ضعیف ہے۔سہل بن معاذ بن انس ضعیف ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ انسانوں کی مختلف رنگت زمین کے مختلف رنگوں کی وجہ سے ہے،اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: یہ بات بالکل درست ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی،تو اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے مٹی لی، پھر اس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی، مٹی کی خاصیت اور رنگت کے مختلف ہونے سے انسانوں کی رنگت اور مزاج میں تنوع ہے۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلٰى قَدْرِ الْأَرْضِ، جَاءَ مِنْهُمُ الْأَحْمَرُ، وَالْأَبْيَضُ، وَالْأَسْوَدُ، وَبَيْنَ ذٰلِكَ، وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ.

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی مٹی سے پیدا کیا، جو اس نے ساری زمین

سے لی۔اسی لیے آدم علیہ السلام کے بیٹے زمین کی خاصیت کے مطابق پیدا ہوئے، کوئی سرخ، کوئی سفید، کوئی کالا اور کوئی سانولا، کوئی خوشحال، کوئی مغموم، کوئی اچھا اور کوئی برا۔“

(مسند الإمام أحمد : 40/4، سنن أبي داود : 4693، سنن التّرمذي : 2955، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦١٦٠) نے ”صحیح“، امام حاکم رحمہ اللہ (٣٠٣٧) نے ”صحیح الاسناد“ قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: بعض قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنے کے لیے درج ذیل روایت کا سہارا لیتے ہیں، اس استدلال کی کیا حقیقت ہے؟

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهٖ، فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِي ذِمَّتِهٖ.

”جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کو قبلہ مانا اور ہمارے ذبیحہ کو کھایا، تو یہ وہ مسلمان ہے، جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ (امان) حاصل ہے، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کو مت توڑیں۔“

(صحيح البخاري :391)

قادیانی کہتے ہیں کہ ہم بھی مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں، کعبۃ اللہ کو اپنا قبلہ مانتے ہیں اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں، پھر ہم مسلمان کیوں نہیں؟

(جواب): قادیانی کا اس حدیث مبارک سے استدلال بالکل باطل ہے۔اس لیے کہ حدیث میں جس کو مسلمان قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد وہ شخص ہے، جس میں مذکورہ تینوں اوصاف ہونے کے ساتھ ساتھ کوئی کفر یا ارتداد نہ پایا جائے۔ کیونکہ کوئی بھی شخص جب تک یہ تین کام کرتا رہے اور اس سے کوئی کفریہ کام یا کلام سرزد نہ ہو، تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔لیکن اگر کوئی مسلمان ایسا عمل کر لے، جس سے کفر یا ارتداد لازم آئے، تو اب وہ مسلمان نہیں رہتا، بلکہ اتمام حجت کے بعد کافر اور مرتد ہو جاتا ہے۔

قادیانی اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کے منکر ہیں، پھر وہ بھلا سارے اسلام پر عمل پیرا کیوں نہ ہوں، جب تک اس عقیدہ کے منکر ہیں، مرتد ہی قرار پائیں گے، نبی کریم ﷺ کے بعد کسی بھی شخص کو نبی ماننا کفر بواح ہے۔اس کفر کے ہوتے ہوئے کوئی انسان مسلمان کیسے رہ سکتا ہے؟

لہٰذا درج بالا حدیث قادیانیوں کو مفید نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شخص ایک نماز پڑھنا بھول گیا، دو دن بعد اسے یاد آیا، اب وہ اسی نماز کو ادا کرے گا، یا دو دن کی تمام نمازوں کا اعادہ کرے گا؟

(جواب): اگر کسی کی کوئی نماز رہ گئی، بعد میں یاد آیا، تو وہ صرف اسی نماز کو ادا کرے گا، جو بھول گئی تھی، باقی نمازوں کا اعادہ نہیں کرے گا۔امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی مؤقف ہے۔

(صحيح البخاري، قبل الرقم : 597)

(سوال): کلماتِ اذان کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(جواب): اذان اسلام کا شعار ہے۔غلبہ اسلام کی پکار ہے۔اپنے اندر کئی عقائد کے مسائل کو سموئے ہوئے ہے۔یہ پاکیزہ اور پُر تاثیر کلمات کا مجموعہ ہے۔اذان اللہ کی زمین

پر اس کی توحید کی پنجگانہ پکار ہے۔ اس کے کلمات دلوں کو مو لیتے ہیں۔ ایمان میں بہار آ جاتی ہے۔ عجیب سماں بندھ جاتا ہے۔ زمین و آسمان جھوم جاتے ہیں۔ فضائے آسمانی میں عجیب سے کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اس کے بندوں کیلئے پیغام ہے۔ اس میں کئی حکمتیں پنہاں ہیں۔ اذان باجماعت نماز کے لیے بلاوا ہے۔

اذان میں اس قدر رعب ہے کہ اس سے شیطان پاد مارتے ہوئے بھاگ جاتا ہے۔ اسی لیے شیطان کے دوست کفار بھی اذان سے نفرت کرتے ہیں، اذان کا استہزا اور مذاق اڑاتے ہیں، اذان پر مختلف طرح کی پابندیاں لگاتے ہیں۔

❁ قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ»، أَيْ : اَللّٰهُ أَعْظَمُ ثُمَّ اللّٰهُ أَعْظَمُ وَعَمَلُهُ أَوْجَبُ فَاسْتَغْنُوا بِعَمَلِهِ وَاتْرُكُوا غَيْرَهُ.

وَقَوْلُهُ : «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» أَيْ أَشْهَدُ أَنَّهُ وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهُ وَمَعْنَاهُ أَنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ بِأَمْرٍ فَاتَّبِعُوهُ، فَإِنَّهُ لَا يَنْفَعُكُمْ أَحَدٌ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا يُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابِهِ إِنْ لَمْ تُؤَدُّوا أَوَامِرَهُ، وَقَوْلُهُ : «أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ» أَيْ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِهِ وَتُصَدِّقُوهُ، وَمَعْنَاهُ قَدْ أَمَرَكُمْ بِالصَّلَاةِ أَوِ الْجَمَاعَةِ، فَاتَّبِعُوا مَا أَمَرَكُمْ بِهِ.

وَقَوْلُهُ : «حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ» أَيْ أَسْرِعُوا إِلٰى أَدَاءِ الصَّلَاةِ، وَمَعْنَاهُ: حَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ فَلَا تُؤَخِّرُوهَا عَنْ وَقْتِهَا.

وَقَوْلُهٗ : «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» أَيْ أَسْرِعُوا إِلَى النَّجَاةِ وَالسَّعَادَةِ، وَمَعْنَاهُ : أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى جَعَلَ الصَّلَاةَ سَبَبًا لِنَجَاتِكُمْ وَسَعَادَتِكُمْ لِتَنْجَوْا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ .

قَوْلُهٗ : «اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ»، أَيْ : أَعْظَمُ وَأَجَلُّ وَعَمَلُهٗ أَوْجَبُ فَلَا تُؤَخِّرُوا عَمَلَهٗ .

وَقَوْلُهٗ : «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» أَيِ اعْلَمُوا : أَنَّهٗ وَاحِدٌ لَا شَرِيكَ لَهٗ، وَمَعْنَاهُ : أَخْلِصُوا وَابْتَغُوا بِصَلَاتِكُمْ وَجْهَ اللّٰهِ تَعَالٰى .

”اذان کے الفاظ: «اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ» کا مطلب ہے کہ اللہ بہت بڑا ہے، پھر اللہ بہت بڑا ہے، اس کا کام انجام دہی کے زیادہ لائق ہے، لہٰذا اس کے کام میں مشغول ہو جائیں اور دوسرے سبھی کام چھوڑ دیں۔

«أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کا معنی ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں، اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ابھی ایک حکم دیا ہے، اسے انجام دو، کیونکہ تمہیں اللہ کے سوا کوئی بھی نفع نہیں دے سکتا اور اگر احکامِ الٰہی کی بجا آوری نہ کرنے پر تمہیں اس نے عذاب میں مبتلا کر دیا، تو اس کے علاوہ کوئی تمہیں اس کے عذاب سے نجات نہیں دلا سکے گا۔

«أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ» کا مطلب ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، تاکہ تم اُن پر ایمان لاؤ اور ان کی تصدیق کرو۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تمہیں نماز یا

باجماعت نماز کا حکم دیا ہے، لہٰذا آپ ﷺ کے حکم کا اتباع کرو۔

اذان کے کلمات: «حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ» کا مطلب ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لیے جلدی کرو، کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے، اب اسے وقت مقررہ سے مؤخر مت کرو۔ «حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ» کے الفاظ کا مطلب ہے کہ نجات اور سعادت کی طرف لپکو، مطلب کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو تمہاری نجات اور سعادت کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا ہے، تاکہ تم عذاب الٰہی سے بچ جاؤ۔

«اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ» کا مطلب ہے کہ اللہ سب سے بڑا اور جلیل القدر ہے، اس کا کام انجام دہی کے زیادہ لائق ہے، لہٰذا اس کے کام میں تاخیر مت کرو۔ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» کا معنی ہے کہ خوب جان لو کہ وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت میں خالص کرو اور نماز کے ساتھ اس کے چہرے کو تلاش کرو۔"

(التّرغيب والتّرهيب: 203/1)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلٰى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ .

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن پگڑی باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔"

(مسند الشّاميين للطّبراني: 3487، حلية الأولياء لأبي نُعيم: 189/5)

جواب: باطل روایت ہے۔

① ایوب بن مدرک ضعیف و متروک ہے۔

② ایوب بن مدرک کا مکحول سے سماع نہیں۔

✿ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے مرسل قرار دیا ہے۔

(التّاریخ الکبیر :1/423)

③ مکحول کی سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہے۔

سوال: جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نیزے پر لٹکایا گیا، تو کیا سر سے آیات قرآنیہ کی آواز آ رہی تھی؟

جواب: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سر سے قرآن کریم کی آیات کا سنائی دینا ثابت نہیں، اس بارے میں بعض روایات پیش کی جاتی ہیں، ان کی استنادی حیثیت ملاحظہ ہو؛

✿ سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلَى الْقَنَا وَهُوَ يَقُولُ : ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ .

''میں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا سر نیزے پر لٹکا دیکھا، وہ یہ آیت تلاوت کر رہا تھا: ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ''عنقریب اللہ آپ کو ان سے کافی ہو جائے گا، وہ خوب سننے والا اور خوب علم والا ہے۔''

(تاریخ ابن عساکر : 22/117)

سند باطل ہے۔

① ابو علی محمد بن ہارون بن شعیب انصاری کے بارے میں علامہ عبد العزیز کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ يُتَّهَمُ .

''متہم تھا۔''

(ميزان الاعتدال للذّهبي : 54/4)

② ابو شعیب صالح بن حکیم بصری کی توثیق نہیں۔

③ محمد بن احمد مصری کا تعین وتوثیق درکار ہے۔

④ ابوالحسن محمد بن احمد عسقلانی کی توثیق نہیں ملی۔

❁ منہال بن عمرو رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أَنَا وَاللّٰهِ رَأَيْتُ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ حِينَ حُمِلَ وَأَنَا بِدِمَشْقَ وَبَيْنَ يَدَيِ الرَّأْسِ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ حَتّٰى بَلَغَ قَوْلَهٗ تَعَالٰى : ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا﴾ قَالَ : فَأَنْطَقَ اللّٰهُ الرَّأْسَ بِلِسَانٍ ذَرْبٍ فَقَالَ : أَعْجَبُ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِي وَحَمْلِي .

''اللہ کی قسم! میں نے سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سر کو دیکھا، جب اسے نیزے پر اٹھا کر لے جایا جا رہا تھا، اس وقت میں دمشق میں تھا، سر کے آگے آگے ایک آدمی تھا، جو سورت کہف کی تلاوت کر رہا تھا، جب وہ اس آیت پر پہنچا: ﴿أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا﴾ ''(اے نبی!) کیا آپ نے یہ سمجھ لیا کہ غار اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب شے تھے؟'' تو اللہ تعالیٰ نے سر کو قوت گویائی دے، وہ صاف آواز

میں بولا: اصحاب کہف سے زیادہ تعجب خیز بات میرا قتل ہونا اور مجھے نیزے پر اٹھا کر لے جانا ہے۔"

(تاریخ ابن عساکر: 370/60)

سند جھوٹی ہے۔

① عبداللہ بن زاہر بن یحییٰ رازی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

② زاہر بن یحییٰ کون ہے؟ معلوم نہیں۔سند سے یہ واسطہ گر گیا ہے۔

③ ابوحسین محمد بن احمد بن مخزوم "ضعیف" ہے۔

④ اعمش کا عنعنہ ہے۔

⑤ احمد بن محمد بن سلیمان قاضی کی توثیق نہیں۔

⑥ محمد بن علی بن عباس صیرفی کے حالات زندگی نہیں ملے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: وضو کے بعد شرمگاہ پر چھینٹے مارنا کیسا ہے؟

جواب: وضو کے بعد شرمگاہ پر چھینٹے مارنا مشروع و مستحب ہے۔اس باب میں کوئی مرفوع روایت ثابت نہیں، البتہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ملتا ہے۔

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ كَانَ يَعْرِضُهُ كَثِيرًا وَلَا يَعْلَمُ أَنَّهُ بَوْلٌ، أَوْ مَاءٌ لَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ وَيَنْضَحُ فَرْجَهُ وَإِزَارَهُ بِالْمَاءِ قَطْعًا لِلْوَسْوَسَةِ، وَإِذَا بَعُدَ عَهْدُهُ عَنِ الْوُضُوءِ، أَوْ عَلِمَ أَنَّهُ بَوْلٌ لَا تَنْفَعُهُ الْحِيلَةُ .

''اگر نمازی کو بکثرت وسوسے آتے ہیں اور اسے معلوم نہیں کہ یہ (گیلا پن) پیشاب ہے یا عام پانی، تو وہ اس کی طرف التفات نہیں کرے گا، بلکہ شرمگاہ اور ازار پر چھینٹے مارلے گا، تا کہ وسوسہ ختم ہو جائے، البتہ اگر اسے وضو کیے ہوئے دیر ہو چکی ہے یا اسے یقین ہے کہ یہ پیشاب ہے، تو اسے چھینٹے مارنے کا حیلہ فائدہ نہ دے گا (بلکہ اس کے لیے اس متاثرہ جگہ کو دھونا اور وضو کرنا ضروری ہے)۔''

(الأشباہ والنّظائر، ص 49)

سوال: جادو کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

(جواب): جادو برحق ہے، اس کی حقیقت ہے، اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع میں ہے۔ یہ اہل سنت کا مؤقف ہے، اس کے برعکس بعض لوگوں نے جادو کا انکار کیا، اس کی حقیقت کی نفی کی۔

✿ علامہ ابوالحسن ماوردی شافعی رحمہ اللہ (۴۵۰ھ) فرماتے ہیں:

لَوْلَا أَنَّ لِلسِّحْرِ حَقِيقَةً وَتَأَثُّرًا لَمَا أَجْمَعَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ.

''اگر جادو کی حقیقت یا تاثیر نہ ہوتی، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جادوگروں کو جلا وطن کرنے پر اجماع نہ کرتے۔''

(الحاوي الكبير: 95/13)

✿ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ لِلسِّحْرِ حَقِيقَةً عِنْدَ عَامَّةِ الْعُلَمَاءِ خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ وَأَبِي جَعْفَرٍ الْاِسْتِرَابَاذِيِّ.

''خوب جان لیجئے کہ معتزلہ اور ابوجعفر استرابازی کے علاوہ تمام علما کے نزدیک جادو کی حقیقت ہے۔''

(مِرقاۃ المفاتيح: 124/1)

✿ علامہ صنعانی رحمہ اللہ (۱۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ لِلسِّحْرِ حَقِيقَةً، وَإِلَيْهِ ذَهَبَ أَئِمَّةُ التَّحْقِيقِ، وَخَالَفَ فِيهِ جَمَاعَةٌ، وَقَالُوا: لَا حَقِيقَةَ لَهُ.

''جادو کی حقیقت ہے۔ محققین ائمہ کا یہی مذہب ہے، ایک گروہ نے اس کی مخالفت کی ہے، کہتے ہیں کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں۔''

(التّنویر شرح الجامع الصّغیر :300/1)

سوال: نماز وتر کا آخری وقت کب تک ہے؟

جواب: نماز وتر کی ادائیگی نماز عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے۔البتہ اگر کسی کے وتر رہ جائیں،تو وہ بعد میں بھی قضا کر سکتا ہے۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَوْتِرُوا قَبْلَ أَنْ تُصْبِحُوا .

”وتر صبح سے پہلے ادا کریں۔“

(صحیح مسلم : 754)

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ : «أَوْتِرُوا قَبْلَ الصُّبْحِ» كُلُّهَا حُجَّةٌ فِي أَنَّ وَقْتَهَا الْمُتَّفَقَ عَلَيْهِ مَا لَمْ يَطَّلِعِ الْفَجْرُ، وَهٰذَا قَوْلُ كَافَّةِ الْعُلَمَاءِ .

”فرمان نبوی:«أَوْتِرُوا قَبْلَ الصُّبْحِ»”وتر صبح سے پہلے ادا کریں۔“ دلیل ہے کہ وتر کا آخری وقت کہ جس پر اتفاق کیا گیا ہے، وہ طلوع فجر تک ہے، یہ سبھی علما کا مذہب ہے۔“

(إکمال المُعلم : 101/3)

سوال: باپ بیٹے سے کہے کہ طلاق دے دو،تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر بیوی پابند شرع اور شوہر کی فرمان بردار ہے،تو بیٹے کو چاہیے کہ باپ کی بات نہ مانے اور بیوی کو طلاق نہ دے، کہ یہ عورت دنیا کی سب سے عظیم دولت ہے، ایسی عورت کو چھوڑ دینا اللہ کی نافرمانی ہے اور مخلوق کی اطاعت میں خالق کی نافرمانی جائز نہیں۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ .

''دنیا فائدہ کا سامان ہے اور دنیاوی سامان میں سب سے بھلائی والی چیز نیک عورت ہے۔''

(صحيح مسلم : 1467)

البتہ اگر عورت نافرمان اور ناشکر گزار ہے، تو بیٹے کو چاہیے کہ والدین کے کہنے پر اپنی بیوی کو طلاق دے دے، کیونکہ بیٹے کی دنیاوی واخروی نجات کے لیے یہی بہتر ہے، جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو پیغام دیا تھا۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''اسماعیل علیہ السلام کی ایک عورت سے شادی ہوگئی، اب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ میں ذرا اپنے بچے کی خبر لے آؤں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام آئے اور اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں پوچھا، بیوی نے کہا: وہ شکار کرنے جاتے ہیں اور تو کچھ انہیں جیسے یاد ہی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وہ آئیں، تو انہیں میرا پیغام دیجئے کہ گھر کی چوکھٹ تبدیل کرلیں، بیوی نے واپسی پر یہ پیغام دیا، تو اسماعیل علیہ السلام کہنے لگے: وہ چوکھٹ آپ ہی ہیں، جائیے اپنے گھر، آپ کو طلاق ہے۔''

(صحيح البخاري : 3365)

❁ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سلمی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَمَرَهٗ أَبُوهُ أَوْ أُمُّهٗ ـشَكَّ شُعْبَةُـ أَنْ يُطَلِّقَ امْرَأَتَهٗ، فَجَعَلَ عَلَيْهِ مِائَةَ مُحَرَّرٍ، فَأَتٰى أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَإِذَا هُوَ يُصَلِّي الضُّحٰى

وَيُطِيلُهَا، وَصَلّٰى مَا بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ، فَسَأَلَهٗ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ، وَبِرَّ وَالِدَيْكَ وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ : الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، فَحَافِظْ عَلٰى وَالِدَيْكَ أَوِ اتْرُكْ .

''ایک شخص کو اس کے والد یا والدہ نے حکم دیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے، اب اس شخص نے نذر مان لی کہ (اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، تو) وہ سو غلام آزاد کرے گا۔ چنانچہ وہ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نماز چاشت ادا کر رہے تھے اور لمبی نماز پڑھ رہے تھی۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ نے نماز ظہر اور نماز عصر کے درمیان نوافل پڑھے۔ سو اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کریں اور والد کی بات مانیں، پھر سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: والد جنت کا بہترین دروازہ ہے، اب آپ اپنے والدین کے حقوق کا خیال رکھیں یا ترک کر دیں۔''

(مُسند الإمام أحمد : 196/5، سنن التّرمذي : 1900، سنن ابن ماجه : 2089، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۵) نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۷۲۵۲) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا تَقْرَبُهُمُ الْمَلَائِكَةُ؛ جِيفَةُ الْكَافِرِ، وَالْمُتَضَمِّخُ بِالْخَلُوقِ، وَالْجُنُبُ، إِلَّا أَنْ يَتَوَضَّأَ .

''تین طرح کے لوگ ایسے ہیں کہ فرشتے ان کے قریب نہیں آتے؛ ① کافر کی نعش، ② جس شخص نے زعفران میں رنگی ہوئی خوشبو لگائی ہوئی ہو، ③ جنبی (مرد یا عورت)، الا یہ کہ وہ وضو کر لے۔''

(سنن أبي داود : 4180)

جواب: سند ضعیف ہے۔ حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(سنن أبي داود : 4176)

سند ضعیف ہے۔ یحییٰ بن یعمر کا سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

سوال: نماز کی تکبیرات کو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں کہنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کی تکبیرات صرف عربی میں ہی کہی جاسکتی ہیں اور وہ بھی اللہ اکبر کے لفظ کے ساتھ، ان الفاظ کے علاوہ عربی میں بھی کوئی لفظ تکبیرات میں نہیں بولا جائے گا۔ رہا غیر عربی میں تکبیرات پڑھنا، تو اس کی قطعاً اجازت نہیں۔ اس کے برعکس احناف عربی کے علاوہ زبان میں تکبیرات کہنے کو جائز کہتے ہیں۔

❁ محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ : إِنِ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَقَرَأَ بِهَا وَهُوَ يُحْسِنُ الْعَرَبِيَّةَ أَجْزَأَهُ .

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عربی جاننے کے باوجود اگر کوئی فارسی میں

نمازشروع کرے اور فارسی میں ہی قرأت کرے، تو اسے کفایت کرے گا۔‘‘

(الأصل :15/1)

❀ علامہ طحطاوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:

نُقِلَ فِي الدُّرِّ عَنِ التَّتَارْخَانِيَّةِ أَنَّ الشُّرُوعَ بِالْفَارِسِيَّةِ كَالتَّلْبِيَّةِ يَجُوزُ مُطْلَقًا إِتِّفَاقًا .

’’درمختار میں تتارخانیہ کے حوالے سے منقول ہے کہ نماز کی ابتدا (میں تکبیر تحریمہ کی ادائیگی) فارسی زبان سے کرنا، تلبیہ کی طرح ہے، (یعنی) احناف کے نزدیک بالاتفاق مطلق طور پر جائز ہے۔‘‘

(حاشية الطّحطاوي، ص 223)

احناف کا یہ مسئلہ شرعی نصوص کے خلاف ہے۔

سوال: میت کو دفن کرتے ہوئے چہرہ قبلہ رخ کرنا بھول گئے، دفن کرنے کے بعد یاد آیا، اب کیا کریں؟

جواب: میت کا چہرہ قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں، اگر میت کا چہرہ رو بہ قبلہ نہیں کیا، تو کوئی حرج نہیں۔

سوال: بحری جہاز پر ایک شخص فوت ہوگیا، اب خشکی اتری دور ہے کہ نعش کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اب کیا کریں؟

جواب: مذکورہ صورت میں جہاز میں ہی اس کی نماز جنازہ پڑھ لی جائے اور اسے سمندر برُد کر دیا جائے۔

سوال: ایک شخص نے وصیت کی ہے کہ میری قبر پر چند نوجوانوں کو روزانہ بٹھایا

کریں، جو میری قبر پر قرآن کریم کی تلاوت کریں اور اس کا ثواب مجھے پہنچائیں، اس وصیت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ وصیت غیر شرعی ہے، اسے نافذ کرنا جائز نہیں۔

① قبرستان میں قرآن کریم پڑھنا منع ہے۔

② قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب میت کو ایصال کرنا بدعت ہے۔ اس کا کوئی شرعی جواز نہیں۔

لہٰذا ایسی غیر شرعی وصیت پر عمل کرنا جائز نہیں، بلکہ ایسی وصیت کو بدلنا ضروری ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (البقرۃ : ۱۸۲)

”جو شخص وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی قسم کے جھکاؤ یا گناہ کا اندیشہ محسوس کرے اور وہ ان کے مابین صلح کرا دے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا اور خوب رحم کرنے والا ہے۔“

میت موحد ہے، تو اس کی طرف سے مالی صدقات کر دیے جائیں اور اس کے حق میں دعائیں کی جائیں، یہ دونوں عمل میت کے لیے مفید ہیں۔

سوال: مسجد کی چھت پر بیت الخلاء تعمیر کرنا کیسا ہے؟

جواب: کوئی شرعی قباحت معلوم نہیں ہوتی۔

سوال: مسجد کے صحن میں کوئی سٹور روم بنانا کیسا ہے، تاکہ اس میں غیر ضروری سامان رکھا جا سکے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: میں نے اپنے گھر میں ایک حدیث سنائی، گھر والوں کو حدیث سمجھ نہ آئی یا انہوں نے اس کے حدیث ہونے میں شک کیا، کیا اب میں ان کے سامنے وہ حدیث بیان کرسکتا ہوں؟

جواب: سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ اس حدیث کو تسلیم کیوں نہیں کر رہے، اگر تو محض عقل میں نہ آنے کی وجہ سے تسلیم نہیں کرتے، تو انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے، اگر انہیں اس کلام کے حدیث ہونے میں شک ہے، تو ان پر دلائل عیاں کریں کہ یہ فلاں کتاب کی حدیث ہے اور یہ اس کا حوالہ ہے، ایک سچا مسلمان حوالہ دیکھ کر حدیث کو حق تسلیم کر لیتا ہے۔ اگر کسی اور وجہ سے حدیث تسلیم نہیں کرتے، تو اس وجہ کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں، بہر حال علما کی راہنمائی میں دعوت وتبلیغ احسن انداز میں جاری رکھنی چاہیے، کبھی مایوس یا نا اُمید نہیں ہونا چاہیے۔ ایک حدیث کو بار بار بھی سنانا پڑے، تو سنائیں، کسی کو کسی وقت بھی سمجھنے کی توفیق مل سکتی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي حَائِطٍ فَلَا يَمْنَعْهُ، فَلَمَّا قَضَى أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدِيثَهُ طَأْطَئُوا رُؤُوسَهُمْ قَالَ : مَالِي أَرَاكُمْ عَنْهَا مُعْرِضِينَ، وَاللّٰهِ لَأَرْمِيَنَّهَا بَيْنَ أَكْتَافِكُمْ .

”جب کوئی اپنے پڑوسی سے دیوار پر لکڑی (شہتیر وغیرہ) رکھنے کی اجازت مانگے، تو وہ اسے منع نہ کرے، جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث پوری

کی، تو انہوں (سامعین) نے اپنے سر جھکا لیے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا بات ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اس سے منہ موڑ رہے ہو؟ اللہ کی قسم! میں اسے تمہارے سامنے ضرور پیش کرتا رہوں گا۔"

(صحيح البخاري: 2463، صحيح مسلم: 1609، المُنتقٰى لابن الجارود: 1020)

سوال: کیا زکوٰۃ کی فرضیت کے لیے بالغ ہونا شرط ہے؟

جواب: نابالغ کے مملوکہ اموال پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، البتہ اس کی ادائیگی اس کے ذمہ ہے، جو مال یتیم کی نگرانی کر رہا ہے۔ سرپرست کو چاہیے کہ مال یتیم میں بروقت زکوٰۃ نکالے۔ یہ زکوٰۃ یتیم کے مال سے دی جائے گی۔

اس لیے زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے مالک کا بالغ ہونا شرط نہیں ہے، زکوٰۃ کی فرضیت کو نماز کی فرضیت پر قیاس کرنا بھی درست نہیں۔

❀ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعُوا أَيْضًا أَنَّ فِي مَالِ مَنْ لَمْ يَبْلُغْ وَلَمْ تَجِبْ عَلَيْهِ صَلَاةٌ أَرْشَ مَا يَجْنِيهِ مِنَ الْجِنَايَاتِ وَقِيمَةَ مَا يُتْلِفُهُ مِنَ الْمُتْلَفَاتِ، وَأَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْحَائِضَ وَالَّذِي يُجَنُّ أَحْيَانًا لَا يُرَاعٰى لَهُمْ مِقْدَارُ أَيَّامِ الْحَيْضِ وَالْجُنُونِ مِنَ الْحَوْلِ، وَهٰذَا كُلُّهٗ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ لَيْسَتْ كَالصَّلَاةِ الَّتِي هِيَ حَقُّ الْبَدَنِ فَإِنَّهَا تَجِبُ عَلٰى مَنْ تَجِبُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَعَلٰى مَنْ لَا تَجِبُ عَلَيْهِ.

''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جس پر نماز فرض نہیں ہوئی، اس کے مال میں سے اس کے جرائم کی دیت اور اس کی تلف کردہ چیزوں کی قیمت نکالنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کا اجماع ہے کہ حائضہ کے حیض کے دنوں کی مقدار اور وہ شخص جو کبھی کبھی جنون کا شکار ہو جاتا ہے، اس کے جنون کے دنوں کے مقدار (زکوٰۃ کے لیے گزرنے والے) سال سے خارج نہیں کی جائے گی۔ یہ سب باتیں دلیل ہیں کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، یہ نماز کی طرح نہیں ہے، جو کہ بدن کا حق ہے، لہٰذا زکوٰۃ اس شخص پر بھی واجب ہوگی، جس پر نماز واجب ہے اور اس شخص پر بھی، جس پر نماز واجب نہیں ہے۔''

(الاستذکار: 3/156)

سوال: ایک تجارتی کاروبار میں تین افراد شریک ہیں، اگر تینوں کے حصوں کو اکٹھا کیا جائے، تو وہ مال نصاب کو پہنچ جاتا ہے، لیکن اگر تینوں کے حصے جدا جدا کر دیے جائیں، تو مال نصاب کو نہیں پہنچتا، کیا ان صورتوں میں اس مال پر زکوٰۃ ہے؟

جواب: جو کاروبار مشترکہ ہو، اس پر زکوٰۃ بھی مشترکہ نافذ ہوگی۔ لہٰذا تجارتی مال میں زکوٰۃ نکالی جائے گی اور تینوں شراکت داروں میں ان کی شرح شراکت کے مطابق تقسیم ہو جائے گی۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُجْمَعُ بَيْنَ مُتَفَرِّقٍ وَّلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشْيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَإِنَّهُمَا يَتَرَاجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ .

''زکوٰۃ کے ڈر سے الگ الگ چرنے والی بکریوں کو اکٹھا کیا جائے نہ اکٹھی

چرنے والیوں کو الگ الگ کیا جائے اور جو جانور دو آدمیوں کے مشترکہ ہوں، تو وہ مساوی طور پر زکوٰۃ کا حصہ نکالیں گے۔''

(صحيح البخاري : 1448-1450-1455، المُنتقىٰ لابن الجارود : 342)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ بیت اللہ کا حج اس لیے فرض کیا گیا، تا کہ لوگ ان مقدس مقامات کی زیارت کریں، جہاں رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک لگے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کا حج فرض کیا ہے، لیکن جو حکمت بیان کی گئی ہے، یہ محل نظر ہے اور محتاج دلیل ہے، کیونکہ اگر یہی حکمت ہوتی، تو حج مکہ کے بجائے مدینہ میں کیا جاتا، جبکہ مدینہ میں حج کا کوئی بھی رکن نہیں۔

سوال: کیا غلام پر حج فرض ہے؟

جواب: غلام اور لونڈی پر حج فرض نہیں۔

❀ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (۶۲۸ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰی أَنَّ الْعَبْدَ وَالْأَمَةَ غَيْرُ دَاخِلَيْنِ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰی: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ .

اہل علم کا اجماع ہے کہ غلام اور لونڈی اس فرمان باری تعالیٰ میں داخل نہیں ہیں: ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کے لیے ہر اس شخص پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو بیت اللہ تک پہنچنے کی (مالی وجسمانی) استطاعت رکھتا ہے۔''

(الإقناع : 1376)

سوال: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے، پاس بیٹھے شخص نے نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی

بولا،نمازی نے دوران نماز صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا،نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز کے دوران جانتے بوجھتے بول کر جواب دینا جائز نہیں۔ نبی کریم ﷺ کا نام سن کر نماز میں صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ لیا،تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اسی طرح اگر جانتے بوجھتے دوران نماز کسی کے سلام کا جواب بول کر دے دیا،تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ نماز میں کلام کرنا ہے اور نماز میں کلام کرنا منع ہے۔

❀ علامہ ابن مازہ حنفی رحمہ اللہ (٦١٦ھ) فرماتے ہیں:

فِي فَتَاوٰى أَهْلِ سَمَرْقَنْدَ : إِذَا سَمِعَ اسْمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ، فَسَدَتْ صَلَاتُهُ، لِأَنَّ هٰذَا إِجَابَةٌ، وَلَوْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْمَعِ اسْمَهُ، فَهٰذَا لَيْسَ بِإِجَابَةٍ، فَلَا تَفْسُدُ صَلَاتُهُ .

''فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے: اگر کوئی (نمازی) دوران نماز نبی کریم ﷺ کا نام نامی سنے اور نماز میں ہی آپ ﷺ پر درود پڑھ دے،تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ درود پڑھنا دراصل کسی کی بات کا جواب دینا ہے۔ البتہ نبی کریم ﷺ کا نام سنے بغیر نماز میں درود کے الفاظ پڑھ دے،تو یہ کسی کی بات کا جواب دینا نہیں،لہٰذا اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔''

(ذخیرة الفتاویٰ : 109/2)

سوال: ایک شخص نے وصیت کی کہ میرے فلاں وارث کو میرے مرنے کے بعد میری وراثت کے مال سے حج پر بھیجا جائے، جو میری طرف سے حج کرے،آیا اس وصیت کو نافذ کرنا جائز ہے؟

(جواب): یہ وصیت نافذ نہیں ہو سکتی، کیونکہ کوئی کسی کی طرف سے حج نہیں کر سکتا، البتہ اگر میت نے حج کی نذر مانی ہو اور وہ اپنی زندگی میں پوری نہ کر سکا ہو، تو میت کی طرف سے حج کی نذر ولی پوری کرے گا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَا يَصُمْ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يَحُجَّ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ .

''کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے نہ حج کرے۔''

(جزء أبي الجهم : 24، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): رکوع وسجود میں کتنی بار تسبیحات پڑھنی چاہئیں؟

(جواب): رکوع وسجود میں کم از کم تین بار تسبیحات پڑھنی چاہییں۔

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ کو اکٹھا کیا اور انہیں نماز پڑھ کر دکھائی اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قرار دیا۔ رکوع میں تین بار یہ دعا پڑھی:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ .

''اللہ تعالیٰ اپنے تعریف کے ساتھ پاک ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 343/5، وسندهٗ حسنٌ)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَحِبُّونَ أَنْ لَا يَنْقُصَ الرَّجُلُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ مِنْ ثَلَاثِ تَسْبِيحَاتٍ .

''اہل علم کے نزدیک اسی پر عمل ہے، ان کے نزدیک مستحب یہی ہے کہ کوئی شخص رکوع وسجود میں تسبیحات کو تین سے کم تعداد میں نہ پڑھے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم :261)

سوال: احناف کی مساجد میں جب کوئی شخص دوران خطبہ آتا ہے، تو وہ دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھ جاتا ہے، بعد میں جب اذان کہی جاتی ہے، تو اس کے بعد سبھی لوگوں کو چار رکعت پڑھنے کا وقت دیا جاتا ہے، احناف اس طریقہ پر درج ذیل روایت سے استدلال بھی کرتے ہیں۔

❀ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَاةٌ، ثَلَاثًا، لِمَنْ شَاءَ .

”ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے، پھر فرمایا: اس کے لئے جو پڑھنا چاہے۔“

(صحيح البخاري : 624؛ صحيح مسلم : 838)

پہلی اذان سے مراد بالاتفاق اذان اور دوسری سے مراد اقامت ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ یہاں ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز کی مشروعیت بیان ہوئی ہے، لہٰذا جمعہ کی اذان اور اقامت کے درمیان بھی نماز ہے، ہم جو چار رکعت پڑھتے ہیں، وہ اسی حدیث کے مطابق پڑھتے ہیں۔

اس استدلال کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: یہ استدلال کئی وجوہ سے مخدوش ہے۔

① اگر اس حدیث کے عموم کی بنیاد پر یہ کہا جائے، تو بھی احناف کا استدلال درست نہیں، کیونکہ وہ خود بھی مغرب کی اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنے کے قائل وفاعل نہیں۔

❀ علمائے احناف نے لکھا ہے:

لَا قَبْلَ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ .

''نمازمغرب سے پہلے نفل نہیں پڑھے گا۔''

(الرّوضة السَّنِيّة في فقه الحنفية لابن بلبان، ص 78)

جبکہ نمازمغرب سے پہلے نوافل مشروعیت پر قولی، فعلی اور تقریری احادیث وآثار موجود ہیں۔اس کے باوجود احناف ان دو رکعتوں کے قائل نہیں۔لہٰذا اس حدیث کے عموم پر احناف کا اپنا عمل نہیں۔

② دوران خطبہ آنے والے کو نبی کریم ﷺ نے دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔یہ حکم منصوص ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا .

''جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آنے والا دو مختصر رکعت پڑھ کر بیٹھے۔''

(صحيح البخاري : 1166؛ صحيح مسلم : 875، واللّفظ لهٗ)

یہ اور اس طرح کی دیگر احادیث وآثار پر احناف کا عمل نہیں۔نص کو چھوڑ کر عمومی احادیث سے استدلال درست نہیں۔

❀ علمائے احناف لکھتے ہیں:

...... وَلَا وَقْتَ خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ .

''دوران خطبہ آنے والا نماز نہ پڑھے۔''

(الرّوضة السَّنِيّة في فقه الحنفية لابن بلبان، ص 78)

③ اسلاف اُمت میں سے کسی نے اس مذکورہ بالا حدیث سے جمعہ سے پہلے چار رکعت پر دلیل نہیں بنایا۔ ائمہ محدثین سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کی مراد کو پانے والے تھے۔

④ جمعہ سے پہلے نماز متعین نہیں، بغیر دلیل کے کسی موقع پر نماز کی رکعات کو متعین نہیں کیا جا سکتا۔ امام کے منبر پر بیٹھنے سے پہلے پہلے چاہے تو دو رکعت پڑھے، چاہے چار پڑھے، چاہے آٹھ پڑھے یا اس سے زیادہ۔ البتہ امام کے منبر پر براجمان ہونے کے بعد جو بھی آئے گا، وہ دو رکعت پڑھ کر بیٹھے گا، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔

⑤ احناف تقریر کو خطبہ نہیں سمجھتے، اگر وہ خطبہ نہ بھی سمجھیں، تو دوران تقریر آنے والے کے لیے نماز پڑھنے میں کیا مانع ہے؟ جبکہ حدیث مبارکہ میں ہے:

❀ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَّجْلِسَ .

''مسجد میں داخل ہوں، تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کر لیں۔''

(صحيح البخاري : 444، صحيح مسلم : 714)

سوال: بعض لوگ وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: بعض لوگ وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، یا انگلی اٹھاتے ہیں، یہ غیر ثابت عمل ہے۔

سوال: بعض لوگ وضو کے بعد سورت قدر کی تلاوت کرتے ہیں، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: وضو کے بعد سورت قدر کی تلاوت کرنا ثابت نہیں، لہٰذا اس موقع پر اس سورت کی تلاوت کرنا بدعت ٹھہرے گا۔

علامہ شامی حنفی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) سے نقل کرتے ہیں:

إِنَّہٗ لَمْ یَثْبُتْ مِنْہَا شَيْءٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، لَا مِنْ قَوْلِہٖ وَلَا مِنْ فِعْلِہٖ.

''وضو کے بعد سورت قدر پڑھنے کے متعلق نبی کریم ﷺ کے قول وفعل سے کچھ بھی ثابت نہیں۔''

(فتاویٰ شامی: 131/1)

سوال: احناف کے نزدیک فرائض کی آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے علاوہ کچھ نہیں پڑھنا چاہیے، جبکہ سنتوں کی آخری دو رکعتوں میں سورت فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت ملانی چاہیے یا کم سے کم تین آیات پڑھنی چاہییں۔ یہ مؤقف کہاں تک درست ہے؟

جواب: اس فرق پر کوئی دلیل نہیں۔ فرائض ہوں یا سنن، آخری دو رکعتوں سورت فاتحہ کے بعد سورت فاتحہ پڑھنا جائز اور مستحب ہے، البتہ اگر کوئی سورت فاتحہ پر ہی اکتفا کر لے، تو حرج نہیں۔

سوال: عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کب سے کب تک کہنی چاہئیں؟

جواب: عشرہ ذوالحجہ میں تکبیرات کا آغاز یکم ذوالحجہ سے کر دیا جائے اور تیرہ ذوالحجہ کی شام تک جاری رکھنی چاہئیں۔ نو ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک تکبیرات فرض نمازوں کے بعد بھی پڑھی جاسکتی ہیں، اس پر صحابہ اور تابعین کے آثار ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق تکبیرات نو ذوالحجہ کی صبح سے لے کر دس ذوالحجہ کی عصر تک پڑھی جائیں گی۔ جبکہ صاحبین (قاضی ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی) کے نزدیک تیرہ ذو الحجہ کی عصر تک تکبیرات پڑھی جائیں گی۔ اسی پر اعتماد وعمل اور فتویٰ ہے، واللہ اعلم!

سوال: کیا باپ اپنے چھوٹے بیٹے کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے؟

جواب: کر سکتا ہے۔

سوال: اگر کوئی کافر کسی مسلمان سے قرآن کی تعلیم لینا چاہے، تو کیا اسے قرآن کریم پڑھایا جا سکتا ہے؟

جواب: اگر کافر قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اسے ضرور تعلیم دینی چاہیے، بعید نہیں کہ قرآن کریم اس پر اثر کرے اور اسے ہدایت مل جائے۔

سوال: بعض لوگ دوران وضو گردن کا مسح کرتے وقت اَللّٰھُمَّ أَعْتِقْ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ پڑھتے ہیں، کیا ایسا کرنا ثابت ہے؟

جواب: گردن کا مسح ثابت نہیں، بلکہ بدعت ہے اور نیز دوران وضو کوئی بھی دعا پڑھنا ثابت نہیں۔

سوال: انسان کے بالوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسانی بال پاک ہیں، زندہ ہو یا مردہ۔

سوال: بعض علما ہر مہینے کی مناسبت سے خطبہ جمعہ دیتے ہیں کہ اس مہینے میں ہونے والے اعمال کے بارے میں آگاہی دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: ایسا کرنا صحیح ہے۔ خطیب کو چاہیے کہ حالات حاضرہ کے مطابق گفتگو کرے، انسانوں کی بہترین دینی راہنمائی کرے۔ احکام شرعیہ بتائے، اسلام کے محاسن اور خوبیاں واضح کرے۔ بعض خطیب جھوٹی موٹی سیاست کو بھی مسجد میں لے آتے ہیں، ایسا کرنا درست نہیں۔

❀ علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ (۹۷۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ يَنْبَغِي لَهٗ أَنْ يُعَلِّمَهُمْ أَحْكَامَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ فِي الْجُمُعَةِ الَّتِي قَبْلَ عِيدِ الْفِطْرِ لِيَتَعَلَّمُوهَا وَيُخْرِجُوهَا قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلّٰى، وَلَمْ أَرَهٗ مَنْقُولًا وَالْعِلْمُ أَمَانَةٌ فِي عُنُقِ الْعُلَمَاءِ وَيُسْتَفَادُ مِنْ كَلَامِهِمْ أَنَّ الْخَطِيبَ إِذَا رَأَى بِهِمْ حَاجَةً إِلٰى مَعْرِفَةِ بَعْضِ الْأَحْكَامِ وَأَنَّهٗ يُعَلِّمُهُمْ إِيَّاهَا فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ خُصُوصًا فِي زَمَانِنَا مِنْ كَثْرَةِ الْجَهْلِ وَقِلَّةِ الْعِلْمِ فَيَنْبَغِي أَنْ يُعَلِّمَهُمْ أَحْكَامَ الصَّلَاةِ كَمَا لَا يَخْفٰى .

”خطیب کو چاہیے کہ عید الفطر سے پہلے جمعہ کو عوام الناس کو صدقہ فطر کے احکام کی تعلیم دے، تا کہ وہ ان احکام کو سیکھ لیں اور عید گاہ کی طرف نکلنے سے پہلے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیں۔ البتہ اس بارے میں مجھے کوئی نص نہیں ملی۔ علم ایک امانت ہے، جو علما کی ذمہ داری ہے۔ خطیب کو چاہیے کہ اگر وہ عوام الناس کو کسی حکم شرعی کی تعلیم دینے کی ضرورت محسوس کرے، تو انہیں خطبہ جمعہ میں اس حکم شرعی کی تعلیم دے، خاص طور پر ہمارے زمانہ میں کہ جب جہالت کا دور دورہ ہے اور علم کی کمی ہے، لہٰذا خطیب کو چاہیے کہ عوام کو نماز کے احکام کی تعلیم دے، یہ ضرورت کسی پر مخفی نہیں۔“

(البَحر الرّائق : 176/2)

سوال: کیا میت کی داڑھی اور بالوں کو کنگھی کی جا سکتی ہے؟

جواب: کی جا سکتی ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): ایک شخص نے حالت کفر میں حج کیا تھا، بعد میں مسلمان ہوا، کیا اب اس پر حج فرض ہوگا یا اسے پہلا حج ہی کافی ہے؟

(جواب): مسلمان ہونے کے بعد اگر استطاعت ہے، تو اس پر حج فرض ہے، قبول اسلام سے پہلے کیا گیا حج معتبر نہیں۔

(سوال): ایک شخص نے حج کیا، بعد میں کچھ عرصہ مرتد ہوا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی، کیا اسے پہلا حج کفایت کرے گا؟

(جواب): ارتداد کے بعد جب وہ دوبارہ تائب ہو کر مسلمان ہوا، تو اس وقت بھی اس پر حج فرض ہے، بشرطیکہ مالی وجسمانی استطاعت ہو، اسے پہلا حج کفایت نہ کرے گا۔

(سوال): ایک شخص مالی طاقت کے ساتھ ساتھ جسمانی استطاعت بھی رکھتا ہے، مگر پھر بھی بنفس نفیس حج پر نہیں جاتا، بلکہ کسی شخص کو اپنی طرف سے حج پر بھیج دیتا ہے، کیا اس کا حج ادا ہو جائے گا؟

(جواب): جس کے پاس مالی وجسمانی طاقت موجود ہو، اس پر فرض ہے کہ وہ خود حج پر جائے، کسی دوسرے کو اپنی طرف سے حج پر نہیں بھیج سکتا، اگر مالی وجسمانی استطاعت کے باوجود کسی دوسرے کو حج پر بھیج دیا، تو اس سے فرض ساقط نہ ہوگا۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا أَنَّ مَنْ عَلَيْهِ حَجَّةُ الْإِسْلَامِ، وَهُوَ قَادِرٌ لَا يُجْزِئُ إِلَّا أَنْ يَحُجَّ بِنَفْسِهِ، وَلَا يُجْزِئُ أَنْ يَحُجَّ عَنْهُ غَيْرُهُ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ جس پر حج فرض ہو اور وہ حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، تو اس کے لیے خود حج کرنا ضروری ہے، اگر کوئی دوسرا اس کی طرف سے حج کرے، تو اس کا فرض ادا نہ ہوگا۔''

(الإجماع، ص 77، الإشراف: 389/3)

سوال: ایک شخص نے بغیر احرام کا لباس پہنے حج کی نیت کی، کیا اس کا حج ہو جائے گا؟

جواب: احرام باندھنا حج کا رکن ہے، اس کے بغیر حج نہیں۔ مردوں کا احرام دو اَن سلی چادریں ہیں اور عورتیں عام لباس میں ہی احرام کی نیت کر لیں گی، البتہ احرام کی دیگر پابندیوں کا بھی خیال کریں گی۔

سوال: کیا حالت احرام میں مہندی لگانا جائز ہے؟

جواب: احرام کے دوران سر یا داڑھی کے بالوں کو مہندی لگانا جائز ہے۔

سوال: ایک شخص نے حالت احرام میں مونچھیں منڈوائیں، کیا حکم ہے؟

جواب: اس پر ایک دَم فدیہ ہے۔

سوال: عمرہ میں طواف اور سعی کر لی، صرف سر کے بال منڈوانا باقی تھے کہ محرم نے بیوی سے جماع کر لیا، اب کیا حکم ہے؟

جواب: عمرہ فاسد ہو گیا۔

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الْإِحْرَامَ لَا يَفْسُدُ إِلَّا بِالْجِمَاعِ، قَالَ اللّٰهُ

تَعَالٰی : ﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ﴾(البقرة : ۱۹۷)

''فقہائے کرام کا اجماع ہے کہ احرام صرف جماع کرنے سے فاسد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ﴾(البقرة : ۱۹۷) ''جس شخص نے ان مہینوں میں حج کو خود پر لازم کرلیا، تو پھر کوئی شہوانی عمل نہ ہو۔''

(الإقناع :211/1)

سوال:ایک شخص حج پر جانے کی مالی وجسمانی استطاعت رکھتا ہے، مگر اس کا کاروبار کچھ اس طرح کا ہے کہ وہ دو دن بھی وہاں سے چھٹی نہیں کرسکتا، کیا اس کے لیے خود حج پر جانا فرض ہے یا وہ کسی اور کو بھی اپنی طرف سے بھیج سکتا ہے؟

جواب:جس کے پاس مالی وجسمانی استطاعت موجود ہو، تو اس کے لیے خود حج پر جانا فرض ہے، کاروبار میں مصروفیت کوئی عذر نہیں، اسے چاہیے کہ کاروبار کا کسی بھی طرح بہتر بندوبست کرے اور باری تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لیے جائے، یہ محض بہانہ ہے کہ وقت نہیں ملتا، اللہ محفوظ رکھے، اسے کوئی مرض بھی لگ سکتا ہے، جو کئی دن تک طویل ہو سکتا ہے، پھر اس کے کاروبار کی دیکھ بھال کون کرے گا؟

اس لیے کاروبار کی مصروفیت کوئی شرعی عذر نہیں۔ اس پر حج فرض ہے اور اس کی ادائیگی کے لیے اسی خود ہی جانا ضروری ہے، ورنہ سخت مذمت کا مستحق ٹھہرے گا۔

❁ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ أَطَاقَ الْحَجَّ فَلَمْ يَحُجَّ، فَسَوَاءٌ عَلَيْهِ يَهُودِيًّا مَاتَ أَوْ نَصْرَانِيًّا .

''جو حج کرنے کی (مالی وجسمانی) طاقت رکھتا ہو، مگر حج نہ کرے، تو وہ یہودی

ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر، اس کے لیے برابر ہے۔''

(حلية الأولياء لأبي نُعَيم : 252/9، الدّرّ المنثور للسّيوطي : 275/2، صحيحٌ)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۸۵/۲) اور حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر : ۴۸۸/۲) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: ایک معذور شخص نے کسی کو اپنی طرف سے حج پر بھیجا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شخص رافضی تھا اور کفریہ اعتقادات رکھتا تھا، اب اس کے حج کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا رافضی جو کفریہ عقائد رکھتا ہو، اس کا حج معتبر نہیں، لہٰذا جس معذور شخص نے اپنی طرف سے رافضی کو حج پر بھیجا ہے، اس کا حج ادا نہیں ہوا، اس سے حجت کی فرضیت ساقط نہیں ہوئی، اسے چاہیے کہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو حج بدل کرائے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

إِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ عِبَادَتُهُمْ كُلُّ دَارٍ فِيهَا اسْمُ مُحَمَّدٍ .

''اللہ تعالیٰ کے خاص فرشتے ہیں، جو گھومتے پھرتے ہیں، ان کی عبادت ہر اس گھر کو تلاش کرنا ہے، جس میں محمد نام کا شخص رہتا ہو۔''

جواب: بے سروپا روایت ہے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ ثَابِتٍ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(الحاوِي للفتاوِي :439/1)

سوال: حج بدل میں نابالغ بچے کو حج پر بھیجنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں، حج بدل کے لیے بالغ شخص کو بھیجا جائے گا کہ جس نے اپنا فرض حج کر لیا ہو۔

سوال: ایک بیمار شخص نے کسی کو اپنی طرف سے حج پر بھیجا، دوران حج بھیجنے والا فوت ہو گیا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دوران حج، حج پر بھیجنے والا فوت ہو گیا، تو حج کرنے والا حج جاری رکھے، بھیجنے والے کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا۔

سوال: حج پر بھیجنے والے نے حج پر جانے والے کو زاد راہ میں رقم دی، حج مکمل ہونے کے بعد کچھ رقم بچ گئی، اس کا کیا کیا جائے؟

جواب: اسے چاہیے کہ حج پر بھیجنے والے کو وہ رقم واپس کر دے، اگر بھیجنے والا اسے رکھنے کے لیے کہے، تو وہ رکھ بھی سکتا ہے۔

سوال: کیا حج یا عمرہ کی نذر ماننا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

سوال: ایک گلوکار نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں گانا سپر ہٹ ہوا، تو میں اس سال عمرہ پر جاؤں گا، پھر اس کا گانا سپر ہٹ ہوا، اب کیا حکم ہے؟

جواب: ایسی نذر ماننا جائز نہیں، نذر کو گناہ کے ساتھ معلق کرنا گناہ ہے۔ بہر حال جب اس کا گانا سپر ہٹ ہوا ہے، تو وہ عمرہ پر جائے، کیونکہ عمرہ کرنا عمل خیر ہے، نیز آئندہ ایسی نذر ماننے سے توبہ کرے۔

سوال: اگر کسی نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پیدل حج کرنا کوئی نیکی نہیں، یہ خود کو خوامخواہ مشقت میں ڈالنا ہے، ایسی نذر کو توڑ دیا جائے۔

❀ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أُخْتَهُ، نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ، إِلَى الْبَيْتِ، وَاسْتَفْتٰى لَهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مُرْهَا فَلْتَرْكَبْ.

”ان کی بہن نے بیت اللہ تک پیدل چلنے کی نذر مانی تھی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ہمشیرہ کے متعلق فتویٰ دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں حکم دیں کہ وہ سوار ہو جائیں۔“

(صحیح البخاري: 1866، صحیح مسلم: 1644، المُنتقى لابن الجارود: 937)

❀ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى رَجُلًا يُّهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالُوا: نَذَرَ أَنْ يَّمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ تَعْذِيبِ هٰذَا نَفْسَهُ، فَأَمَرَهُ فَرَكِبَ.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اپنے بیٹوں کے سہارے چلتے ہوئے دیکھا، تو پوچھا: یہ کیا؟ انہوں نے کہا: اس نے بیت اللہ تک پیدل جانے کی نذر مانی ہے، تو فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات سے بے نیاز ہے کہ یہ اس نذر کے ذریعے اپنے آپ کو تکلیف پہنچائے۔ چنانچہ آپ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔“

(صحیح البخاري: 6701، صحیح مسلم: 1642، المُنتقٰی لابن الجارود: 939)

سوال: ایک شخص نے ابھی اپنا فرض حج نہیں کیا، پھر اس نے حج کرنے کی نذر مانی اور نذر کا حج کرلیا، کیا اس سے استطاعت کی صورت میں حج کی فرضیت ساقط ہوگئی یا نہیں؟

جواب: نذر کا حج کرنے سے زندگی میں فرض حج کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ نذر کا حج الگ ہے اور استطاعت کی صورت میں فرض ہونے والا حج الگ ہے، اس پر دونوں حج ادا کرنا فرض ہیں۔

سوال: ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے یا سیدنا اسحاق علیہ السلام؟

جواب: راجح اور صحیح قول کے مطابق ذبیح سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

✿ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

إِسْمَاعِيلُ هُوَ الذَّبِيحُ عَلَى الْقَوْلِ الصَّوَابِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ .

وَأَمَّا الْقَوْلُ بِأَنَّهُ إِسْحَاقُ فَبَاطِلٌ بِأَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ وَجْهًا، وَسَمِعْتُ شَيْخَ الْإِسْلَامِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ قَدَّسَ اللّٰهُ رُوحَهُ يَقُولُ : هٰذَا الْقَوْلُ إِنَّمَا هُوَ مُتَلَقًّى عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ .

”سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح ہیں، صحابہ، تابعین اور بعد والوں میں اہل علم کے یہاں یہی راجح بات ہے۔

یہ کہنا کہ ذبیح سے مراد سیدنا اسحاق علیہ السلام ہیں، تو یہ مؤقف بیس سے زائد وجوہ سے باطل ہے، میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) کو فرماتے ہوئے سنا: اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دینا کا مؤقف اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔“

(زاد المَعاد :71/1)

سوال: کیا دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوسکتی ہے؟

جواب: دنیا میں کوئی انسان اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، دنیا میں یہ رؤیت محال ہے، البتہ قیامت کے دن مؤمن اپنی آنکھوں سے باری تعالیٰ کا دیدار کریں گے، کافر روز قیامت بھی محروم رہیں گے۔ بہر حال دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ناممکن ہے، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔

❁ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی درخواست کی، تو اللہ نے فرمایا:

﴿لَنْ تَرَانِي﴾ (الأعراف : ۱۴۳)

''(موسیٰ!) تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔''

یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن نہیں۔

❁ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

يَقُولُ : أَنَا رَبُّكُمْ وَهُوَ أَعْوَرُ، وَرَبُّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ، وَلَنْ تَرَوْا رَبَّكُمْ حَتّٰى تَمُوتُوا .

''دجال مومن سے کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، حالانکہ وہ کانا ہوگا، یاد رکھئے گا کہ آپ کا رب کانا نہیں ہے اور آپ قیامت سے پہلے اللہ کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔''

(السُّنّة لابن أبي عاصم : 391، التّوحيد لابن خزيمة : 459/2، وسندہٗ حسنٌ)

❁ امام اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ (۱۹۳ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

هٰذَا فِي الدُّنْيَا .

''یہ دنیا کی بابت کہا جا رہا ہے۔''

(تفسير ابن أبي حاتم : 1363/4، وسندہٗ صحيحٌ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ لَا يَرَاهُ أَحَدٌ بِعَيْنِهٖ فِي الدُّنْيَا، لَا نَبِيَّ وَلَا غَيْرَ نَبِيٍّ، وَلَمْ يَتَنَازَعِ النَّاسُ فِي ذٰلِكَ إِلَّا فِي نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً، مَعَ أَنَّ أَحَادِيثَ الْمِعْرَاجِ الْمَعْرُوفَةَ لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنْهَا أَنَّهٗ رَآهُ أَصْلًا، وَإِنَّمَا رُوِيَ ذٰلِكَ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ مَوْضُوعٍ مِنْ طَرِيقِ أَبِي عُبَيْدَةَ ذَكَرَهُ الْخَلَّالُ وَالْقَاضِي أَبُو يَعْلٰى فِي كِتَابِ إِبْطَالِ التَّأْوِيلِ، وَأَهْلُ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ مُتَّفِقُونَ عَلٰى أَنَّهٗ حَدِيثٌ مَوْضُوعٌ كَذِبٌ.

''اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ دنیا میں کوئی شخص اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا، نہ کوئی نبی اور نہ غیر نبی، اس بارے میں لوگوں کو کوئی اختلاف نہیں، البتہ صرف ہمارے نبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اختلاف ہے، باوجود اس کے کہ معراج کی معروف احادیث میں کہیں بھی یہ نہیں ملا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہو، اس بارے میں مروی روایت ضعیف وموضوع ہے، جو ابوعبیدہ کی سند سے ہے، حافظ خلال رحمہ اللہ اور قاضی ابویعلی نے کتاب ابطال التاویل میں یہ حدیث ذکر کی ہے، جبکہ محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث من گھڑت اور جھوٹی ہے۔''

(منهاج السّنة : 636/2، مَجموع الفتاویٰ : 490/5)

سوال: کیا نیند میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے؟

جواب: نیند میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس کا صحیح علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس کے متعلق روایت ضعیف ہے۔

❀ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَخْتَلِفِ الْعُلَمَاءُ فِي جَوَازِ صِحَّةِ رُؤْيَةِ اللّٰهِ فِي الْمَنَامِ، وَإِذَا رُئِيَ عَلٰى صِفَةٍ لَا تَلِيقُ بِجَلَالِهٖ مِنْ صِفَاتِ الْأَجْسَامِ لِلتَّحْقِيقِ أَنَّ ذَاتَ الْمَرْئِيِّ غَيْرُ ذَاتِ اللّٰهِ .

''اس میں اہل علم کا اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنا ممکن ہے، البتہ جب اللہ تعالیٰ کو ایسی صورت میں دیکھا جائے، جو باری تعالیٰ کی جلالت کے لائق نہ ہو، مثلاً اجسام کی صفات کے ساتھ، تو لازمی طور پر دیکھی گئی ذات اللہ تعالیٰ نہیں ہے، بلکہ کوئی اور ذات ہے۔''

(إكمال المُعلم : 220/7)

سوال: درج ذیل آیت کریمہ میں کس رسول کا ذکر ہے؟

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

(البقرة : ۱۲۹)

''(ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی) ہمارے رب! ان میں انہی کی نسل سے ایک رسول بھیج، جو ان پر تیری آیات پڑھے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، نیز ان

کا تزکیہ کرے، بلاشبہ تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔‘‘

جواب: اس آیت کریمہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس رسول کے متعلق دعا مانگی ہے، اس سے مراد محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے۔

❁ علامہ علی بن ابراہیم حلبی شافعی رحمہ اللہ (۱۰۴۴ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ فِي يَنْبُوعِ الْحَيَاةِ : أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ الرَّسُولَ الْمَذْكُورَ هٰهُنَا هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

’’علامہ ابن ظفر صقلی رحمہ اللہ (۵۶۵ھ) نے اپنی کتاب ینبوع الحیاۃ میں لکھا ہے کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت مبارکہ میں مذکور رسول سے مراد محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔‘‘

(السّیرة الحلبیة :72/1)

سوال: متعہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: متعہ قیامت تک حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی متعہ کو حرام سمجھتے تھے، اگر کسی صحابی نے اجتہاداً متعہ کے جواز کی بات کی، تو ان کا بھی رجوع ثابت ہے۔ بعد میں ساری اُمت متعہ کے عدم جواز پر متفق ہوگئی۔

❁ سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْحَجَرِ وَالْبَابِ قَائِمٌ يَّخْطُبُ وَهُوَ يَقُولُ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الِاسْتِمْتَاعِ مِنْ هٰذِهِ النِّسَاءِ أَلَا فَإِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ ذٰلِكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهٗ مِنْهُنَّ شَيْئًا فَلْيُخَلِّ

سَبِيلَهَا وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا .

''رسول اللہ ﷺ حطیم اور (بیت اللہ کے) دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے: لوگو! میں نے آپ کو ان عورتوں سے استمتاع کی اجازت دی تھی، سن لیں! اللہ نے قیامت کے دن تک اس (متعہ) کو حرام کر دیا ہے، لہٰذا جس کے پاس اس قسم کی کوئی عورت موجود ہو، تو وہ اسے آزاد کر دے اور جو کچھ بھی ان کو دے رکھا ہے، اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لینا۔''

(مسند الإمام أحمد : 405/3، سنن الدّارمي : 2195، صحيح مسلم : 1406، المُنتقٰى لابن الجارود : 699)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

نِكَاحُ الْمُتْعَةِ بَاطِلٌ .

''نکاح متعہ باطل ہے۔''

(الهِداية :190/1)

❁ علامہ علی بن ابراہیم حلبی شافعی رحمہ اللہ (۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ نِكَاحَ الْمُتْعَةِ كَانَ مُبَاحًا، ثُمَّ نُسِخَ ...... وَاسْتَمَرَّ تَحْرِيمُهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَكَانَ فِيهِ خِلَافٌ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ ثُمَّ ارْتَفَعَ، وَأَجْمَعُوا عَلٰى تَحْرِيمِهٖ وَعَدَمِ جَوَازِهٖ .

''حاصل کلام یہ ہے کہ نکاح متعہ پہلے مباح تھا، بعد میں منسوخ ہو گیا۔...... اب اس کی حرمت قیامت تک ہے۔ صدر اول میں اس میں بعض اختلاف تھا، بعد میں وہ اختلاف بھی ختم ہو گیا اور تمام صحابہ و تابعین کا متعہ کے حرام اور ناجائز

ہونے پر اجماع ہو گیا۔‘‘

(السّیرۃ الحلبیۃ : 148/3)

❁ مشہور شیعہ عالم قاضی نور اللہ تستری (۱۰۱۹ھ) نے لکھا ہے:

إِنَّ مَا نَسَبَهُ إِلَى أَصْحَابِنَا مِنْ أَنَّهُمْ جَوَّزُوا أَنْ يُمَتِّعَ الرِّجَالُ الْمُتَعَدِّدُونَ لَيْلَةً وَّاحِدَةً مَثَلًا امْرَأَةً سَوَاءً كَانَتْ مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ أَمْ لَا ...... الخ...... مِمَّا قَدْ خَانَ فِي بَعْضِ قُيُودِهِ، وَذٰلِكَ لِأَنَّ الْأَصْحَابَ قَدْ خَصُّوا ذٰلِكَ بِالْآيِسَةِ لَا بِمَا يَعُمُّ الْآيِسَةَ وَغَيْرَهَا مِنْ ذَوَاتِ الْأَقْرَاءِ، وَحِينَئِذٍ فَدَفَعَ الْاِسْتِبْعَادُ الْعَقْلِيُّ ظَاهِرًا، لِأَنَّ الْغَايَةَ وَالْحِكْمَةَ فِي الْعِدَّةِ مِنْ غَيْرِ الْمُتَوَفّٰى عَنْهَا زَوْجُهَا اسْتِبْرَاءَ الرَّحِمِ؛ حِفْظًا لِلنَّسَبِ وَهُوَ مُنْتَفٍ فِي الْآيِسَةِ وَالصَّغِيرَةِ.

’’یہ جو اہل سنت نے ہمارے (رافضی) علما کی طرف منسوب کیا ہے کہ شیعہ کے نزدیک کئی مردوں کا ایک ہی رات میں ایک ہی عورت کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے، خواہ اس عورت کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ الخ۔ اس سنی عالم نے بعض قیود میں خیانت کی ہے، وہ اس طرح کہ ہمارے (رافضی) علما نے مذکورہ صورت کو آیسہ (جس عورت کو حیض نہ آتا ہو) کے ساتھ خاص کیا ہے، نہ کہ ہر عورت کو شامل کیا ہے، جسے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اس وضاحت کے بعد عقلی بُعد تو دور ہوا، کیونکہ وفات شوہر والی عورت کے علاوہ عورت کی عدت میں

حکمت اور مقصد استبرائے رحم ہے، تاکہ نسب کی حفاظت رہے اور یہ خدشہ آیسہ (جسے حیض آتا ہی نہ ہو) اور نابالغ بچی میں موجود نہیں۔''

(مَصائِب النَّواصِب، ص 156)

معلوم ہوا کہ روافض کے نزدیک بعض قیود کے ساتھ متعہ دوریہ جائز ہے، یعنی ایک ہی وقت میں کئی مردوں کا آیسہ (جسے حیض آنا بند ہو جائے) اور نابالغ بچی سے متعہ کرنا جائز ہے، کیونکہ ان دونوں سے ولادت کا امکان نہیں۔

سوال: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد امہات المومنین میں سے سب سے پہلے کون فوت ہوئیں؟

جواب: سب سے پہلے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔ اس بارے میں نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی پیشین گوئی کی تھی۔

❁ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات سے فرمایا:

أَسْرَعُكُنَّ لَحَاقًا بِي أَطْوَلُكُنَّ يَدًا قَالَتْ : فَكُنَّ يَتَطَاوَلْنَ أَيَّتُهُنَّ أَطْوَلُ يَدًا، قَالَتْ : فَكَانَتْ أَطْوَلَنَا يَدًا زَيْنَبُ، لِأَنَّهَا كَانَتْ تَعْمَلُ بِيَدِهَا وَتَصَدَّقُ .

''آپ میں سے سب سے پہلے میرے ساتھ ملاقات اس کی ہوگی، جو آپ میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ازواج مطہرات اپنے ہاتھوں کو ماپنے لگیں کہ کس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں؟ تو سب سے لمبے ہاتھ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے تھے، کیونکہ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی تھیں اور (بکثرت) صدقہ کرتی تھیں۔''

(صحيح البخاري: 1420، صحيح مسلم: 2452، واللّفظ لهٗ)

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ أَهْلُ السِّيَرِ أَنَّهَا أَوَّلُ نِسَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتًا بَعْدَهٗ.

”سیرت نگاروں کا اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امہات المومنین میں سے سب سے پہلے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔“

(تهذيب الأسماء واللُّغات: 345/2)

سوال: حالت اعتکاف میں نکاح کرنا کیسا ہے؟

جواب: حالت اعتکاف میں نکاح بالاتفاق جائز ہے۔

✿ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا يَكْرَهُ لِلْمُعْتَكِفِ وَلَا لِلْمُعْتَكِفَةِ أَنْ يَنْكِحَا فِي اعْتِكَافِهِمَا مَا لَمْ يَكُنِ الْمَسِيسُ، فَيُكْرَهُ.

”میں نے کسی کو نہیں سنا کہ وہ اعتکاف کرنے والے مرد یا عورت کے لیے دوران اعتکاف نکاح کرنے کو مکروہ خیال کرتا ہو، بشرطیکہ دوران اعتکاف خلوت اختیار نہ کریں، ورنہ مکروہ (تحریمی) ہے۔“

(موطأ الإمام مالك: 318/1)

سوال: نبی کریم ﷺ کے کتنے بہن بھائی تھے؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے حقیقی بہن بھائیوں کے متعلق کچھ ثابت نہیں۔

✿ علامہ علی بن ابراہیم حلبی رحمہ اللہ (۱۰۴۴ھ) نقل کرتے ہیں:

نَقَلَ إِجْمَاعَ عُلَمَاءِ النَّقْلِ عَلٰى أَنَّ آمِنَةَ لَمْ تَحْمِلْ بِغَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''حافظ سبط ابن الجوزی رحمہ اللہ (۶۵۴ھ) نے اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے کہ بی بی آمنہ کے ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی حمل نہیں ہوا۔''

(السّيرة الحلبية :76/1)

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَلِدْ أَبَوَاهُ غَيْرَهُ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اولاد نہیں تھی۔''

(أنموذج اللّبيب في خَصائص الحَبيب :218/1)

سوال: نماز میں جمائی لی، ساتھ ساتھ الفاظ بھی پڑھتا رہا، کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں جمائی آئے، تو حتی الوسع اسے روکا جائے، جمائی آنے کے دوران جو الفاظ پڑھے، انہیں دوبارہ پڑھا جائے۔

سوال: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حفظ حدیث کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ میں حافظ حدیث تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حافظہ کے لیے دعا کی، جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَنْ يَّبْسُطَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هٰذِهٖ، ثُمَّ يَجْمَعَهٗ إِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِي شَيْئًا أَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَيَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا، حَتّٰى قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ، ثُمَّ جَمَعْتُهَا إِلٰى صَدْرِي، فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ، مَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ تِلْكَ إِلٰى يَوْمِي هٰذَا .

''میری گفتگو (حدیث کی مجلس) مکمل ہونے تک جو بھی اپنا کپڑا بچھائے رکھے گا، پھر اسے سینے سے لگا لے گا، تو اسے میری یہ حدیثیں کبھی نہیں بھولیں گی۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) میں نے اپنی چادر بچھا لی، میرے جسم پر اس کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہ تھا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی گفتگو کا اختتام کیا، تو میں نے اس چادر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ تو اس ذات کی قسم، جس نے نبی کریم ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا! مجھے تب سے لے کر آج تک آپ ﷺ کی وہ گفتگو نہیں بھولی۔''

(صحيح البخاري : 2350، صحيح مسلم : 2493)

❁ قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِي الْحَدِيثِ فَضِيلَةُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، اسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ، فَكَانَ حَافِظَ الْأُمَّةِ .

''اس حدیث میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا قبول فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ حافظ الامت بن گئے۔''

(شرح صحيح البخاري : 66/4)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : (بَابُ حِفْظِ الْعِلْمِ) لَمْ يَذْكُرْ فِي الْبَابِ شَيْئًا عَنْ غَيْرِ

أَبِي هُرَيْرَةَ وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ كَانَ أَحْفَظَ الصَّحَابَةِ لِلْحَدِيثِ .

''امام بخاری رحمہ اللہ نے باب حفظ العلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور صحابی کی حدیث نقل نہیں کی، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے بڑے حافظ حدیث ہیں۔''

(فتح الباري :214/1)

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے وقت چھینک لی؟

جواب: کسی روایت میں ایسا کچھ ثابت نہیں۔

✿ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَقِفْ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَحَادِيثِ مُصَرِّحًا عَلٰى أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وُلِدَ عَطَسَ .

''مجھے کسی حدیث میں صراحت نہیں ملی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے وقت چھینک لی ہو۔''

(الحاوِي للفتاوِي :444/1)

سوال: کیا شق صدر کا معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے؟

جواب: جی ہاں۔

سوال: کرامات اولیاء کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: کرامات اولیا برحق ہیں، اس پر اہل سنت والجماعت کا اجماع واتفاق ہے۔

کرامات اولیاء اللہ کا انکار اصل میں زندقت ہے، کیونکہ کرامات کا انکار سبیل مؤمنین کی مخالفت ہے، جسے قرآن میں گمراہی قرار دیا گیا ہے۔

❀ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (۵٦۱ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعُوا عَلٰى تَسْلِيمِ الْمُعْجِزَاتِ لِلْأَنْبِيَاءِ، وَالْكَرَامَاتِ لِلْأَوْلِيَاءِ .

''انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات کو تسلیم کیا جائے گا، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔''

(غُنية الطّالبين :164/1)

سوال: رحم مادر میں بچے کی صورت کون بناتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہی رحم مادر میں بچے کی شکل وصورت بناتا ہے۔قرآن وحدیث میں جنین کے متعلق بڑی تفصیل بیان ہوئی ہے، یہ کوئی ایسا قدرتی عمل نہیں ہوتا، جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ بغیر انجام پاتا ہو۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انسان ایک جرثومہ تھا، ارتقا کے عمل سے گزر کر بندر بنا، اس کے بعد ارتقاء ہوتے ہوتے انسان وجود میں آ گیا، یہ باطل اور بے حقیقت نظریہ ہے۔

رحم مادر میں جو کچھ ہوتا ہے، اس کے متعلق بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا ہے۔ وحی کے بغیر رحم کے مکمل حالات جاننا ممکن نہیں۔

❀ علامہ ابو محمد ہبۃ اللہ بن بارزی حموی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''المقام الاسنٰی فی شرح اسماء اللہ الحسنٰی میں فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْمُوَحِّدُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَهْلِ الْكِتَابِ أَنَّ إِلٰهَ الْعَالَمِ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُ الْجَنِينَ فِي الرَّحِمِ مِنْ غَيْرِ اسْتِعَانَةٍ عَلَيْهِ بِغَيْرِهِ، وَمِنْ غَيْرِ طَبِيعَةٍ تُوجِبُ تِلْكَ الصُّورَةَ لِلْجَنِينِ، بَلْ يُصَوِّرُهُ مِنْ مَاءِ الْأَبِ وَمَاءِ الرَّحِمِ .

''مسلمانوں اور اہل کتاب میں تمام اہل توحید کا اجماع ہے کہ الٰہ العالمین ہی رحم مادر میں جنین کی شکل بناتا ہے، اس پر وہ کسی کی مدد نہیں لیتا، نیز یہ کوئی ایسا طبیعی معاملہ نہیں ہوتا، جو خود ہی جنین کی صورت بنا دے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ماں باپ کے نطفہ سے جنین کی صورت بناتا ہے۔''

(جامع الآثار في السِّيَر ومولد المُختار لابن ناصر الدّين : 455/2)

سوال: سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان کون لایا؟

جواب: مطلق طور پر سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نمبر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے کوئی مرد یا عورت ایمان نہیں لائی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بعد مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور بچوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

❁ علامہ ثعلبی رحمہ اللہ (۴۲۷ھ) فرماتے ہیں:

اِتِّفَاقُهُمْ أَنَّهَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَتْهُ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔''

(تفسير الثّعلبي : 83/5)

❁ علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ (۶۳۰ھ) فرماتے ہیں:

اَلْاِتِّفَاقُ عَلٰى أَنَّ خَدِيجَةَ أَوَّلُ خَلْقِ اللّٰهِ إِسْلَامًا .

''اس پر اتفاق ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے اسلام لائیں۔''

(الكامل في التّاريخ :655/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ جَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُحَقِّقِينَ .

”(سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لائیں) محققین علما کے ہاں یہی درست بات ہے۔“

(التّقریب، ص 93، الإرشاد: 602/2)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایمان ابو طالب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب مسلمان نہیں تھے۔ اس موقف پر قرآن وحدیث کے دلائل شاہد ہیں۔ ائمہ دین کی تصریحات اس پر مستزاد ہیں۔اس کے باوجود ایک فرقہ ابو طالب کے ایمان پر مُصر ہے، مگر ان کے پاس کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں۔

❀ علامہ مظہری حنفی رحمہ اللہ (۷۲۷ھ)، علامہ ابن ملک حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ)، علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ (۹۸۶ھ) اور علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يُؤْمِنْ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ .

''اہل سنت کے نزدیک ابو طالب ایمان نہیں لائے تھے۔''

(المَفاتيح شرح المَصابيح : 404/5، شرح المَصابيح : 553/5، مَجمع بَحار الأنوار : 481/1، مِرقاة المَفاتيح : 3445/8)

❀ سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

يَا رَسُولَ اللّٰهِ، هَلْ نَفَعْتَ أَبَا طَالِبٍ بِشَيْءٍ، فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ؟ قَالَ : نَعَمْ، هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ

نَارٍ، وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ .

”اللہ کے رسول! کیا آپ نے ابو طالب کو کوئی فائدہ دیا؟ وہ تو آپ کا دفاع کیا کرتے تھے اور آپ کے لیے دوسروں سے غصے ہو جایا کرتے تھے۔ فرمایا: جی ہاں! (میں نے اُنہیں فائدہ پہنچایا ہے) وہ اب بالائی طبقے میں ہیں، اگر میں نہ ہوتا، تو جہنم کے نچلے حصہ میں ہوتے۔“

(صحیح البخاري : 3883، صحیح مسلم : 209)

✿ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ أَشَدُّ أَطْبَاقِ جَهَنَّمَ عَذَابًا، وَلِذٰلِكَ قَالَ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ وَكَانَ أَبُو طَالِبٍ يَسْتَحِقُّ ذٰلِكَ؛ إِذْ كَانَ قَدْ عَلِمَ صِدْقَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَمِيعِ حَالَاتِهٖ، وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أُمُورِهٖ مِنْ مَوْلِدِهٖ إِلٰى حِينَ اكْتِهَالِهٖ .

”جہنم کے نچلے درجے میں سب سے سخت عذاب ہوتا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ ”بلاشبہ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے۔“ ابو طالب اس درجہ کے مستحق تھے، کیونکہ وہ تمام حالات میں نبی کریم ﷺ کے سچے ہونے کو بخوبی جانتے تھے، ان پر نبی کریم ﷺ کی ولادت سے کہولت تک کوئی بھی گوشہ مخفی نہیں تھا۔“

(المُفهم : 83/3)

❀ سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا ذکر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَلَّهٗ تَنْفَعُهٗ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ، يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهٗ .

''شاید کہ انہیں میری سفارش قیامت کے دن فائدہ دے اور اُنہیں جہنم کے بالائی طبقہ میں رکھا جائے، جہاں عذاب صرف ٹخنوں تک ہو اور جس سے اُن کا دماغ کھولے گا۔''

(صحيح البخاري : 3885، صحيح مسلم : 210)

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْمُتَرَجّٰى فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَدْ تَحَقَّقَ وُقُوعُهٗ؛ إِذْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَجَدْتُّهٗ فِي غَمَرَاتٍ فَأَخْرَجْتُهٗ إِلٰى ضَحْضَاحٍ، فَكَأَنَّهٗ لَمَّا تَرَجّٰى ذٰلِكَ أُعْطِيَهٗ وَحُقِّقَ لَهٗ فَأَخْبَرَ بِهٖ .

''اس حدیث میں جو اُمید کی گئی ہے، وہ اُمید وقوع پذیر ہو گئی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''میں نے ابو طالب کو (جہنم کی) تہوں میں پایا، تو میں نے (اپنی سفارش اور تمنا سے) انہیں نکال کر جہنم کے بالائی طبقے میں کر دیا۔'' ہوسکتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمنا کی ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کو پورا کر دیا گیا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دے دی۔''

(المُفهم : 84/3)

سوال: کیا نماز کے وقت مسواک کرنا مکروہ ہے؟

جواب: بعض کہتے ہیں کہ مسواک کا استحباب وضو کے وقت ہے، نماز کے وقت مسواک مکروہ ہے، یہ مرجوح مؤقف ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضو کے وقت مسواک کرنا بھی مسنون و مستحب ہے اور نماز کے وقت بھی، خاص طور پر جب کسی کا پہلے سے وضو ہو اور نماز کے لیے دوبارہ وضو نہیں کرنا چاہتا، تو وہ مسواک کر سکتا ہے۔ البتہ اگر کسی نے وضو کے وقت مسواک کر لی ہے اور اس کے کچھ وقت بعد نماز پڑھنے لگا ہے، تو اب اسے مسواک کرنے کی ضرورت نہیں۔

❁ علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمہ اللہ (۹۸۶ھ) فرماتے ہیں:

لَا خِلَافَ فِي اسْتِحْبَابِهِ عِنْدَ الْوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ .

''وضو اور نماز کے وقت مسواک کرنے کے استحباب پر اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(مَجمع بَحار الأنوار : 153/3)

سوال: کیا بیت اللہ اور مسجد میں جھوٹی قسم اٹھانا بڑا جرم ہے؟

جواب: معظم مقامات اور معظم ایام میں گناہ کی سنگینی بھی بڑھ جاتی ہے۔ جھوٹی قسم اٹھانا ہر جگہ حرام ہے، مگر اس کی سنگینی حرم کعبہ اور مسجد میں مزید بڑھ جاتی ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لَا يَحْلِفُ رَجُلٌ عَلٰى يَمِينٍ آثِمًا عِنْدَ مِنْبَرِي هٰذَا وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ أَخْضَرَ إِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ .

''جس نے میرے اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھائی، اگرچہ وہ تازہ مسواک پر

ہی کیوں نہ ہو، تو اس نے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالیا۔''

(مسند الإمام أحمد : 344/3، سنن أبي داوٗد : 3246، وسندہٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۹۲۷ھ)، امام ابوعوانہ رحمہ اللہ (۵۹۸۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۳۶۸) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۲۹۷/۴) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: کیا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کی امارت سے معزول کر دیا گیا تھا؟

جواب: حجۃ الوداع سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا، انہیں حکم دیا کہ وہ حج کے ساتھ سورت برأت کی تبلیغ بھی کریں کہ آج کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے۔ بعد میں سورت برأت کی تبلیغ کا چارج ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج بنایا تھا اور وہ بدستور حج کے امیر رہے، سورت براءت کی تبلیغ کا حکم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا، سورت برأت کی تبلیغ کی ذمہ داری سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دینے کی وجہ بھی اہل علم نے بیان کی ہے کہ عرب میں معاہدہ ختم کرنے کا دستور یہ تھا کہ اس کا اعلان وہی کرے، جس نے عہد کیا یا اس کے قبیلے کا کوئی آدمی کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام جاہلی دستور سے ہٹ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا، لیکن اللہ نے حکم دیا کہ اپنے قبیلے کا کوئی آدمی اس کام کے لیے بھیجیں تا کہ حجت تمام ہو جائے اور ان کے حیلے کٹ جائیں اور وہ اپنے دستور کو دلیل نہ بنائے پھریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے ساتھ تبلیغ خاص نہ تھی۔ اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت برأت کی تبلیغ جو کہ دراصل مشرکوں سے معاہدے کی تنسیخ تھی کی ذمہ داری سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دی اور حج کے مطلق امیر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی رہے۔

کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کی امارت سے معزول کر دیا ہو، یہ محض جھوٹ ہے، جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا انکار کرنے کے لیے بولا گیا ہے۔

❀ شیخ اسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الرَّافِضِيُّ : الْحَادِي عَشَرَ : أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْفَذَهٗ لِأَدَاءِ سُورَةِ بَرَاءَ ةَ، ثُمَّ أَنْفَذَ عَلِيًّا، وَأَمَرَهٗ بِرَدِّهٖ، وَأَنْ يَتَوَلّٰى هُوَ ذٰلِكَ، وَمَنْ لَا يَصْلُحُ لِأَدَاءِ سُورَةٍ أَوْ بَعْضِهَا، فَكَيْفَ يَصْلُحُ لِلْإِمَامَةِ الْعَامَّةِ الْمُتَضَمِّنَةِ لِأَدَاءِ الْأَحْكَامِ إِلٰى جَمِيعِ الْأُمَّةِ؟!

وَالْجَوَابُ مِنْ وُجُوهٍ؛ أَحَدُهَا : أَنَّ هٰذَا كَذِبٌ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَبِالتَّوَاتُرِ الْعَامِّ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ أَبَا بَكْرٍ عَلَى الْحَجِّ سَنَةَ تِسْعٍ، لَمْ يَرُدَّهٗ وَلَا رَجَعَ، بَلْ هُوَ الَّذِي أَقَامَ لِلنَّاسِ الْحَجَّ ذٰلِكَ الْعَامَ، وَعَلِيٌّ مِنْ جُمْلَةِ رَعِيَّتِهٖ، يُصَلِّي خَلْفَهٗ، وَيَدْفَعُ بِدَفْعِهٖ، وَيَأْتَمِرُ بِأَمْرِهٖ كَسَائِرِ مَنْ مَعَهٗ، وَهٰذَا مِنَ الْعِلْمِ الْمُتَوَاتِرِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، لَمْ يَخْتَلِفِ اثْنَانِ فِي أَنَّ أَبَا بَكْرٍ هُوَ الَّذِي أَقَامَ الْحَجَّ ذٰلِكَ الْعَامَ بِأَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَيْفَ يُقَالُ : إِنَّهٗ أَمَرَهٗ بِرَدِّهٖ؟!

”رافضی کہتا ہے: گیارہویں دلیل: نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورت برأت کی تبلیغ کے لیے بھیجا، پھر نبی کریم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا اور ابو

بکر رضی اللہ عنہ کو واپس لوٹ آنے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ امیر حج بننے کا حکم دیا۔ جو شخص کسی سورت یا سورت کے کسی حصے کی تبلیغ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا، وہ امامت عامہ کی اہلیت کیسے رکھ سکتا ہے، جبکہ امامت عامہ میں تمام احکامات امت تک پہنچانا کی ذمہ داری ہوتی ہے؟!

اس کا جواب متعدد وجوہ سے ہے؛ ① یہ سراسر جھوٹ ہے، اس کے جھوٹ ہونے پر اہل علم کا اتفاق اور تواتر نقلی دلالت کناں ہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سن نو ہجری میں امیر حج بنایا، انہیں نہ معزول کیا اور نہ وہ واپس آئے، بلکہ اس سال سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی نے لوگوں کو حج کرایا (اور وہ امیر حج رہے) اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان کے جملہ رعایا میں شامل تھے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہر حکم کی بجا آوری کرتے رہے، جس طرح دیگر صحابہ کرتے رہے۔ اہل علم کے ہاں یہ بات متواتر منقول ہے، اس میں دو افراد کا بھی اختلاف نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہی اس سال حج کروایا، تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آنے کا حکم دیا تھا؟!''

(مِنهاج السّنّة : 296/8)

سوال: درج ذیل روایت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

❀ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

قَتْلُ عَلِيٍّ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدِ وُدٍّ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ .

''علی کا عمرو بن عبد ود کو قتل کرنا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔''

جواب: یہ جھوٹی روایت ہے۔

❀ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ الَّذِي ذَكَرَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... مِنَ الْأَحَادِيثِ الْمَوْضُوعَةِ، وَلِهٰذَا لَمْ يَرْوِهِ أَحَدٌ مِّنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكُتُبِ الَّتِي يُعْتَمَدُ عَلَيْهَا، بَلْ وَلَا يُعْرَفُ لَهُ إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَلَا ضَعِيفٌ، وَهُوَ كَذِبٌ لَا يَجُوزُ نِسْبَتُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ قَتْلُ كَافِرٍ أَفْضَلَ مِنْ عِبَادَةِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يَدْخُلُ فِيهِ عِبَادَةُ الْأَنْبِيَاءِ .

”یہ جو نبی کریم ﷺ سے منسوب حدیث نقل کی ہے...... یہ من گھڑت روایات میں سے ہے، اسی لیے مسلمان علما میں سے کسی نے کسی بھی معتمد کتاب میں ذکر نہیں کی، بلکہ اس کی کوئی صحیح یا ضعیف سند بھی معلوم نہیں۔ یہ جھوٹ ہے، اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنا جائز نہیں، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا ہے کہ ایک کافر کا قتل جن وانس کی عبادت سے افضل ہو، کیونکہ اس میں انبیائے کرام علیہم السلام کی عبادات میں شامل ہیں۔“

(مِنهاج السّنة : 8/109)

سوال: جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا، تو اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر مبارک کتنی تھی؟

جواب: اس بارے میں کچھ ثابت نہیں، بعض کہتے ہیں کہ آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک تینتیس برس تھی، مگر اس پر کوئی معتبر دلیل نہیں۔

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

أَمَّا مَا يُذْكَرُ عَنِ الْمَسِيحِ أَنَّهُ رُفِعَ إِلَى السَّمَاءِ وَلَهُ ثَلَاثٌ وَثَلَاثُونَ سَنَةً فَهٰذَا لَا يُعْرَفُ لَهُ أَثَرٌ مُتَّصِلٌ يَجِبُ الْمَصِيرُ إِلَيْهِ .

''یہ جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت آپ علیہ السلام کی عمر تینتیس برس تھی، اس بارے میں کوئی متصل (اور ثابت) روایت نہیں کہ جس کی طرف رجوع کرنا واجب ہو۔''

(زاد المَعاد :1/82)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَشَارَ فِي صَلَاتِهِ إِشَارَةً تُفْهَمُ عَنْهُ، فَلْيَعُدْ لَهَا يَعْنِي الصَّلَاةَ .

''جس نے نماز میں اشارہ مفہمہ (جس کا معنی سمجھا جا سکتا ہو) کیا، تو اسے چاہیے کہ دوبارہ نماز پڑھے۔''

(سنن أبي داود : 944)

جواب: روایت منکر ہے، محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَثْبُتُ هٰذَا الْحَدِيثُ، إِسْنَادُهُ لَيْسَ بِشَيْءٍ .

''یہ حدیث ثابت نہیں، اس کی سند کچھ بھی نہیں۔''

(مَسائل ابن هانئ : 2038)

❁ امام اثرم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ لَيْسَ بِقَوِيِّ الْإِسْنَادِ .

''اس کی سند قوی نہیں۔''

(ناسخ الحديث ومَنسوخه، ص 40)

❁ امام ابوزرعہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي شَيْءٍ مِنَ الْأَحَادِيثِ هٰذَا الْكَلَامُ، وَلَيْسَ عِنْدِي بِذَاكَ الصَّحِيحِ .

''مذکورہ متن کسی حدیث میں نہیں ہے، میرے مطابق یہ الفاظ ثابت نہیں۔''

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 40/2)

❁ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ وَهْمٌ .

''یہ حدیث وہم ہے۔''

(سنن أبي داود، تحت الرقم : 944)

❁ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''باطل'' کہا ہے۔

(زاد المَعاد : 309/1)

سوال: کیا نماز جنازہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے؟

جواب: نماز جنازہ اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے، پہلی کسی اُمت میں نماز جنازہ مشروع نہیں رہا۔

❁ علامہ فاکہانی رحمہ اللہ (۷۳۴ھ) فرماتے ہیں:

هِيَ مِمَّا خَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهٖ هٰذِهِ الْأُمَّةَ .

''نماز جنازہ ان عبادات میں سے ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے ساتھ خاص کیا ہے۔''

(رِياض الأفهام في شرح عمدة الأحكام : 276/3)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے:

كَبَّرَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلٰی آدَمَ أَرْبَعًا .

''فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ میں چار تکبیرات کہیں۔''

(المُستدرك للحاكم : 1424)

روایت باطل ہے۔فرات بن سائب متروک ومنکر الحدیث ہے۔

اس کی متابعت محمد بن زیاد میمونی نے کی ہے۔

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 67/4)

سند جھوٹی ہے۔میمونی متروک وکذاب ہے۔

سوال: کیا قبر میں نابالغ بچے سے بھی سوال وجواب ہوتے ہیں؟

جواب: اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔

سوال: احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کی قرأت کا کیا حکم ہے؟

جواب: احناف کے نزدیک نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے، البتہ ان کے ہاں سورت فاتحہ ثناء اور دعا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: ولد الزنا اور اس کی ماں پر نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ولد الزنا اور اس کی ماں پر نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔

❀ امام مالک بن انس رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَ أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَكْرَهُ أَنْ يُصَلِّي عَلَى وَلَدِ الزِّنَا وَأُمِّهِ .

''میں ایسے کسی عالم کو نہیں جانتا، جو ولد الزنا اور اس کی ماں پر نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ خیال کرتا ہو۔''

(موطأ الإمام مالك: 230/1)

سوال: نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات کس دن ہوئی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی وفات سوموار کو ہوئی۔

(صحيح البخاري: 680)

اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

سوال: غیر مسلم میت کی ہڈیاں توڑنا کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ میت مسلمان کی ہو یا کافر کی، اس کی بے حرمتی کی اجازت نہیں، یہ مثلہ ہے، جس سے منع کر دیا گیا۔

❀ علامہ حسن بن منصور المعروف قاضیخان حنفی رحمہ اللہ (۵۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُكْسَرُ عِظَامُ الْيَهُودِ، وَإِذَا وُجِدَتْ فِي قُبُورِهِمْ لِأَنَّ حُرْمَةَ عِظَامِهِمْ كَحُرْمَةِ عِظَامِ الْمُسْلِمِ، لِأَنَّهُ لَمَّا حُرِّمَ إِيذَاءُهُ فِي حَيَاتِهِ تَجِبُ صِيَانَتُهُ عَنِ الْكَسْرِ بَعْدَ مَمَاتِهِ .

''یہود (کی میتوں) کی ہڈیوں کو بھی نہیں توڑا جائے گا، اگرچہ وہ قبروں میں

پڑی کیوں نہ ملیں، کیونکہ ان کی ہڈیوں کی بھی حرمت ایسے ہی ہے، جیسے مسلمان کی ہڈیوں کی حرمت ہے، اس لیے کہ جب (غیر حربی) یہودی کی زندگی میں اسے ایذاء دینا حرام ہے، تو مرنے کے بعد اس کی ہڈیوں کو توڑنے سے بچانا بھی واجب ہوا۔‘‘

(فتاویٰ قاضیخان: 92/1)

سوال: کیا رمضان اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سارے اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں، ان کا ثبوت قرآن وسنت پر موقوف ہے۔ رمضان کے اسم الٰہی ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

✿ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهُمْ : إِنَّهُ اسْمٌ مِنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَيْسَ بِصَحِيحٍ وَلَمْ يَصِحَّ فِيهِ شَيْءٌ وَإِنْ كَانَ قَدْ جَاءَ فِيهِ أَثَرٌ ضَعِيفٌ وَأَسْمَاءُ اللّٰهِ تَعَالٰى تَوْقِيفِيَّةٌ لَا تُطْلَقُ إِلَّا بِدَلِيلٍ صَحِيحٍ .

’’بعض کا یہ کہنا کہ رمضان اللہ تعالیٰ اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، بالکل صحیح نہیں، نہ اس بارے میں کچھ ثابت ہے، اگرچہ اس میں ایک ضعیف روایت آئی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ توقیفی ہیں جو صحیح دلیل سے ہی ثابت ہوتے ہیں۔‘‘

(شرح مسلم: 188/7)

تنبیہ:

✿ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُولُوا : «رَمَضَانُ» فَإِنَّ رَمَضَانَ اسْمٌ مِّنْ أَسْمَاءِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

قُولُوا : «شَهْرُ رَمَضَانَ» .

”رمضان مت کہیں، کیونکہ رمضان اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، بلکہ ماہِ رمضان کہیں۔“

(الكامل لابن عدي : 313/8، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 7904)

سند ضعیف ہے۔ابو معشر نجیح ضعیف اور سیء الحفظ ہے۔

اس روایت کو مرفوع بیان کرنا بھی خطا ہے۔اصلاً یہ روایت موقوف ہے اور موقوف کی سند بھی ضعیف ہے۔

❀ امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَطَأٌ؛ إِنَّمَا هُوَ قَوْلُ أَبِي هُرَيْرَةَ .

”یہ روایت خطا ہے، دراصل یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔“

(عِلَل الحديث لابن أبي حاتم : 111/3)

سوال: کیا احناف کے ہاں نماز جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین کیا جائے گا؟

جواب: احناف کے ہاں نماز جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین نہیں کیا جائے گا۔

❀ علامہ حسن بن منصور المعروف قاضیخان حنفی رحمہ اللہ (۵۹۲ھ) فرماتے ہیں:

لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِي إِلَّا مِنْ تَكْبِيرَةِ الْإِفْتِتَاحِ، وَقَالَ مَشَايِخُ بَلْخَ : تُرْفَعُ عِنْدَ جَمِيعِ التَّكْبِيرَاتِ، وَالصَّحِيحُ مَا قُلْنَا .

”نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے گا، مشائخ بلخ کہتے ہیں کہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کیا جائے گا، صحیح بات وہی ہے، جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔“

(شرح الجامع الصّغير :237/1)

سوال: کیا مہندی کی پیداوار میں عشر ہے؟

جواب: مہندی میں عشر نہیں۔

سوال: حج میں صفا و مروہ کی سعی کا کیا حکم ہے؟

جواب: صفا و مروہ کی سعی کرنا حج کے ارکان میں سے ہے۔ یہ فرض ہے۔

سوال: ایک شخص نے ایک ہی وقت میں کئی افراد کے بارے میں مال کی وصیت کی، اب اگر سبھی افراد کو مال دیا جائے، تو وہ ثلث مال سے زیادہ بنتا ہے، کیا حکم ہے؟

جواب: ثلث مال سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں، اب چونکہ میت نے زیادہ افراد کے بارے میں وصیت کی ہے، اگر وصیت کے مطابق ہر ہر شخص کو مال دیا جائے، تو وہ ثلث مال سے زیادہ بنتا ہے، جو کہ شرعا جائز نہیں، تو اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ اتنے افراد کو مال دے دیا جائے، جن کی مالیت ثلث مال تک بنتی ہے، باقی افراد کو محروم کر دیا جائے، اب ان افراد میں سے کن کو دیا جائے گا اور کن کو محروم رکھا جائے گا، اس کا فیصلہ قرعہ سے کیا جائے، جن جن کے نام کا قرعہ نکل آئے، انہیں وصیت کردہ مال دے دیا جائے، باقی افراد کو ترک کر دیا جائے۔ اس طرح وصیت پر بھی عمل ہو جائے گا اور شرعی حد سے تجاوز بھی نہ ہوگا۔

اس طرح کے مسئلہ میں قرعہ ڈالنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ سِتَّةَ مَمْلُوكِينَ لَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ، لَمْ يَكُنْ لَهُ مَالٌ غَيْرَهُمْ، فَدَعَا بِهِمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَزَّأَهُمْ أَثْلَاثًا، ثُمَّ أَقْرَعَ بَيْنَهُمْ، فَأَعْتَقَ اثْنَيْنِ، وَأَرَقَّ أَرْبَعَةً، وَقَالَ لَهُ قَوْلًا شَدِيدًا .

”ایک شخص نے موت کے وقت اپنے چھے غلاموں کو آزاد کر دیا۔اس کے پاس ان غلاموں کے علاوہ کوئی مال بھی نہیں تھا۔اللہ کے رسول ﷺ نے غلاموں کو بلا کر تین ٹولیوں میں تقسیم کر دیا اور ان کے درمیان قرعہ ڈالا۔(جس ٹولی کے نام قرعہ نکلا،ان) دو کو رہا کر دیا اور باقی چار کو غلامی میں برقرار رکھا۔ان کے مالک کے بارے میں بھی سخت بات فرمائی۔“

(صحیح مسلم : 1668)

سوال: ایک میت کا کل ترکہ تین لاکھ روپے ہے، دو لاکھ ستر ہزار روپے اس کے ذمہ قرض ہے، اس نے پچاس ہزار روپے کسی کے حق میں وصیت بھی کر رکھی ہے۔اس کا کوئی بھی وارث نہیں، ترکہ کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

جواب: ترکہ میں سب سے پہلے قرض کی ادائیگی کی جاتی ہے۔اس کے بعد وصیت کا نافذ کیا جاتا ہے، پھر ورثاء کے حصے نکالے جاتے ہیں۔

اب چونکہ میت کا کل ترکہ تین لاکھ ہے، جس میں سب سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جائے گا، جو کہ دو لاکھ ستر ہزار ہے، ادائیگی کے بعد باقی رقم تیس ہزار روپے رہ گئی، جبکہ وصیت پچاس ہزار روپے تھی، اب چونکہ رقم ہی تیس ہزار روپے بچی ہے، تو یہی تیس ہزار روپے وصیت میں دے دیے جائیں گے۔

یاد رہے کہ قرض کی رقم کو کم کر کے وصیت کی رقم پوری نہیں کی جائے گی، بلکہ پہلے قرض کی ادائیگی ہوگی، خواہ وصیت اور وراثت کی رقم کے لیے کچھ بچے یا نہ بچے۔

سوال: ایک شخص نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بایں الفاظ طلاق دی: ”میری روح تمہیں تین طلاق دیتی ہے۔“ کیا طلاق واقع ہوئی؟

جواب: غیر مدخولہ کی ایک ہی طلاق ہے، اسے دوسری یا تیسری طلاق دینا لغو ہے۔ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے عقد سے خارج ہو جاتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ صورت میں ایک ہی طلاق واقع ہوئی اور وہ اس کے عقد سے خارج ہو چکی ہے۔

سوال: کیا قبروں پر قرآن کی تلاوت کر کے اجرت لینا جائز ہے؟

جواب: قبرستان میں قرآن پڑھنا منع ہے، اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔

سوال: ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کا ایک لاکھ روپے قرض ادا کرنا ہے، پھر قرض دہندہ اور مقروض دونوں فوت ہو گئے، اب کیا حکم ہے؟

جواب: مقروض کے ورثا کی ذمہ داری ہے کہ وہ قرض دہندہ کے ورثاء کو ایک لاکھ روپے ادا کریں۔ قرض دہندہ کے مرنے سے قرض ختم نہیں ہوتا، بلکہ وہ قرض دہندہ کے ورثاء کا حق بن جاتا ہے۔

سوال: ایک شخص ہوائی جہاز میں سفر کر رہا ہے، اس نے ٹائم کے مطابق جہاز میں مغرب کی نماز پڑھ لی، پھر جہاز نے آگے سفر کیا، تو وہاں ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا ہے، اب کیا کرے؟

جواب: جب اس نے ایک بار ایک جگہ کے مطلع کے اعتبار سے مغرب کی نماز پڑھ لی ہے، تو دوسری جگہ کے اعتبار سے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

البتہ اگر اس نے پہلی جگہ غلطی سے غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھ لی ہے، تو غروب آفتاب کے بعد دوبارہ نماز پڑھے گا، کیونکہ نماز مغرب کو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا بالاجماع جائز نہیں۔

سوال: قسامہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

(جواب): قسامہ کا معنی ہے: باہم قسمیں اٹھانا۔ اصطلاحی اسے پچاس قسمیں اٹھانے پر بولا جاتا ہے، اس کی کچھ شروط و قیود ہیں۔

قسامہ ایک جاہلی طریقہ کار تھا، جسے رسول اللہ ﷺ نے بھی برقرار رکھا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اگر کسی علاقہ میں کوئی شخص مقتول ملے، اس کے متعلق یہ یقین ہو کہ اسے قتل کیا گیا ہے، مگر کوشش کے باوجود اس کے قاتل نہ علم نہ ہو سکے۔ اب یقیناً وہ قتل اس علاقے کے کسی ایک یا زیادہ افراد نے کیا ہے۔ اب اس علاقہ کے لوگوں کا اور مقتول کے ورثاء کا اختلاف ہو جائے۔ کسی کے پاس بھی دلیل اور شواہد نہ ہوں، تو حاکم وقت حالات و واقعات کا جائزہ لے کر پہلے مقتول کے ورثاء کو پچاس قسمیں اٹھانے کا کہے گا کہ قسم اٹھا کر کہیں کہ فلاں شخص نے یہ قتل کیا ہے، اب اگر وہ قسم اٹھائیں اور قاتلین اقرار کر لیں، تو اسی مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا، لیکن اگر ملزم قسم پر راضی نہ ہو یا مقتول کے ورثاء ہی قسمیں اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوں، تو جس علاقہ میں قتل ہوا ہے، وہاں کے پچاس افراد ایک ایک قسم اٹھائیں گے یا چند افراد پچاس قسموں کو تقسیم کر لیں گے کہ ہم نے قتل نہیں کیا، پھر اگر مقتول کے ورثاء اس پر راضی ہو جائیں، تو جن پر الزام لگا ہے، وہ بری ہو جائیں گے اور اگر ورثاء قسموں کو قبول نہ کریں، تو معاملہ حاکم وقت کے سپرد ہو جائے گا، خواہ وہ حکومتی خزانے سے دیت ادا کر دے، یا کوئی اور معاملہ کر لے۔

بہر حال قتل کے معاملہ کی ایک خاص صورت میں پچاس قسمیں اٹھانے کو قسامہ کہتے ہیں، کتب فقہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

❀ ایک انصاری صحابی بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَرَّ الْقَسَامَةَ عَلٰى مَا

كَانَتْ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ .

”رسول اللہ ﷺ نے قسامہ کو اسی طرح برقرار رکھا، جیسے دورِ جاہلیت میں تھا۔“

(صحیح مسلم : 1670، المُنتقٰی لابن الجارود : 798)

❁ سیدنا سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وُجِدَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَهْلٍ قَتِيلًا وَّقَالَ مَرَّةً : مَيِّتًا فِي قَلِيبٍ مِّنْ قُلَبِ خَيْبَرَ، أَوْ فَقِيرٍ مِّنْ فُقُرِهَا، فَجَاءَ عَمَّاهُ وَأَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سَهْلٍ وَقَدْ شَهِدَ بَدْرًا إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَكَلَّمَ أَخُوهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : الْكُبْرَ الْكُبْرَ، فَتَكَلَّمَ عَمُّهٗ مُحَيِّصَةُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا وَجَدْنَا عَبْدَ اللّٰهِ قَتِيلًا فِي قَلِيبٍ مِّنْ قُلَبِ خَيْبَرَ، قَالَ : فَيُقْسِمُ مِنْكُمْ خَمْسُونَ أَنَّ يَهُودَ قَتَلَتْهُ، قَالُوا : فَكَيْفَ نُقْسِمُ عَلٰى مَا لَمْ نَرَ؟ قَالَ : فَتُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ، قَالُوا : كَيْفَ نَرْضٰى بِهِمْ وَهُمْ مُشْرِكُونَ؟، وَقَالَ ابْنُ الْمُقْرِئِ : وَقَالَ مَرَّةً أُخْرٰى : فَقَالَ : تُبَرِّئُكُمْ يَهُودُ بِخَمْسِينَ يَحْلِفُونَ أَنَّهُمْ لَمْ يَقْتُلُوهُ وَلَمْ يَعْلَمُوا قَاتِلًا، فَقَالُوا : كَيْفَ نَرْضٰى بِأَيْمَانِ قَوْمٍ مُّشْرِكِينَ؟ قَالَ : فَيُقْسِمُ مِنْكُمْ خَمْسُونَ أَنَّهُمْ قَتَلُوهُ، قَالُوا : كَيْفَ نَحْلِفُ وَلَمْ نَرَ؟، فَوَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِهِ، فَرَكَضَتْنِي بَكْرَةٌ مِّنْهَا .

''عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ خیبر کے کسی کنویں یا گڑھے میں مقتول یا مردہ پائے گئے، ان کے دو چچا اور بھائی عبدالرحمٰن بن سہل جو کہ جنگ بدر میں بھی شریک تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، ان کے بھائی عبدالرحمٰن بات کرنے لگے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑے کو بات کرنے دیں۔ چنانچہ محیصہ رضی اللہ عنہ نے بات کی اور کہا: اللہ کے رسول! ہم نے عبداللہ کو خیبر کے کنویں میں مقتول پایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ میں سے پچاس آدمی قسمیں کھائیں کہ اسے یہودیوں نے قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: جو کام ہم نے دیکھا نہیں، اس پر ہم قسم کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: پھر یہود پچاس قسمیں کھا کر آپ سے بری ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا: ہم ان کی قسموں کو کس طرح قبول کر لیں، جب کہ وہ مشرک لوگ ہیں؟ ابن مقرئ کہتے ہیں: ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود پچاس قسمیں کھا کر آپ سے بری ہو جائیں گے کہ انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی انہیں قاتل کا علم ہے۔ انہوں نے کہا: ہم مشرک لوگوں کی قسموں کو کیسے قبول کر لیں؟ فرمایا: پھر آپ میں سے پچاس آدمی قسمیں کھائیں کہ انہوں (یہودیوں) نے ہی اسے قتل کیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہم دیکھے بنا قسم کیسے کھا سکتے ہیں؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے اس کی دیت ادا کر دی۔ ان میں سے ایک اونٹنی نے مجھے ٹانگ ماری تھی۔''

(صحيح البخاري : 3173، صحيح مسلم : 1669، المُنتقٰى لابن الجارود : 798)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: علی ہادی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: ابوالحسن علی بن محمد جواد بن علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق (۲۵۴ھ) کا لقب ''ہادی'' ہے۔ اہل سنت کے ہاں معتبر شخصیت ہیں۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ فَقِيهًا إِمَامًا مُتَعَبِّدًا ...... وَهُوَ أَحَدُ الْإِثْنَيْ عَشَرَ الَّذِينَ يَعْتَقِدُ الشِّيعَةُ الْغُلَاةُ عِصْمَتَهُمْ .

''آپ رحمہ اللہ فقیہ اور عابد امام تھے۔......آپ رحمہ اللہ ان بارہ ائمہ میں سے ہیں، جن کے متعلق غالی شیعہ عصمت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔''

(العِبَر: 364/1)

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

✿ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَمَّا احْتُضِرَ آدَمُ قَالَ لِبَنِيهِ : انْطَلِقُوا فَاجْتَنُوا لِي مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، فَخَرَجَ بَنُوهُ فَاسْتَقْبَلَتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ فَقَالُوا : أَيْنَ تُرِيدُونَ؟ قَالُوا : بَعَثَنَا أَبُونَا لِنَجْتَنِيَ لَهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ، قَالُوا :

ارْجِعُوا فَقَدْ كُفِيتُمْ، فَرَجَعُوا مَعَهُمْ حَتّٰى دَخَلُوا عَلٰى آدَمَ، فَلَمَّا رَأَتْهُمْ حَوَّاءُ ذُعِرَتْ، فَجَعَلَتْ تَدْنُو إِلٰى آدَمَ فَتَلْزِقُ بِهٖ، فَقَالَ لَهَا آدَمُ: إِلَيْكِ عَنِّي فَمِنْ قِبَلِكِ أُتِيتُ، خَلِّي بَيْنِي وَبَيْنَ مَلَائِكَةِ رَبِّي فَقَبَضُوا رُوحَهٗ، ثُمَّ غَسَّلُوهُ وَكَفَّنُوهُ وَحَنَّطُوهُ، ثُمَّ صَلُّوا عَلَيْهِ وَحَفَرُوا لَهٗ، ثُمَّ دَفَنُوهُ، فَقَالُوا: يَا بَنِي آدَمَ، هٰذِهٖ سُنَّتُكُمْ فِي مَوْتَاكُمْ.

''جب آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: جائیں اور میرے لیے جنت کے پھل توڑ لائیں، بیٹے نکلے، تو سامنے سے فرشتے آ گئے، پوچھا: کدھر جا رہے ہو؟ آدم علیہ السلام کے بیٹوں نے عرض کیا: ہمارے ابو جان نے ہمیں جنت کے پھل توڑنے کو بھیجا ہے، فرشتوں نے کہا: واپس چلے جاؤ، اب اس کی ضرورت نہیں، تو وہ بھی فرشتوں کے ساتھ واپس آ گئے اور سیدنا آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب حواء رضی اللہ عنہا نے فرشتوں کو دیکھا، تو سہم گئیں اور سیدنا آدم علیہ السلام کے قریب ہوئیں اور ان سے چمٹنے لگیں، تو آدم علیہ السلام نے حواء رضی اللہ عنہا سے فرمایا: مجھ سے دور ہو جائیے، (پہلے بھی) آپ کی وجہ سے مجھے آزمائش اٹھانی پڑی تھی۔ میرے اور میرے رب کے فرشتوں کے درمیان سے ہٹ جائیے، چنانچہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کی، پھر آپ علیہ السلام کو غسل و کفن دیا اور خوشبو لگائی، پھر نماز جنازہ پڑھی اور گڑھا کھود کر دفن کر دیا، پھر فرمایا: اے آدم کی اولاد! اپنے فوت شدگان کے ساتھ یہی طریقہ

اختیار کیا کرو۔“

(طَبقات ابن سعد : 33/1، المُستدرك للحاكم : 1275)

جواب: سند ضعیف ومنکر ہے۔ یونس بن عبید عبدی کا عنعنہ ہے۔

یونس کی متابعت حمید طویل نے کی ہے۔

(مسند الإمام أحمد : 21284)

یہ سند بھی ضعیف ہے۔حمید طویل مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❁ یہ روایت مرفوع بھی آئی ہے۔

(مُسند الطّيالسي : 591، المستدرك للحاكم : 1276)

سند ضعیف ہے۔حسن بصری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی، نیز ان کا سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف عبد الرزّاق : 6086)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

② ابن جریج کی تدلیس ہے۔

سوال: کیا کلمہ گو مشرک ہوسکتا ہے؟

جواب: کلمہ گو مشرک ہوسکتا ہے۔کئی ایسے لوگ ہیں، جو زبان سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، اس کی ربوبیت کو مانتے ہیں، مگر عملی طور پر اس کی صفات میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔انہیں مشرک کہا گیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (يُوسُف : ١٠٦)

''ان میں سے اکثر جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں، مشرک ہوتے ہیں۔''

ایسے لوگ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں زندہ کرتا، مارتا، اولاد دینا، رزق بڑھاتا اور شفا دیتا ہے، مگر عملی طور پر غیر اللہ سے بھی ان چیزوں کا سوال کرتے ہیں۔ یا یہ بھی معنی ہو سکتا ہے کہ بعض کلمہ گو مشرک ایسے ہیں، جو لغوی ایمان لائے ہیں، اصطلاحی اور شرعی ایمان نہیں رکھتے، یا اجمالی ایمان کا دعویٰ رکھتے ہیں، تفصیلی ایمان میں گمراہ اور مشرک ہیں۔

❀ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

فِي قَوْلِهٖ : ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ﴾ (يُوسُف : ١٠٦) قَالَ : كَانُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ رَبَّهُمْ وَهُوَ خَالِقُهُمْ وَهُوَ رَازِقُهُمْ وَكَانُوا مَعَ ذٰلِكَ يُشْرِكُونَ .

''آپ رحمہ اللہ فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (يُوسُف : ١٠٦) ''ان میں سے اکثر جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں، مشرک ہوتے ہیں۔'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا خالق و رازق ہے، لیکن اس کے باوجود شرک کرتے تھے۔''

(تفسير سعيد بن منصور : 1146، وسندهٗ صحيحٌ)

❀ امام مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ﴾ (يُوسُف : ١٠٦) : إِيمَانُهُمْ قَوْلُهُمْ : اَللّٰهُ خَالِقُنَا، وَيَرْزُقُنَا، وَيُمِيتُنَا .

”فرمان باری تعالیٰ: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (يُوسُف : ١٠٦) ”ان میں سے اکثر جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں، مشرک ہوتے ہیں۔“ معنی ہے کہ بعض لوگوں کا کل ایمان صرف یہ قول ہوتا ہے: اللہ ہمارا خالق ہے، ہمیں رزق دیتا ہے، ہمیں موت دیتا ہے۔“

(تفسير الطّبري : 374/13، وسندهٗ حسنٌ)

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (الأنبياء : ٢٥)

”ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی الہ نہیں، چنانچہ صرف میری عبادت کرو۔“

❁ امام طبری رحمہ اللہ (۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى ذِكْرُهٗ : ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا﴾ يَا مُحَمَّدُ ﴿مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ﴾ إِلٰى أُمَّةٍ مِّنَ الْأُمَمِ ﴿إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهٗ﴾ لَا مَعْبُودَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ تَصْلُحُ الْعِبَادَةُ لَهٗ سِوَايَ ﴿فَاعْبُدُونِ﴾ يَقُولُ : فَأَخْلِصُوا لِيَ الْعِبَادَةَ، وَأَفْرِدُوا لِيَ الْأُلُوهَةَ .

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محمد! (ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے جس بھی رسول کو کسی بھی اُمت کی طرف بھیجا ہے، تو اس کی طرف یہی وحی کی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، کہ جس کی عبادت کرنا جائز ہو، لہٰذا تم

میری ہی عبادت کرو، یعنی تم میرے لیے عبادت کو خالص کر دو اور اُلوہیت کو میرے ساتھ خاص کر دو۔''

(تفسير الطّبري : 249/16)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَّاحِدًا لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (التّوبة : ٣١)

''انہوں نے اپنے علما اور راہبوں اور عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کے علاوہ اپنا ربّ بنا لیا تھا، حالانکہ ان کو صرف ایک ہی الٰہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہ ان لوگوں کے شرک سے بری ہے۔''

یہود و نصاریٰ نے اپنے راہبوں اور علما سے وہ کام لیا، جو خالق کائنات کا کام ہے، یعنی شریعت سازی۔ کسی بھی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، پیغمبر بھی کسی شے کو اپنی طرف سے حلال یا حرام نہیں کرتا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی روشنی میں حلت وحرمت کو بیان کرتا ہے۔ مگر یہود و نصاریٰ نے اپنے راہبوں، علما اور درویشوں کی حلال کردہ اشیا کو حلال اور حرام کردہ اشیا کو حرام سمجھا، خواہ وہ ان کی کتابوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ یوں انہوں نے اپنے علما کو رب بنا لیا۔ یہ اطاعت میں شرک ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر اجمالاً ایمان رکھتا ہو، مگر مخلوق میں سے کسی کو شریعت سازی کا اختیار دے دے، تو یہ بھی شرک ہے، ایسا شخص بھی کلمہ گو مشرک کہلائے گا۔

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے ناموں پر مخلوق کے نام رکھ سکتے ہیں؟

(جواب): اللہ تعالیٰ کے ذاتی ناموں پر بندوں کے نام نہیں رکھے جا سکتے، مثلاً کسی کا نام ''اللہ'' یا ''الرحمٰن'' وغیرہ رکھنا ممنوع ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے دیگر نام یا دیگر صفات پر مخلوق کے نام رکھنا جائز ہے، مگر اللہ کے نام اور صفات کے معنی وہ ہوں گے، جو اس کی شایانِ شان ہے اور مخلوق کے ناموں کے معنی وہ ہوں گے، جو مخلوق کے لائق ہیں۔

مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کے لیے ''الحی، العلیم، السمیع'' وغیرہ کے نام استعمال ہوئے ہیں، جبکہ یہی نام مخلوق کے لیے بھی استعمال ہوئے ہیں، تو معنی یہ ہوگا کہ جہاں یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوئے ہیں، وہاں ان کے معنی وہ ہیں، جو خالق کے شایانِ شان ہیں، یعنی صفتِ حیات، علم اور سمع وغیرہ باری تعالیٰ کے لیے صفاتِ کمال ہے کہ وہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا، ان میں ذرا بھر بھی تعطیل نہیں۔

البتہ جہاں یہ الفاظ مخلوق کے لیے استعمال ہوئے ہیں، وہاں ان کا وہ معنی مراد ہے، جو مخلوق کے شایانِ شان ہے، یعنی مخلوق بھی ''حی، علیم اور سمیع'' وغیرہ ہے، مگر وہ نہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف تھی اور نہ ہمیشہ رہے گی، جبکہ خالق باری تعالیٰ کے لیے ایسا نہیں ہے، وہ ان صفات سے ہمیشہ سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لہٰذا خالق کیلئے صفات کمال ہیں، جبکہ مخلوق کے لیے یہ صفات کمال نہیں ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات دو طرح کے ہیں: ① جو باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، یہ نام اور صفات مخلوق کے لیے ثابت نہیں کی جا سکتیں۔ ② جن ناموں اور صفات کا استعمال مخلوق کے لیے بھی ہے اور خالق کے لیے بھی، تو ان میں مخلوق کی صفات ان کی شایانِ شان ہوں گی اور خالق کی صفات اس کے شایانِ شان، باری تعالیٰ کے اسماء وصفات صفتِ کمال سے متصف ہیں، جبکہ مخلوق کے لیے کمال نہیں۔

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

الْأَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ نَوْعَانِ؛ نَوْعٌ يَخْتَصُّ بِهِ الرَّبُّ، مِثْلُ الْإِلٰهِ وَرَبِّ الْعَالَمِينَ وَنَحْوِ ذٰلِكَ، فَهٰذَا لَا يَثْبُتُ لِلْعَبْدِ بِحَالٍ، وَمِنْ هُنَا ضَلَّ الْمُشْرِكُونَ الَّذِينَ جَعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا، وَالثَّانِي : مَا يُوصَفُ بِهِ الْعَبْدُ فِي الْجُمْلَةِ، كَالْحَيِّ وَالْعَالِمِ وَالْقَادِرِ، فَهٰذَا لَا يَجُوزُ أَنْ يَثْبُتَ لِلْعَبْدِ مِثْلُ مَا يَثْبُتُ لِلرَّبِّ أَصْلًا، فَإِنَّهُ لَوْ ثَبَتَ لَهُ مِثْلُ مَا يَثْبُتُ لَهُ لَلَزِمَ أَنْ يَجُوزَ عَلٰى أَحَدِهِمَا مَا يَجُوزُ عَلَى الْآخَرِ، وَيَجِبُ لَهُ مَا يَجِبُ لَهُ وَيَمْتَنِعُ عَلَيْهِ مَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ يَسْتَلْزِمُ اجْتِمَاعَ النَّقِيضَيْنِ .

”(باری تعالیٰ کے) اسماء وصفات کی دو قسمیں ہیں؛ ① وہ قسم، جو صرف رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، مثلاً الٰہ، رب العالمین وغیرہ، یہ قسم کسی طرح بھی مخلوق کے لیے ثابت نہیں۔ اسی وجہ سے مشرکین گمراہ ہو گئے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے۔ ② وہ قسم، جن کے ساتھ مجموعی طور پر (اللہ تعالیٰ کے) بندے کو بھی متصف کیا گیا ہے، جیسے صفت حی، عالم، قادر۔ تو ان اسماء وصفات کو بندے کے حق اس طرح ثابت کرنا بالکل بھی جائز نہیں، جس طرح وہ رب تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں، کیونکہ اگر بندے کے لیے اسی طرح ثابت کی جائے، جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے، تو یہ لازم آئے گا کہ بندے کے لیے وہ جائز ہے، جو رب کے لیے جائز ہے، بندے کے لیے وہ

واجب ہے، جو رب تعالیٰ کے لیے واجب ہے اور بندے کے لیے وہ ممتنع ہے، جو رب تعالیٰ کے لیے ممتنع ہے۔ اس سے اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔''

(مِنہاج السُّنۃ : 596/2)

سوال: روافض کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: روافض کی مختلف اقسام ہیں، ان میں غالی روافض سب سے برے ہیں، جو اخیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تبرا کرتے ہیں، ان پر طعن و تشنیع کرنا واجب سمجھتے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رجعت کے قائل ہیں، یہ عقائد مسلمانوں والے نہیں۔

روافض نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت کی طرف بہت سے برے نظریات منسوب کر رکھے ہیں، حالانکہ اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم ان تمام فاسد عقائد اور اعمال سے بری ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے وہی عقائد تھے، جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تھے۔ روافض جھوٹے ہیں اور نقل میں غیر معتبر ہیں، لہٰذا ان کے کسی دعویٰ کا کوئی اعتبار نہیں، یہ وحی کو دین نہیں مانتے۔ قرآن و حدیث میں تحریف کے قائل ہیں، نیز تشکیک بھی واقع کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی امہات کتب حدیث کو نہیں مانتے۔ دین اسلام کے مقابلہ میں اپنا وضع کردہ دین پیش کرتے ہیں۔ متعہ اور ماتم جیسے حرام اُمور سے اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ اُمت مسلمہ کی تکفیر کرتے ہیں، جو سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما سے اعلان برأت نہ کرے، اسے مسلمان نہیں سمجھتے۔

روافض علم لدنی، تقیہ، غَیبت، رَجعت جیسے کئی گمراہ اور کفریہ عقائد رکھتے ہیں۔

❁ امام ابو بکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّا نُجِلُّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ، وَفَاطِمَةَ رَضِيَ

اللّٰهُ عَنْهَا وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، وَعَقِيلَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَأَوْلَادَهُمْ، وَأَوْلَادَ جَعْفَرٍ الطَّيَّارِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَذُرِّيَّتَهُمُ الطَّيِّبَةُ الْمُبَارَكَةُ، عَنْ مَذَاهِبِ الرَّافِضَةِ الَّذِينَ قَدْ خُطِئَ بِهِمْ عَنْ طَرِيقِ الرَّشَادِ.

أَهْلُ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلٰى قَدْرًا وَّأَصْوَبُ رَأْيًا وَأَعْرَفُ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَبِرَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا تَنْحَلُهُمُ الرَّافِضَةُ إِلَيْهِ مِنْ سَبِّهِمْ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، قَدْ صَانَ اللّٰهُ الْكَرِيمُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَنْ ذَكَرْنَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ الطَّيِّبَةِ الْمُبَارَكَةِ عَمَّا يَنْحُلُونَهُمْ إِلَيْهِ بِالدَّلَائِلِ وَالْبَرَاهِينِ الَّتِي تَقَدَّمَتْ مِنْ ذِكْرِهِمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ إِلَّا بِكُلِّ جَمِيلٍ، بَلْ هُمْ كُلُّهُمْ عِنْدَنَا إِخْوَانٌ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ فِي الْجَنَّةِ، قَدْ نَزَعَ اللّٰهُ الْكَرِيمُ مِنْ قُلُوبِهِمُ الْغِلَّ، كَمَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾(الحِجَر: ٤٧) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ.

وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لِمَذْهَبِ عَلِيِّ بْنِ أَبِى طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَغَيْرِهِمْ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَضَائِلِهِمْ وَمَا ذُكِرَ مِنْ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ وَفَاتِهٖ، وَمَا ذُكِرَ مِنْ مَنَاقِبِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ وَفَاتِهٖ، وَمَا ذُكِرَ مِنْ عِظَمِ مُصِيبَتِهٖ بِمَا جَرٰى عَلٰى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ قَتْلِهٖ وَتَبْرَأَ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَتْلِهٖ، وَكَذَا وَلَدُهٗ وَذُرِّيَّتُهُ الطَّيِّبَةُ يُنْكِرُونَ عَلَى الرَّافِضَةِ سُوءَ مَذَاهِبِهِمْ، وَيَتَبَرَّؤُونَ مِنْهُمْ، وَيَأْمُرُونَ بِمَحَبَّةِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ؛ لِأَنَّ الرَّافِضَةَ لَا يَشْهَدُونَ جُمُعَةً وَلَا جَمَاعَةً، وَيَطْعَنُونَ عَلَى السَّلَفِ، وَلَا نِكَاحُهُمْ نِكَاحَ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا طَلَاقُهُمْ طَلَاقَ الْمُسْلِمِينَ، وَهُمْ أَصْنَافٌ كَثِيرَةٌ؛ مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِى طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ إِلٰهٌ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : بَلْ عَلِيٌّ كَانَ أَحَقَّ بِالنُّبُوَّةِ مِنْ مُحَمَّدٍ، وَأَنَّ جِبْرِيلَ غَلَطَ بِالْوَحْيِ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : هُوَ نَبِيٌّ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْتُمُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَيُكَفِّرُونَ جَمِيعَ الصَّحَابَةِ، وَيَقُولُونَ :

هُمْ فِي النَّارِ إِلَّا سِتَّةً، وَمِنْهُمْ مَنْ يَرَى السَّيْفَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا خَنَقُوهُمْ حَتّٰى يَقْتُلُوهُمْ، وَقَدْ أَجَلَّ اللّٰهُ الْكَرِيمُ أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَذَاهِبِهِمُ الْقَذِرَةِ الَّتِي لَا تُشْبِهُ الْمُسْلِمِينَ وَفِيهِمْ مَنْ يَقُولُ بِالرَّجْعَةِ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِمَّنْ يَنْحَلُ إِلٰى مَنْ قَدْ أَجَلَّهُمُ اللّٰهُ الْكَرِيمُ وَصَانَهُمْ عَنْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَجَزَاهُمْ عَنْ جَمِيعِ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا.

”ہم (اہل سنت والجماعت) سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما، سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ان سب کی اولاد، سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی اولاد اور پاکیزہ ذریت کو روافض کے (برے) عقائد ونظریات سے پاک اور بری سمجھتے ہیں، کیونکہ روافض سیدھے راستے سے بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی قدر ومنزلت بلند تر ہے، ان کی رائے درست ہے اور وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کامل معرفت رکھتے ہیں، یہ ہستیاں ان تمام غلط باتوں سے بلند ہیں، جو ان کی طرف روافض منسوب کرتے ہیں کہ وہ سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے تھے۔

بلاشبہ اللہ کریم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کی پاکیزہ ذریت کو

روافض کی منسوب کردہ باتوں سے محفوظ رکھا ہے، اس پر کئی دلائل و براہین ہیں، جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، یہ دلائل اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نقل ہوئے ہیں، ان دلائل میں ان کے متعلق تذکرہ خیر ہی ملتا ہے۔ ہمارے (اہل سنت والجماعت کے) نزدیک یہ سب جنت میں تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی بن کر براجمان ہوں گے، اللہ کریم نے ان کے دل سے کینہ کھینچ کر باہر نکال دیا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾(الحِجر: ٤٧) ''ہم اہل جنت کے دلوں سے کینہ و بغض نکال باہر پھینکیں گے، وہ سب بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے براجمان ہوں گے۔'' اللہ تعالیٰ تمام صحابہ سے راضی ہو۔

ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں عقیدہ کیا تھا، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں موجود ان صحابہ کے فضائل کا ذکر بھی ہو چکا ہے، نیز سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے فضائل جو ان کی وفات کے وقت (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے) ذکر کیے گئے تھے، وہ بھی بیان ہو چکے ہیں، اسی طرح یہ بھی گزر چکا ہے کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شدید پریشانی لاحق ہوئی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اعلان برأت

کیا۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور پاکیزہ ذریت بھی روافض کے برے عقائد ونظریات کا انکار کرتی تھی اور ان سے اعلان برأت کرتی تھی، وہ سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کا حکم دیتے تھے۔ روافض جمعہ جماعت میں حاضر نہیں ہوتے، سلف پر طعن کرتے ہیں، روافض کا نکاح مسلمانوں والا نکاح نہیں ہے، ان کی طلاق مسلمانوں والی طلاق نہیں ہے، روافض کے بہت سارے فرقے ہیں؛ ان میں سے بعضے ایسے ہیں، جو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو الٰہ ومعبود سمجھتے ہیں، بعضے ایسے ہیں، جو کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نبوت کے حق دار تھے، جبریل علیہ السلام نے غلطی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کر دی۔ بعض روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نبی ہیں، ان میں بعضے ایسے ہیں، جو سیدنا ابو بکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو سب وشتم کرتے ہیں، تمام صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں، کہتے ہیں: چھ کے علاوہ سبھی صحابہ جہنمی ہیں، روافض میں ایسے بھی ہیں، جو مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانا جائز سمجھتے ہیں، اگر تلوار نہ اٹھا سکیں، تو انہیں گلا گھونٹ کر قتل کر دیں۔ اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو روافض کے گندے عقائد ونظریات سے محفوظ رکھا ہے، ان کے نظریات مسلمانوں والے نہیں ہیں، بعض روافض کا یہ بھی نظریہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ دنیا میں دوبارہ لوٹ کر آئیں گے، ہم ان تمام نظریات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں، جو روافض نے اہل بیت کی طرف منسوب کیے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو ان نظریات سے محفوظ و مامون رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل بیت سے راضی ہو اور

انہیں مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔"

(2513-2511/5)

سوال: کیا روز قیامت موت کو مینڈھے کی شکل دی جائے گی اور اسے ذبح کر دیا جائے گا؟

جواب: سب سے پہلے یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور محمد رسول اللہ ﷺ نے احادیث صحیحہ میں جو بھی خبر دی ہے، وہ حق اور سچ ہے، خواہ وہ خبر ماضی سے متعلق ہو، حال کی ہو یا آئندہ زمانے کی ہو، کیونکہ قرآن وحدیث وحی ہیں اور وحی اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اللہ تعالیٰ کو کسی بات میں خطا نہیں لگ سکتی۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا بنیادی تقاضا یہی ہے کہ اس کی تمام خبروں کی تصدیق کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے کئی اُمور کے متعلق خبر دی ہے، جسے دنیا میں سمجھنا مشکل ہے، اُمور آخرت کے متعلق ہمارے ذمہ فقط ایمان اور تسلیم ہے۔

اُمور آخرت اور اُمور غیب میں سے جس بات کی سمجھ آ جائے، تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے اور جس بات کی سمجھ نہ آئے، تو اہل علم سے دریافت کرنا چاہیے، پھر بھی سمجھ نہ آئے، تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے اور اس بات کو دل وجان سے قبول کر لینا چاہیے، نیز یہ عقیدہ اپنانا چاہیے کہ یہ بات حق اور سچ ہے، اس میں کسی قسم کا شک یا شبہ نہیں اور اس پر دل وجان سے ایمان لے آئیں۔ یہی ایمان بالغیب ہے۔

انہی غیبی اُمور میں سے ایک موت ہے، جسے قیامت کے روز اہل جنت اور اہل جہنم کے سامنے لایا جائے گا، موت کو ایک مینڈھے کی شکل دی جائے گی اور ذبح کر دیا جائے گا،

نیز کہا جائے گا کہ آج کے بعد کسی کو کوئی موت نہ آئے گی، اب سب جنت یا جہنم میں زندہ رہیں گے اور جزاء یا عقاب کا مزہ چکھیں گے، اس کے بعد موت نہیں آئے گی۔

اللہ تعالیٰ موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دیں گے، اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ اس بارے میں ہمیں کوئی معلومات نہیں دی گئی۔ بس جو بھی ہوگا حقیقت میں ہوگا۔

بعض ملحدین اور فلسفی اس حدیث پر معترض ہیں کہ موت ایک معنوی چیز ہے، اسے بھلا مینڈھے کی شکل کیسے دی جا سکتی ہے؟ یہ اعتراض اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ ہماری عقل مخلوق ہے اور اللہ ہمارا خالق ہے، ایک مخلوق خالق کے ہر ہر معاملہ کو سمجھ نہیں سکتی۔ انسان کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے، اس کے ذمہ فقط سر تسلیم خم کرنا ہے۔ لہٰذا جب کسی غیبی معاملہ کے متعلق صحیح اور بے غبار حدیث آ جائے، تو اس پر ایمان لایا جائے گا، نہ کہ اس پر عقلی و فکری اعتراضات کیے جائیں گے۔

لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ روز قیامت موت کو مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دیا جائے گا، اب یہ سب کیسے اور کیونکر ہوگا؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

❀ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُجَاءُ بِالْمَوْتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، كَأَنَّهُ كَبْشٌ أَمْلَحُ ...... فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ...... فَيُقَالُ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ : نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ : وَيُقَالُ : يَا أَهْلَ النَّارِ هَلْ تَعْرِفُونَ هٰذَا؟ قَالَ : فَيَشْرَئِبُّونَ وَيَنْظُرُونَ وَيَقُولُونَ : نَعَمْ، هٰذَا الْمَوْتُ، قَالَ : فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُذْبَحُ، قَالَ : ثُمَّ

يُقَالُ : يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَا أَهْلَ النَّارِ خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، قَالَ : ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾(مريم : ٣٩) وَأَشَارَ بِيَدِهٖ إِلَى الدُّنْيَا .

''روز قیامت موت کو ایسے لایا جائے گا، جیسے سفید وسیاہ رنگ کا مینڈھا ہو۔ ......اسے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کیا جائے گا۔......کہا جائے گا: اہل جنت! کیا آپ اسے پہچانتے ہیں؟ تو وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر (اہل دوزخ سے) کہا جائے گا: اے جہنمیو! اسے پہچانتے ہو! تو وہ جھانک کر دیکھیں گے اور کہیں گے: ہاں، یہ موت ہے۔ پھر حکم ہوگا اور مینڈھے کو ذبح کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اہل جنت! تم (جنت میں) ہمیشہ رہو گے، اب کوئی موت نہیں۔ اے جہنمیو! تمہارے لیے بھی (جہنم میں) ہمیشگی ہے، اب کوئی موت نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے ہاتھ سے دنیا کی طرف اشارہ کیا: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾(مريم : ٣٩) ''(اے نبی!) انہیں حسرت والے دن سے ڈرا دیں، جب کام انجام کو پہنچا دیا جائے گا، جبکہ یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔''

(صحيح البخاري : 4730، صحيح مسلم : 2849، واللّفظ لهٗ)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلٰى صِحَّتِہٖ .

''اس حدیث کے صحیح ہونے پر اتفاق ہے۔''

(شرح السّنة : 199/15)

علامہ عبدالغنی مقدسی رحمہ اللہ (٦٠٠ ھ) فرماتے ہیں:

نُؤْمِنُ بِأَنَّ الْمَوْتَ يُؤْتٰى بِہٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُذْبَحُ .

''ہم ایمان رکھتے ہیں کہ روز قیامت موت کو (مینڈھے کی شکل میں) لایا جائے گا اور ذبح کر دیا جائے گا۔''

(الاقتصاد في الاعتقاد، ص 194)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (٧٥١ ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا الْكَبْشُ وَالْإِضْجَاعُ وَالذِّبْحُ وَمُعَايَنَةُ الْفَرِيقَيْنِ ذٰلِكَ حَقِيقَةٌ لَا خَيَالَ وَلَا تَمْثِيلَ كَمَا أَخْطَأَ فِيهِ بَعْضُ النَّاسِ خَطَأً قَبِيحًا وَقَالَ : اَلْمَوْتُ عَرَضٌ وَالْعَرَضُ لَا يُتَجَسَّمُ فَضْلًا عَنْ أَنْ يُذْبَحَ وَهٰذَا لَا يَصِحُّ فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَہٗ يُنْشِئُ مِنَ الْمَوْتِ صُورَةَ كَبْشٍ يُذْبَحُ كَمَا يُنْشِئُ مِنَ الْأَعْمَالِ صُوَرًا مُعَايَنَةً يُثَابُ بِهَا وَيُعَاقَبُ .

''یہ مینڈھا، اس کا لٹایا جانا، اسے ذبح کرنا اور (اہل جنت اور اہل جہنم) دونوں گروہوں کا اسے دیکھنا سب حقیقت لا خیال ہے، تمثیل نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کو اس حدیث میں بری طرح خطا لگی ہے، کہتے ہیں : موت عرض

(معنوی شے) ہے اور عرض کا تو جسم ہی نہیں ہوتا، چہ جائیکہ اسے ذبح کیا جائے۔ یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ موت کو مینڈھے کی شکل دے دے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا، جس طرح اللہ (انسانوں کے) اعمال کو مختلف شکلیں دے دے گا، جنہیں دیکھا جا سکے گا، ان کی بنیاد پر ثواب وعقاب ہوگا۔''

(حادي الأرواح، ص 401-402)

❁ علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی صاحب (۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنْ قُلْتَ : إِنَّ الْمَوْتَ مَعْنًى، فَكَيْفَ يُذْبَحُ؟! قُلْتُ : رَحِمَكَ اللّٰهُ إِذَا مَرَرْتَ بِأَمْرٍ مِّنْ عَالِمِ الْغَيْبِ، فَلَا تَضْرِبْ لَهٗ مَثَلًا .

''اگر آپ کہیں کہ موت معنوی چیز ہے، اسے کیسے ذبح کیا جا سکتا ہے؟! تو میرا جواب یہ ہوگا: اللہ آپ پر رحم کرے، جب آپ کے سامنے کوئی غیبی معاملہ ذکر ہو، تو اس کے لیے مثالیں بیان مت کریں۔''

(فيض الباري: 322/5)

سوال: کسی جرم کی سزا میں قید کرنا کیسا ہے؟

جواب: وہ جرائم اور گناہ جن کی سزائیں شریعت نے متعین کر دی ہیں، ان میں کوئی دوسری سزا دینا درست نہیں، ان سزاؤں کو حدود کہتے ہیں، مثلاً قتل کی سزا قصاص ہے، اس کے بجائے عمر قید کی سزا سنانا جائز نہیں۔ شرعی حد کی بجائے کوئی دوسری سزا دینے کو حد قائم کرنا نہیں کہتے، خواہ وہ سزا شرعی حد سے سخت ہی کیوں نہ ہو۔

البتہ جن گناہوں پر شریعت نے حدود مقرر نہیں کیں، بلکہ انہیں حاکم وقت کے سپرد کیا ہے، وہ حالات وواقعات اور جرم کی نوعیت کے اعتبار سے سزا میں کمی پیشی یا تبدیلی کر سکتا

ہے، انہیں تعزیری سزائیں کہتے ہیں۔

تعزیری سزا میں قید کرنا جائز ہے، اسی طرح کسی شرعی حد کے نفاذ تک کسی مجرم کو قید کرنا بھی جائز ہے۔ یا کسی مجرم کی تفتیش اور ریمانڈ کے لیے اسے قید میں رکھنا جائز ہے، لیکن یہ قید لمبے عرصہ کے لیے نہیں ہونی چاہیے۔

قید کی سزا دینے پر دلیل سیدنا ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے۔

(صحيح البخاري : 462، صحيح مسلم : 1764)

❁ سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَبَسَ رَجُلًا فِي تُهْمَةٍ سَاعَةً ثُمَّ خَلّٰى عَنْهُ.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو تہمت (لگانے کے جرم) میں تھوڑی دیر کے لیے قید کیا، پھر چھوڑ دیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 2/5، سنن أبي داوٗد : 3630، السّنن الكبرٰى للنّسائي : 4880,4879، سنن التّرمذي : 1417، وسندهٗ حسنٌ)

اسے امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۰۰۳) نے ”صحیح“، امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن“ اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۰۲/۴) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

اس کی سند کو امام علی بن مدینی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ”صحیح“ کہا ہے۔

(زَاد المَعاد لابن القَيِّم : 5/5)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: دوسری رکعت میں امام کا وضوٹوٹ گیا، اس نے ایسے شخص کو امام بنا دیا، جو اس کی اقتدا میں نہیں تھا، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: امام کو کوئی عارضہ لاحق ہو، تو کسی مقتدی کو ہی اپنی جگہ کھڑا کرے گا، ایسے شخص کو اپنی جگہ امام نہیں بنا سکتا، جو اقتدا میں نہ ہو۔

سوال: امام بخاری رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت درج ذیل حدیث لائے ہیں، باب اور حدیث کے درمیان مطابقت کیا ہے؟

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا، فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ.

”اس بات کا بیان کہ امام ہو یا مقتدی، سفر میں ہو یا حضر میں، تمام نمازوں میں، خواہ وہ جہری ہوں، یا سری، (سورت فاتحہ کی) قرأت واجب ہے۔“

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَزَلَهُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ

يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ : يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ : أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ، فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، قَالَ : ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ، فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ : أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ، قَالَ سَعْدٌ : أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ؛ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ : شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ : فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ .

”اہل کوفہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی

شکایت لگائی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کا امیر مقرر کر دیا، انہوں نے (سیدنا سعد بن ابی وقاص) کی شکایات لگائیں، یہاں تک یہ بھی شکایت کی کہ وہ ہمیں صحیح نماز نہیں پڑھاتے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ابو اسحاق (سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت)! ان (اہل کوفہ) کا کہنا ہے کہ آپ انہیں صحیح نماز نہیں پڑھاتے، تو سیدنا ابو اسحاق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں انہیں وہی نماز پڑھاتا ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے، میں اس میں بالکل بھی کمی نہیں کرتا۔ میں انہیں نماز عشاء پڑھاتا ہوں، تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرتا ہوں اور دوسری دو میں قرأت کم کرتا ہوں۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو اسحاق! مجھے آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک یا کئی لوگوں کو کوفہ کی طرف روانہ کیا، اس شخص نے اہل کوفہ سے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بارے پوچھا، ہر ہر مسجد میں جا کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا، تمام لوگوں نے ان کی تعریف ہی کی، لیکن جب بنو عبس کی مسجد میں داخل ہوئے، تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا، جس کا نام اُسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی۔ کہنے لگا: جب کہ آپ نے پوچھا ہی ہے، تو سن لیجئے کہ سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور فیصلوں میں انصاف نہیں کرتے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تجھے تین بددعائیں دیتا ہوں، اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف دکھاوے اور ریاکاری کے لیے کھڑا ہوا

ہے،تو اس کی عمر کو لمبا کر دے، اس کی فقیری کو بڑھا دے اور اسے فتنوں کا شکار کر دے۔ (سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعاؤں سے اس قدر بدحال ہو گیا کہ) بعد میں جب اسے پوچھا جاتا، تو کہتا: میں بوڑھا محتاج اور فتنہ کے شکار آدمی ہوں، مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے۔ (راوی حدیث) عبدالملک بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعد میں اسے دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اور (اس حال میں بھی) بازار میں آتی جاتی لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔“

(صحيح البخاري : 755، صحيح مسلم : 453)

جواب: مذکورہ باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے تین احادیث نقل کی ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے باب کے پہلے حصہ پر استدلال کیا ہے کہ امام کے لیے نماز میں قرأت کرنا واجب ہے، پہلی دو رکعتوں میں قرأت زیادہ لمبی ہو گی اور دوسری دو میں قدرے کم۔ پہلی دو میں سورت فاتحہ کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی کوئی اور سورت یا مقام کی بھی تلاوت کی جائے گی اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ اس سے زائد پڑھنا واجب نہیں، مستحب ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا باب میں کیا گیا استدلال بعد والی حدیث سے مکمل ہو جاتا ہے، وہ حدیث یہ ہے:

❁ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ .

”جو شخص سورت فاتحہ نہ پڑھے، اس کی کوئی نماز نہیں۔“

(صحيح البخاري : 756، صحيح مسلم : 394)

علامہ کرمانی حنفی رحمہ اللہ (۷۸۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ قِرَاءَ ةِ الْفَاتِحَةِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ وَالْمُنْفَرِدِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فَهُوَ صَرِيحٌ فِي دَلَالَتِهٖ عَلٰى جَمِيعِ أَجْزَاءِ التَّرْجَمَةِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ امام، مقتدی اور منفرد پر تمام نمازوں میں سورت فاتحہ پڑھنا واجب ہے، یہ حدیث (امام بخاری رحمہ اللہ کے قائم کردہ) باب کے تمام اجزاء پر صریح دلالت کرتی ہے۔''

(الكواكب الدّراري : 124/5)

سوال: درج ذیل عبارت پر تبصرہ درکار ہے۔

جناب شبیر احمد قاسمی دیوبندی صاحب (جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد یوپی ہند) اپنی تحریر ''غیر مقلدین کے اعتراضات کے ۵۶ جوابات'' میں لکھتے ہیں:

''سلف کا لفظ حضرات صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے لیے بولا جاتا ہے۔ ان کا زمانہ بھی خیر القرون کا ہے اور ان کا اجماع اور قرآن وحدیث سے مستنبط کردہ مسائل اُمت کے لیے حجت شرعیہ ہے۔ ان کو ماننے والے ہی درحقیقت سلفی اور اہل سنت والجماعت ہیں۔ لیکن اب موجودہ زمانہ میں ان غیر مقلدین کو ہندوستانی سلفی کہتے ہیں، جو خیر القرون کے اساطین اُمت اور سلف صالحین کے اجماع اور قرآن وحدیث کے مستنبط مسائل کو نہیں مانتے ہیں اور خلفائے راشدین اور فقہائے صحابہ کی شان میں سخت الفاظ استعمال کر لیتے

ہیں اور عرب دنیا کو دھوکہ دینے اور ان کو دکھانے کے لیے اپنے آپ کو سلفی کہنے لگے، حالانکہ نہ وہ سلفی ہیں اور نہ اہل سنت والجماعت ہیں۔ بلکہ سلفی اور اہل سنت والجماعت تو وہی لوگ ہیں، جو سلف صالحین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تابع ہیں، الحمد للہ! ہم مقلدین ہی اہل سنت والجماعت ہیں، خاص کر احناف، جو ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کے ساتھ ساتھ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو برحق مانتے ہیں، نہ کہ یہ غیر مقلدین۔''

(مجموعہ مقالات، از اسد مدنی، جلد دوم، صفحہ 212)

جواب: موصوف کی اس مختصر تحریر میں کئی باتیں قابل گرفت ہیں؛

① ''موجودہ زمانہ میں ان غیر مقلدین کو ہندوستانی سلفی کہتے ہیں، جو خیر القرون کے اساطین اُمت اور سلف صالحین کے اجماع اور قرآن وحدیث کے مستنبط مسائل کو نہیں مانتے ہیں۔''

پوری دنیا اور ہر دور کے اہل حدیث خیر القرون کے اساطین اُمت اور سلف صالحین کے اجماع اور قرآن وسنت کے مستنبط مسائل کو مانتے ہیں۔ اہل حدیث ہی ہیں، جنہوں نے اپنے عقائد واعمال کی بنیاد سلف اُمت، ائمہ دین اور محدثین عظام کے علم وعمل پر قائم کی ہیں اور کون ہے، جو انہیں اپنی دلیل مانتا ہو۔ مقلدین تقلید شخصی کو اتباع سلف کا نام دیتے ہیں۔ آیا محدثین کے مقابلہ میں ایک گروہ کو اہل حق قرار دے کر ان کی تقلید کو اپنے آپ پر واجب قرار دینا سلفیت ہے؟ کیا اہل سنت والجماعت کا منہج ہے؟

مقلد کبھی سلف کا متبع نہیں ہو سکتا، اگر وہ سلف کا اتباع کرے، تو تقلید سے اس کا کیا

واسطہ؟ اگر وہ تقلید کرے،تو سلف کی پیروی کیسے کرسکتا ہے؟ سلف صالحین کا اتباع اور تقلید شخصی کی مثال آگ اور پانی کی سی ہے۔ کیا عوام کو یہ صریح دھوکہ نہیں کہ آپ سلف سلف کی رٹ لگائیں اور تقلید کا پٹا اپنے گلے میں پہن رکھیں۔

اہل حدیث وہ گروہ ہے، جو ائمہ اہل سنت والجماعت، محدثین عظام اور ائمہ مجتہدین کے عقیدہ وعمل کا پاسبان ہے اور علم نبوت کا حقیقی وارث ہے۔ تب تو اہل حدیث کے نزدیک تقلید حرام، ناجائز اور بعض صورتوں میں شرک وکفر ہے۔

سلف کا وہ کون سا عقیدہ ہے، جو آج کا اہل حدیث اپنا تا نہ ہو؟ گروہ محدثین کا وہ کون سا متفقہ عمل ہے، جسے آج کا اہل حدیث دین نہ مانتا ہو؟

سلف کا اتباع اور تقلید دو متضاد چیزیں ہیں۔ مسلک اہل حدیث میں اس طرح کا تضاد نہیں ہے۔ جہاں تک اہل حدیث پر الزام تراشی کا تعلق ہے،تو ہر دور کے اہل بدعت، اہل ضلال، اہل شرک اور اہل الحاد انہیں مطعون کرتے رہے ہیں اور ان سے بغض کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اہل بدعت کی اس روش بارے ہمارے ائمہ نے ہمیں صدیوں سالوں پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اہل بدعت اور اہل تقلید اہل حدیث کے برے برے نام رکھتے ہیں۔ یہ اگر سلف کو مانتے ہیں،تو اہل حدیث سے بغض کیوں رکھتے ہیں؟ اہل حدیث ہی محدثین کی خیر کا تسلسل ہیں۔

② ''سلف کا لفظ حضرات صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے لیے بولا جاتا ہے۔''

یہ درست ہے کہ سلف کا لفظ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین پر بولا جاتا ہے۔ یقیناً ان کے منہج اور عقیدہ وعمل کو لینے والا سلفی ہے۔ اہل بدعت زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں،مگر اپنے

آپ کو سلفی نہیں کہہ سکتے، نہ ہی اپنے نام کے ساتھ سلفی لکھنا گوارہ کرتے ہیں، بلکہ اہل حدیث، جو سلفی ہیں، اہل بدعت ان سے اس نام کی وجہ سے بھی بغض رکھتے ہیں۔ بھلا کوئی تقلید پرست بھی سلفی ہوسکتا ہے؟ تقلید تو بالاتفاق ضلالت اور جہالت کا نام ہے۔کوئی گمراہ اور جاہل سلفی کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ لوگ اندر اندر سے اہل حدیث کڑھتے ہیں، انہیں سلفی اہل حدیث ایک آنکھ بھی نہیں بھاتے۔ یہ اہل حدیث کی بدخوئی کرتے ہیں، انہیں بدنام کرتے ہیں اور یہ لوگ مسلک اہل حدیث کو اپنے لیے شدید خطرہ سمجھتے ہیں۔اس لیے یہ دن رات اہل حدیث کے خلاف برسر پیکار ہیں، مگر ان کی دال نہیں گلتی۔

③ ''ان کا زمانہ بھی خیر القرون کا ہے اور ان کا اجماع اور قرآن وحدیث سے مستنبط کردہ مسائل اُمت کے لیے حجت شرعیہ ہے۔''

جب یہ تسلیم ہے کہ سلف کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے، ان کا اجماع حجت ہے اور سلف کے مستنبط کردہ مسائل اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے شرعی حجت ہیں، تو پھر احناف مقلدین کی کتابیں ان چیزوں سے خالی کیوں ہیں؟

جب سلف کا اجماع حجت ہے، تو پھر شخص واحد کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ کتنے ہی عقدی اور فقہی مسائل ایسے ہیں، جن پر سلف اُمت کا اجماع ہے، مگر احناف مقلدین ان کی نہ صرف مخالفت کرتے ہیں، بلکہ ان مسائل کو ماننے والے اہل حدیث پر طعن بھی کرتے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں؟

سلف اُمت صحابہ، تابعین، تبع تابعین ائمہ دین اور محدثین کے مستنبط کردہ احکام ومسائل کتب حدیث میں سندوں کے ساتھ مذکور ہیں، مگر احناف ان کو شرعی حجت بنانے کے بجائے اپنے بے سند کتابوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یا ان

کے شاگردوں کی طرف منسوب مسائل کو لیتے ہیں، کہ جن کی نسبت ان کی طرف ثابت بھی نہیں، دوسری طرف صحابہ، تابعین اور ائمہ محدثین سے ثابت شدہ مسائل کی نہ صرف مخالفت کرتے ہیں، بلکہ اس کے خلاف مناظرے اور مباحثے کرتے نظر آتے ہیں اور ان کے خلاف کتابیں تک لکھتے ہیں۔ ایسا کیوں؟

اگر مقلدین کے ہاں محدثین کا مبارک علم حجت ہے، تو انہوں نے علم کلام جیسا مذموم علم وضع کیوں کیا؟ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلک ائمہ اہل سنت والجماعت کو سرنگوں کیا جائے، قرآن وسنت کی واضح نصوص کو پیچیدہ کر دیا جائے، بعض کو رد کر دیا جائے، بعض کو غلط معنی پہنایا جائے، بعض نصوص کو باہم معارض قرار دے کر ساقط کر دیا جائے۔ کبھی تو یہ نعرہ بلند کیا جائے کہ یہ خبر واحد ہے، اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ خبر واحد ظنی ہے۔ ان کے نزدیک پورا دین ظنیت کا فائدہ دیتا ہے، جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک خبر واحد اگر صحیح راویان اور متصل سند کے ساتھ منقول ہے، تو وہ بھی یقین کا فائدہ دیتی ہے، اس سے عقیدہ، حکم اور عمل ثابت ہوتا ہے۔

افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ مقلدین نے مسلک محدثین کے مقابلے میں مسلک وضع کیا۔ محدثین کے اصولوں کے مقابلہ میں اپنے اصول وضع کیے۔ خبر واحد اور متواتر جیسی اصطلاحات کو غلط استعمال کر کے دین کا انہدام کیا۔ محدثین کے عقیدے پر قدغن لگانے کے لیے ظنی اور قطعی کی بدعی بحثیں کیں۔ اگر ان لوگوں کا سلف کے عقائد پر اعتماد ہے، تو یہ اصول کیا معنی رکھتے ہیں؟

④ ''(اہل حدیث) خلفائے راشدین اور فقہائے صحابہ کی شان میں سخت الفاظ استعمال کر لیتے ہیں۔''

الامان والحفیظ!! اہل حدیث ہو اور خلفائے راشدین اور حضرات صحابہ کی شان میں گستاخی؟! ہرگز نہیں، یہ محض بہتان ہے، جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں۔

اہل حدیث کے دین کی بنیاد ہی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، بھلا وہ صحابہ کی شان میں گستاخی کا تصور بھی کیسے کر سکتے ہیں؟ اہل حدیث کے نزدیک صحابہ سے محبت کرنا، ان کا اتباع کرنا، ان کے قول وعمل کو دین بنانا اور ان کے عقائد واعمال پر کاربند رہنا ہی دین داری ہے۔ ان سے انحراف گمراہی ہے۔ اہل حدیث کا ایک بھی عقیدہ اور عمل ایسا نہیں، جو جماعت صحابہ بالخصوص خلفائے راشدین سے الگ ہو۔

اس کے برعکس احناف مقلدین کے ایسے کئی عقائد واعمال ہے، جن میں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت کرتے ہیں۔ احناف نے کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف غلط روایات بھی مشہور کر رکھی ہیں، ان کی کتب فقہ اس پر شاہد ہیں۔

جو لوگ تقلید شخصی کو واجب سمجھتے ہوں، کیا وہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول وعمل کو دلیل بنا سکتے ہیں؟ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا نہ کی، وہ صحابہ سے وفا کیسے کر سکتے ہیں؟ جنہوں نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کو اپنی باطل تقسیم کی بھینٹ چڑھا کر رد کر دیا کہ اگر کسی روایت کو نقل کرنے والا صحابی غیر فقیہ ہو اور اس کی روایت قیاس کے خلاف ہو، تو اس روایت کو رد کر دیا جائے گا۔ احناف ہی ہیں، جنہوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جیسے کثیر الرواۃ محدث اور فقیہ کو ''غیر فقیہ'' قرار دینے کی جسارت کی ہے۔ یہ ''جرأت'' اہل حدیث نہیں کر سکتا۔

⑤ ''اور عرب دنیا کو دھوکہ دینے اور ان کو دکھانے کے لیے اپنے آپ کو سلفی کہنے لگے، حالانکہ نہ وہ سلفی ہیں اور نہ اہل سنت والجماعت ہیں۔''

اسے دروغ گوئی، بہتان بازی اور منفی پروپیگنڈہ کا نام ہی دیا جا سکتا ہے۔ جب اہل حدیث کے عقائد واعمال سلف سے ماخوذ ہے،تو وہ سلفی ہوئے ،اب اہل حدیث کو کسی عرب یا غیر عرب کو دکھانے کی ضرورت نہیں،اس میں کیسا دھوکہ؟

اگر کوئی کہے کہ عربوں سے چندہ لینے کے لیے یہ اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں، جبکہ یہ بات بھی خلاف حقیقت ہے۔اہل حدیث اس وقت بھی اپنے آپ کو سلفی کہتے کہلواتے تھے، جب ہندوستان سے سعودی عرب میں چندہ جاتا تھا۔

⑥ ''الحمدللہ! ہم مقلدین ہی اہل سنت والجماعت ہیں،خاص کر احناف۔''

جن مقلدین کے عقائد اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقائد سے منحرف ہیں، انہیں اہل سنت والجماعت کہلوانے کا کوئی حق نہیں۔حقیقی اہل سنت وہی ہوگا، جو ائمہ اہل سنت والجماعت کے عقائد پر ہے۔آج بھی ائمہ اہل سنت کی عقائد پر لکھی گئی کتابیں موجود ہیں، موازنہ کر لیا جائے!! دیکھ لیتے ہیں کہ اہل حدیث کے عقائد ان سے ملتے ہیں یا احناف مقلدین کے؟ احناف عقائد میں اشعری و ماتریدی ہیں، جو کہ اہل سنت والجماعت سے ہٹے ہوئے گروہ ہیں۔

محدثین اور ائمہ دین تقلید سے منع کرتے ہیں، مقلدین تقلید واجب سمجھتے ہیں۔ احناف مقلدین حقیقت میں اہل سنت والجماعت کی ایک بھی نہیں مانتے۔ائمہ اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کو عرش پر بلند مانتے ہیں، جبکہ مقلدین اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مانتے ہیں۔ ائمہ اہل سنت کے نزدیک اعمال ایمان ہیں، جبکہ مقلدین کے نزدیک اعمال ایمان نہیں۔ ائمہ اہل سنت کے نزدیک ایمان بڑھتا گھٹتا ہے، جبکہ مقلدین کے نزدیک ایمان میں کمی پیشی نہیں۔جو ایمان کے عقیدہ میں ائمہ اہل سنت کے مخالف ہوں، وہ اپنے آپ کو اہل سنت

والجماعت کیسے کہلوا سکتے ہیں؟ اہل سنت والجماعت محدثین عظام ہیں، مقلدین محدثین عظام سے منحرف گروہ ہے،تو وہ اہل سنت والجماعت کیسے؟

اس کی بیسیوں بلکہ سینکڑوں مثالیں ہیں، جن میں احناف مقلدین نے محدثین کی مخالفت کی ہے۔

⑦ ''خاص کر احناف، جو ائمہ مجتہدین امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہونے کے ساتھ ساتھ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو برحق مانتے ہیں، نہ کہ یہ غیر مقلدین۔''

تقلید بالا جماع جہالت ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔ بھلا جاہل کو کیسے پتا چلا کہ فلاں برحق ہے اور فلاں برحق نہیں ہے؟ اگر وہ حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے، تو تقلید کی ضرورت کیوں؟ اگر وہ حق اور باطل میں فرق نہیں کر سکتا، تو مقلد کو کیسے معلوم ہوگا کہ یہ امام جس کی وہ تقلید کر رہے ہیں، وہ اور دیگر ائمہ مجتہدین حق پر ہیں؟

یہ کہنا کہ ہم احناف مقلدین امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کو حق مانتے ہیں، محض لفظی باتیں ہیں۔ اگر احناف ان ائمہ کو حق مانتے ہیں، تو ان کے عقائد سے منحرف کیوں؟ ان کے عقائد پر آج پر کوئی کاربند ہے، تو وہ اہل حدیث ہے، الحمد للہ!

ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا شمار فقہا اور محدثین میں ہوتا ہے۔ یہ گلستان محدثین کے تین پھول ہیں، جن کی خوشبو سے مقلدین محروم ہیں۔ یہ اپنی عوام کو طفل تسلی دیتے ہیں ہم انہیں برحق مانتے ہیں، اگر انہیں برحق مانتے ہوتے، تو ان کے خلاف عقائد واعمال وضع کیوں کرتے؟

تینوں ائمہ نے تقلید سے منع کیا ہے، جبکہ حنفی مقلدین تقلید کو اپنے گلے کا طوق بنائے

بیٹھے ہیں۔ تینوں ائمہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر شدید جروح کر رکھی ہیں، جبکہ حنفی مقلدین ان جروح کو ہضم کر لیتے ہیں، اپنی عوام کو نہیں بتاتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بھی واسطہ تعلق نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ عقیدے میں اشعری اور ماتریدی ہیں، ہمارا سوال ہے کہ آپ عقیدہ میں حنفی کیوں نہیں؟ اگر جواب میں کہیں کہ ہمارے امام عقیدے کے امام نہیں تھے، فقہ کے امام تھے، تو ہمارا جواب ہوگا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کہاں گئی؟ جہاں تک امام صاحب کے عقیدہ کا تعلق ہے، بے شک آپ کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ عقیدہ کے امام نہیں، مگر امام صاحب کا کوئی عقیدہ تو ہوگا ہی۔ اس عقیدہ کو چھوڑنے کی کیا وجہ؟

اہل حدیث جنہیں اپنا سلف مانتے ہیں، ان سے ان کا عقیدہ بھی لیتے ہیں، ان کا عمل بھی لیتے ہیں۔ ان کا علم بھی لیتے ہیں اور ان کا منہج بھی اپناتے ہیں، الغرض ہمار پورا دین محدثین عظام سے ماخوذ ہے۔ الحمدللہ علی ذلک!

تنبیہ:

کسی اہل حدیث عالم کی ذاتی یا اجتہادی رائے کو مسلک اہل حدیث نہ سمجھا جائے۔ اس کی بات کو اسلاف اُمت پر پیش کیا جائے، اگر موافق ہے، تو وہ مسلک اہل حدیث ہے، اگر مخالف ہے، تو وہ مسلک اہل حدیث نہیں ہے، بلکہ اس عالم کی اجتہادی خطا ہے۔

بعض گمراہ اپنے جیسے بعض گمراہوں کو اہل حدیث کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں، اہل حدیث ان گمراہوں سے اعلان برأت کرتے ہیں۔ ان کی غلط باتیں جو قرآن وحدیث کے خلاف ہیں، اس کو مسلک اہل حدیث دینا بہت بڑا جھوٹ اور مکر وفریب ہے۔ ہم گمراہوں اور دروغ گوؤں سے بری ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قَالَتْ قُرَيْشٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُصْبِحْ لَنَا الصَّفَا ذَهَبَةً، فَإِنْ أَصْبَحَتْ ذَهَبَةً اتَّبَعْنَاكَ، وَعَرَفْنَا أَنَّ مَا قُلْتَ كَمَا قُلْتَ، فَسَأَلَ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ، فَقَالَ : إِنْ شِئْتَ أَصْبَحَتْ لَهُمْ هٰذِهِ الصَّفَا ذَهَبَةً، فَمَنْ كَفَرَ مِنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ، عَذَّبْتُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ، وَإِنْ شِئْتَ، فَتَحْنَا لَهُمْ أَبْوَابَ التَّوْبَةِ، قَالَ : يَا رَبِّ، لَا، بَلِ افْتَحْ لَهُمْ أَبْوَابَ التَّوْبَةِ .

''قریش مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: آپ اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کردیں کہ وہ ہمارے لیے کوہِ صفا کو سونے کا بنا دے، اگر وہ سونے کا بن گیا، تو ہم آپ کی پیروی کرلیں گے اور ہمیں یقین ہو جائے گا کہ آپ جو کہتے ہیں، سچ کہتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے دعا کی، تو جبریل علیہ السلام تشریف لائے، عرض کیا: (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) اگر آپ چاہتے ہیں کہ تو کوہِ صفا سونے کا بن جائے گا، لیکن اس کے بعد ان میں سے اگر کسی نے کفر کیا، تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ جہاں والوں میں سے ایسا عذاب کسی کو نہ دیا ہو گا اور اگر آپ چاہتے ہیں، تو میں ان کے لیے توبہ کے دروازے کھول دیتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب! نہیں نہیں، ان کے لیے توبہ کے

دروازے ہی کھول دے۔“

(مسند الإمام أحمد: 3223، المُستدرك للحاكم: 174)

جواب: اس کی سند صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے ”صحیح محفوظ“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ: كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَ: أَجِدُنِي وَجِعًا يَا أَمِينَ اللّٰهِ، ثُمَّ جَاءَ مِنَ الْغَدِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللّٰهَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ، وَيَقُولُ: كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَ: أَجِدُنِي يَا أَمِينَ اللّٰهِ وَجِعًا ثُمَّ جَاءَهُ مِنَ الْيَوْمِ الثَّالِثِ وَمَعَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ: كَيْفَ تَجِدُكَ؟ قَالَ: أَجِدُنِي يَا أَمِينَ اللّٰهِ وَجِعًا، مَنْ هٰذَا مَعَكَ؟ قَالَ: هٰذَا مَلَكُ الْمَوْتِ، وَهٰذَا آخِرُ عَهْدِي بِالدُّنْيَا بَعْدَكَ، وَآخِرُ عَهْدِكَ بِهَا، وَلَنْ آسٰى عَلٰى هَالِكٍ مِّنْ وَلَدِ آدَمَ بَعْدَكَ، وَلَنْ أَهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ إِلٰى أَحَدٍ بَعْدَكَ أَبَدًا، فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سَكْرَةَ الْمَوْتِ وَعِنْدَهٗ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ، فَكُلَّمَا وَجَدَ سَكْرَةَ الْمَوْتِ أَخَذَ مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَمَسَحَ بِهٖ وَجْهَهٗ وَيَقُولُ : اَللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلٰى سَكْرَةِ الْمَوْتِ .

''سیدنا جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، نبی کریم ﷺ مرض وفات میں تھے۔ عرض کیا: اللہ عزوجل آپ کو سلام کہتا ہے اور پوچھ رہا ہے کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے امین! مجھے شدید تکلیف ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام اگلے دن آئے اور عرض کیا: محمد! (ﷺ) اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ کی صحت کے متعلق پوچھتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے امین! مجھے شدید تکلیف ہے۔ پھر تیسرے دن آئے، تو ساتھ ملک الموت بھی تھا، جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: محمد! (ﷺ) آپ کو رب آپ کو سلام کہتا ہے اور پوچھتا ہے کہ آپ کو کیا حال ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کے امین فرشتے! میں شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں۔ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ ملک الموت ہے، آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد یہ میرا زمین پر آخری پھیرا ہے، آپ کا بھی آخر دنیا میں آخری دن ہے، آپ کی وفات کے بعد مجھے اولادِ آدم میں سے کسی کی وفات پر اتنا افسوس نہیں ہوگا اور آپ کے بعد میں کسی کے لیے بھی زمین پر نہیں اتروں گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے موت کی سختی محسوس کی، آپ ﷺ کے پاس پانی کا پیالہ تھا، جب آپ ﷺ موت کی سختی طاری ہوتی، تو آپ ﷺ اس پانی میں ہاتھ ڈبوتے اور اپنے چہرے پر ملتے اور دعا فرماتے ہیں: اللہ! موت کی سختیوں

میں میری مدد فرما۔‘‘

(المُنتظم لابن الجوزي : 37/4)

جواب: سند باطل ہے۔

① رشدین بن سعد ضعیف ہے۔

② یحییٰ بن ابی سلیمان منکر الحدیث ہے۔

③ ابو احمد ابن جون کے حالات زندگی نہیں ملے۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفٌ جِدًّا .

’’یہ روایت سخت ضعیف ہے۔‘‘

(الحاوِي اللفتاوِي :458/1)

یہ روایت قرآن کریم کے معارض بھی ہے۔ کیونکہ جبریل علیہ السلام لیلۃ القدر کو زمین پر اترتے ہیں۔ (القدر:۴)

سوال: کیا مرد اپنی بیوی کی میت کو ہاتھ لگا سکتا ہے؟

جواب: لگا سکتا ہے۔

سوال: کسی دربار کی مملوکہ زمین پر کاشت کاری کرنا اور اس کا مخصوص حصہ دربار کے مالکان کو دینا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔

سوال: ایک شخص رکشہ ڈرائیور ہے، کچھ سواریاں کہتی ہیں کہ ہمیں فلاں دربار پر چھوڑ آؤ اور اپنا کرایہ لے لو، کیا انہیں دربار پر چھوڑنا جائز ہے؟

جواب: جائز نہیں، کیونکہ یہ گناہ پر تعاون ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾

(المائدة : ٢)

”نیکی اور تقویٰ کے امور پر ایک دوسرے کی معاونت کیا کریں، گناہ اور ظلم کے کام پر کسی کا ہاتھ نہ بٹایا کریں۔“

سوال: ویڈیو گیم کھیل کر پیسے کمانا کیسا ہے؟

جواب: ویڈیو گیم میں ہار جیت پر پیسے لگائے جاتے ہیں، یہ جوا ہے، اس طرح کی ویڈیو گیم کھیلنا حرام ہے، خواہ جیتنے والے کو پیسے دیں یا ہارنے والا ان ویڈیو گیم کے مالک کو پیسے دے۔

اگر دو یا زیادہ لوگ مل کر ایک گیم کھیلتے ہیں، گیم کا مالک ہر ایک سے مخصوص رقم وصول کرتا ہے، خواہ کوئی ہارے یا جیتے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: کیا بلال رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے مکہ میں اذان کہی؟

جواب: اذان مدینہ میں مشروع ہوئی، مکہ میں اذان نہیں۔ لہٰذا ایسی کوئی بھی معتبر روایت نہیں کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے قبل مکہ میں اذان کہی ہو۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (٩١١ھ) فرماتے ہیں:

مَسْأَلَةٌ : هَلْ وَرَدَ أَنَّ بِلَالًا أَوْ غَيْرَهٗ أَذَّنَ بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ؟

الْجَوَابُ : وَرَدَ ذٰلِكَ بِأَسَانِيدَ ضَعِيفَةٍ لَا يُعْتَمَدُ عَلَيْهَا، وَالْمَشْهُورُ الَّذِي صَحَّحَهٗ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ وَدَلَّتْ عَلَيْهِ

الْأَحَادِيثُ الصَّحِيحَةُ، أَنَّ الْأَذَانَ إِنَّمَا شُرِعَ بَعْدَ الْهِجْرَةِ، وَأَنَّهٗ لَمْ يُؤَذِّنْ قَبْلَهَا بِلَالٌ وَلَا غَيْرُهٗ.

''سوال: کیا ایسی کوئی روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی نے اذان کہی ہو؟

جواب: اس بارے میں وارد احادیث کی سندیں ضعیف ہیں، ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ مشہور بات یہی ہے، جسے اکثر علما نے صحیح قرار دیتے ہیں اور جس پر صحیح احادیث دلیل کناں ہے کہ اذان ہجرت کے بعد مشروع ہوئی، ہجرت سے پہلے نہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی اور نہ کسی اور نے۔''

(الحاوِي للفتاوِي: 410/1)

سوال: کیا نبیوں کے علاوہ بھی کسی کا بدن قبر میں محفوظ رہ سکتا ہے؟

جواب: نبیوں اور رسولوں کے اجساد مقدسہ قبروں میں محفوظ رہتے ہیں۔ یہ نبیوں کا خاصہ ہے۔ دیگر میتوں کے لیے ضروری نہیں کہ ان کے اجسام کو مٹی نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کسی کی میت کو محفوظ رکھنا چاہیے، تو یہ مانع نہیں ہے، ایسا ممکن ہے، مشاہدات اور دلائل اس کی تائید کرتے ہیں، لیکن یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

اسْتَخْرَجْتُهٗ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَإِذَا هُوَ كَيَوْمِ وَضَعْتُهٗ هُنَيَّةً غَيْرَ أُذُنِهٖ.

''میں نے چھ ماہ بعد اپنے والد کی میت کو قبر سے نکالا، دیکھا کہ وہ بالکل تازہ بہ تازہ تھے کہ گویا میں نے انہیں ابھی دفن کیا ہو، سوائے کان کے ایک حصہ کے (کہ زمین پر لگنے کی وجہ سے اس میں تغیر آچکا تھا)۔''

(صحيح البخاري :1351)

تنبیہ:

بعض کہتے ہیں کہ شہداء کے اجساد کو مٹی نقصان نہیں پہنچاتی، یہ بے دلیل بات ہے۔

(سوال): بعض کہتے ہیں کہ جہنم نے اللہ تعالیٰ سے حقیقتاً شکایت نہیں کیا، بلکہ یہاں مجاز ہے، اسی طرح جہنم کا سانس لینا بھی مجاز ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِشْتَكَتِ النَّارُ إِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ: رَبِّ أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا، فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ؛ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ، فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ، وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ .

”جہنم نے رب سے شکایت کی: میرے رب! میرا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے، مجھے دو سانس لینے کی اجازت عطا فرما! ایک سانس سردیوں میں اور دوسرا گرمیوں میں۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) لہٰذا گرمی یا سردی کی جتنی شدت آپ محسوس کرتے ہیں، (وہ جہنم کے سانس لینے سے ہے)۔“

(صحيح البخاري : 3260، صحيح مسلم : 617)

(جواب): یہ حدیث صحیح ہے۔ ائمہ اہل سنت والجماعت اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کرتے ہیں، اسے بغیر دلیل مجازی معنی پہنانا درست نہیں۔ بعد والوں نے اگر ایسا کیا ہے، تو جمہور محققین علما کے خلاف ان کی بات حجت نہیں۔

جہنم کا شکایت کرنا یا سانس لینا حقیقت ہے، اس کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہے، ہمارے ذمہ تصدیق ہے، عقل نارسا کی بنیاد پر شریعت کا معارضہ کرنا درست نہیں۔ دین

میں تسلیم ہے، معارضہ نہیں۔ نصوص کو بغیر دلیل مجاز کی بھینٹ چڑھانا اہل الحاد کا محبوب مشغلہ ہے، ائمہ اہل سنت والجماعت نے اس بت کو توڑا ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) سے نقل کرتے ہیں:

الصَّوَابُ الْأَوَّلُ لِأَنَّهٗ ظَاهِرُ الْحَدِيثِ وَلَا مَانِعَ مِنْ حَمْلِهٖ عَلٰى حَقِيقَتِهٖ فَوَجَبَ الْحُكْمُ بِأَنَّهٗ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''پہلا قول (کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے) ہی درست ہے، کیونکہ یہ حدیث کا ظاہر ہے اور اسے حقیقت پر محمول کرنے میں کوئی شے مانع نہیں، لہٰذا یہ فیصلہ واجب ہے کہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے، واللہ اعلم!''

(شرح مسلم : 120/5)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۳۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اگر کوئی غلطی سے کتے کا گوشت کھا جائے، تو کیا کرے؟

جواب: ممکن ہو تو قے کر دے، وہ گناہ گار نہ ہوگا، کیونکہ اس نے غلطی سے کتا کھایا ہے، نیز اسے معدہ واش کرانے کی بھی حاجت نہیں۔

سوال: حالت جنون میں رہ جانے والی نمازیں اور روزوں کی آفاقہ کے بعد قضا دینا واجب ہے یا مستحب؟

جواب: حالت جنون میں اگر ایک آدھ دن کی نمازیں رہ گئیں ہیں، تو وہ آفاقہ کے بعد ان کی قضا دے دے، البتہ اگر جنون کی مدت زیادہ ہے، تو ان نمازوں کی قضا دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر روزے رہ جائیں، تو آفاقہ ہونے پر ان کی قضا واجب ہے۔

سوال: قبول اسلام سے پہلے جو نمازیں نہیں پڑھیں یا روزے رہ گئے، کیا قبول اسلام کے بعد نومسلم ان نمازوں اور روزوں کی قضا دے سکتا ہے؟

جواب: اس پر قضا نہیں، کیونکہ جب اس نے اسلام کی قبول نہیں کیا تھا، تو نماز اور روزے کا فریضہ اس پر عائد ہی نہیں ہوا تھا۔ اس لیے وہ نماز اور روزے کی قضا نہیں دے گا۔

بعض کہتے ہیں کہ قبول اسلام کے بعد بھی حالت کفر میں رہ جانے والی نمازوں اور روزوں کی قضا دے سکتا ہے، اگرچہ اس پر واجب نہیں، وہ اس مؤقف پر درج ذیل حدیث مبارک سے استدلال کرتے ہیں۔

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهٗ : أَوْفِ بِنَذْرِكَ .

''انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! میں نے زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، تو آپ نے انہیں فرمایا: اپنی نذر پوری کریں۔''

(صحيح البخاري : 6697، صحيح مسلم : 1656، المُنتقى لابن الجارود : 941)

مگر اس حدیث سے مذکورہ مسئلہ پر استدلال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نذر مانی تھی، جسے پورا کرنا لازم تھا، یہ نذر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ زمانہ جاہلیت میں مانی تھی، مگر یہ مستحب عمل تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا۔

اس کے برعکس کافر پر نمازیں اور روزے واجب ہی نہیں، تا آنکہ وہ اسلام قبول کر لے۔ اسی طرح اگر کوئی بچہ بلوغت کے بعد کہے کہ میں ان تمام نمازوں اور روزوں کی قضا دوں گا، جو میں نے پیدائش سے بلوغت تک چھوڑے ہیں، تو اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی، کیونکہ بلوغت سے قبل اس پر یہ فرائض عائد ہی نہیں تھے۔

سوال: درج ذیل روایات میں تعارض کو کیسے دور کیا جائے؟

❀ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهٗ فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ : أَرْبَعُونَ يَوْمًا، يَوْمٌ كَسَنَةٍ، وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ، وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ، وَسَائِرُ أَيَّامِهٖ

كَأَيَّامِكُمْ، قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَسَنَةٍ، أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلَاةُ يَوْمٍ؟ قَالَ : لَا، اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ.

”ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! دجال زمین میں کتنا عرصہ ٹھہرے گا، فرمایا: چالیس دن، پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا، دوسرا دن ایک مہینے کے برابر، تیسرا دن ایک جمعہ (سات دنوں) کے برابر اور باقی ایام آپ کے عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جو دن ایک سال کے برابر ہوگا، کیا اس میں ہم ایک دن کی (پانچ) نمازیں ہی پڑھیں گے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اندازہ لگا لینا (اور سال برابر دن میں سال کی نمازیں پڑھنا)۔“

(صحیح مسلم : 2937)

اس حدیث کے مطابق دجال زمین میں چالیس دن تک ٹھہرے گا، اس کا پہلا دن سال کے برابر اور دوسرا دن مہینے کے برابر، تیسرا دن ہفتے کے برابر اور باقی ایام عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ گویا اس حدیث میں دجال کے شروع والے ایام طویل ہوں گے، بعد میں کم ہوتے ہوتے عام دنوں کی طرح ہو جائیں گے۔

جبکہ اس کے معارض ایک روایت میں دجال کے چالیس سال زمین پر ٹھہرنے کی بات ہے، پھر بالترتیب اس کے سال کی مقدار کم سے کم ہوتی جائے گی، حتی کہ ہر دن ایک چنگاری کی طرح گزر جائے گا۔

❀ سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَيَّامَهُ أَرْبَعُونَ سَنَةً، السَّنَةُ كَنِصْفِ السَّنَةِ، وَالسَّنَةُ كَالشَّهْرِ، وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ، وَآخِرُ أَيَّامِهِ كَالشَّرَرَةِ.

”دجال کے زمین میں ٹھہرنے کا عرصہ چالیس برس ہے، اس کا ایک سال آدھے سال کے برابر، دوسرا سال ایک مہینے کے برابر اور مہینے جمعہ (سات دنوں) کے برابر ہوگا، اس کے آخری ایام چنگاریوں کی طرح (جلدی سے) گزر جائیں گے۔“

(سنن ابن ماجہ : 4077)

تطبیق کی کیا صورت ہے۔

جواب: دجال زمین پر چالیس دن ٹھہرے گا، اس کا ایک دن ایک سال کے برابر ہو گا، دوسرا دن ایک مہینے، تیسرا دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا، بقیہ ایام عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ یہ روایت بالکل صحیح ہے، یہ مضمون دیگر صحابہ کی روایات سے ثابت ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ الصَّادِقَ الْمَصْدُوقَ يَقُولُ : يَخْرُجُ الْأَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَسِيحُ الضَّلَالَةِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ فِي زَمَنِ اخْتِلَافٍ مِّنَ النَّاسِ، وَفُرْقَةٍ، فَيَبْلُغُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَبْلُغَ مِنَ الْأَرْضِ فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا، اَللّٰهُ أَعْلَمُ مَا مِقْدَارُهَا؟ ....

”میں نے صادق و مصدوق نبی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ گمراہی کا مارا ہوا کانا دجال لوگوں کے اختلاف وافتراق کے دور میں مشرق سے نکلے گا، چالیس دنوں میں زمین میں جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پہنچے گا، اللہ خوب جانتا ہے کہ ان چالیس دنوں کی مقدار کتنی ہوگی؟......“

(مُسند البزّار [کشف الأستار] : 3396، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' قرار دیا ہے۔

(فتح الباري : 13/100)

جبکہ سیدنا ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ والی مذکورہ روایت ضعیف ہے۔ابورافع اسماعیل بن رافع ضعیف ہے۔

نیز اس میں راوی سے غلطی ہوئی ہے، جس نے چالیس دنوں کو چالیس سال بنا دیا، پھر اس کی مقدار میں کمی بیان کر دی۔

ممکن ہے کہ یہ اسماعیل بن رافع کا وہم ہو، اس روایت پر بعض اہل علم نے عدم اطمینان کا اظہار بھی کیا ہے۔

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ جِدًّا مِّنْ هٰذَا الْوَجْهِ .

''یہ حدیث اس سند کے ساتھ سخت منکر ہے۔''

(تفسير ابن كثير : 2/461)

نیز خود سیدنا ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے یہی روایت اسی طرح کی سند کے ساتھ چالیس دنوں کے الفاظ کے ساتھ بھی مروی ہے، جس طرح سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے مروی روایات میں ہے۔معلوم ہوا کہ چالیس سال والے الفاظ خطا ہیں۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَدْ نَبَّهَ الْحُفَّاظُ عَلٰى أَنَّهٗ وَقَعَ فِيهِ تَخْبِيطٌ فِي إِسْنَادِهٖ وَمَتْنِهٖ وَهٰذِهِ الْجُمْلَةُ مِمَّا وَقَعَ فِيهِ التَّخْبِيطُ، فَقَدْ تَضَافَرَتِ الْأَخْبَارُ بِأَنَّ مُدَّةَ لُبْثِهٖ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعُونَ يَوْمًا لَا أَرْبَعُونَ سَنَةً .

”حفاظ حدیث نے تنبیہ کی ہے کہ اس روایت کی سند اور متن میں سہو ہوا ہے۔ یہ (چالیس سال والا) وہ جملہ ہے، جس میں وہم ہوا ہے، کیونکہ دیگر تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ دجال کے زمین میں ٹھہرتے کی مدت چالیس دن ہے، نہ کہ چالیس سال۔“

(الحاوي للفتاوي: 34/1)

سوال: بعض کہتے ہیں کہ جب مؤذن اذان کہے، تو اذان سننے والا اپنی جگہ پر برقرار رہے، اگر کوئی کھڑا ہے، تو کھڑا رہے، بیٹھے نہیں، اسی طرح اگر کوئی بیٹھا ہے، تو وہ بیٹھا رہے، کھڑا نہ ہو، اس لیے کہ جب اذان ہوتی ہے، تو شیطان بھاگتا ہے، لہٰذا شیطان کی طرح حرکت نہ کی جائے۔ اس استدلال کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اذان کا جواب دینا ذکر ہے اور ذکر کسی بھی حالت میں کیا جا سکتا ہے، اٹھتے بیٹھے چلتے پھرتے اور لیٹے ہوئے، ہر حالت میں ذکر جائز ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ﴾

(آل عمران: 191)

”عقل والے اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔“

اس لیے اذان کے جواب میں یہ قید لگانا کہ جو جس حالت میں ہے، اسی حالت میں رہے، ورنہ اس میں شیطان کے بھاگنے اور حرکت کرنے سے مشابہت ہوتی ہے، بالکل غلط بات ہے۔ جس نے بھی سامع کے لیے یہ قید لگائی ہے، اس کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں، اس لیے اسے مکروہ یا حرام کہنا بلا دلیل ہوگا۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) سے اسی طرح کا سوال ہوا، تو فرمایا:

الْجَوَابُ : الْآيَةُ الشَّرِيفَةُ وَارِدَةٌ فِي الْحَثِّ عَلَى الذِّكْرِ فِي كُلِّ حَالٍ وَأَنَّهُ لَا يُكْرَهُ فِي حَالَةٍ مِّنَ الْأَحْوَالِ، وَقَدْ رَوٰى مُسْلِمٌ فِي صَحِيحِهٖ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : «كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ أَحْيَانِهٖ»، وَهٰذَا الْحُكْمُ الَّذِي دَلَّتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ وَالْحَدِيثُ بَاقٍ مَعْمُولٌ بِهٖ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ كَافَّةً، وَمَا ذُكِرَ فِي السُّؤَالِ مِنْ أَنَّ السَّامِعَ لِلْمُؤَذِّنِ فِي حَالِ قِيَامِهٖ لَا يَجْلِسُ، وَفِي حَالِ جُلُوسِهٖ يَسْتَمِرُّ عَلٰى جُلُوسِهٖ لَا أَصْلَ لَهٗ فِي الْحَدِيثِ، وَلَا وَرَدَ قَطُّ فِي حَدِيثٍ لَا صَحِيحٍ، وَلَا ضَعِيفٍ، وَلَا ذَكَرَهٗ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِنَا فِي كُتُبِ الْفِقْهِ.

فَيَجُوزُ لِلسَّامِعِ إِذَا كَانَ قَائِمًا أَنْ يَجْلِسَ، وَإِذَا كَانَ جَالِسًا أَنْ يَضْطَجِعَ، وَإِذَا كَانَ مُضْطَجِعًا أَنْ يَسْتَمِرَّ عَلَى الْاضْطِجَاعِ وَيُجِيبَ الْمُؤَذِّنَ حَالَ الْاضْطِجَاعِ، وَلَا يُكْرَهُ لَهٗ ذٰلِكَ، لِأَنَّهٗ لَمْ يَرِدْ فِيهِ نَهْيٌ، وَالْكَرَاهَةُ تَحْتَاجُ إِلٰى دَلِيلٍ مِنْ نَهْيٍ خَاصٍّ، وَلَا سَبِيلَ إِلٰى وُجُودِهٖ، بَلِ الْآيَةُ الشَّرِيفَةُ دَالَّةٌ عَلٰى جَوَازِهٖ، وَكَذٰلِكَ الْحَدِيثُ الْمَذْكُورُ.

”جواب: آیت مبارکہ ہر حالت میں ذکر کرنے کی ترغیب دلاتی ہے، نیز یہ

آیت دلیل ہے کہ کسی بھی حالت میں ذکر کرنا مکروہ نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے تھے۔'' جس حکم پر آیت مبارکہ اور حدیث دلالت کرتے ہیں، یہ حکم تمام اہل علم کے نزدیک باقی ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ باقی جو سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ مؤذن کی آواز سننے والا کھڑا ہے، تو وہ بیٹھے گا نہیں اور جو بیٹھا ہے، وہ بیٹھا رہے گا (کھڑا نہیں ہوگا)، تو حدیث میں اس کی کوئی اصل نہیں، نہ یہ بات کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں وارد ہوئی ہے، بلکہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے کتب فقہ میں بھی ذکر نہیں کی۔

لہٰذا اذان سننے والا اگر کھڑا ہے، تو بیٹھ سکتا ہے، اسی طرح جو بیٹھا ہے، وہ لیٹ سکتا ہے، جو لیٹا ہوا ہے، وہ بے شک لیٹا رہے اور لیٹے لیٹے مؤذن کا جواب دیتا رہے، اس کے لیے ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس بارے میں کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی اور کراہت کے لیے ممانعت خاصہ کی دلیل چاہیے، جو بالکل بھی موجود نہیں ہے۔ بلکہ آیت مبارکہ اس کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح مذکورہ حدیث بھی۔''

(الحاوِي للفتاوِي: 36/1)

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهٗ .

''کسی شوہر سے اپنے بیوی کو مارنے کے بارے میں باز پرس نہ کی جائے۔''

(سنن أبي داود : 2147، سنن ابن ماجه : 1986)

جواب: سند ضعیف ہے۔عبدالرحمٰن مسلی مجہول الحال ہے۔

سوال: ایک شخص نماز میں ''صراط الذین انعمت'' کے بجائے ''الصراط الذین انعمت'' کہے، اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: جان بوجھ کر غلط پڑھے، تو نماز باطل ہے، البتہ اگر انجانے میں ہو جائے، تو نماز صحیح ہے، اسے اپنی قرأت بہتر کرنی چاہیے۔

سوال: دعائے قنوت کے الفاظ «وَلَا يَعِزُّ» میں عین پر کیا اعراب ہے؟

جواب: دعائے قنوت کے الفاظ «وَلَا يَعِزُّ» میں عین پر زیر پڑھی جائے گی، کیونکہ «عَزَّ يَعِزُّ» کا معنی ہے: عزت پانا اور «عَزَّ يَعُزُّ» کا معنی ہے: کسی پر غلبہ پانا۔

دعائے قنوت کے الفاظ میں زیر والے الفاظ ہی ہیں۔

❁ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

هُوَ بِكَسْرِ الْعَيْنِ مَعَ فَتْحِ الْيَاءِ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَاللُّغَةِ وَالتَّصْرِيفِ، وَأَلَّفْتُ فِي ذٰلِكَ مُؤَلَّفًا سَمَّيْتُهُ أَوَّلًا: «الْإِعْرَاضُ وَالتَّوَلِّي عَمَّنْ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي»، ثُمَّ عَدَلْتُ عَنْ هٰذَا الِاسْمِ وَسَمَّيْتُهُ: «الثُّبُوتُ فِي ضَبْطِ الْقُنُوتِ».

''«وَلَا يَعِزُّ» کے الفاظ میں عین پر کسرہ ہے اور یاء پر فتحہ ہے، اس میں محدثین، اہل لغت اور اہل صرف کا کوئی اختلاف نہیں۔ میں نے اس بارے میں ایک کتاب تالیف کی، جس کا پہلے پہل نام رکھا: «الْإِعْرَاضُ وَالتَّوَلِّي عَمَّنْ

لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي» پھر تبدیل کر کے یہ نام رکھا: «الثُّبُوتُ فِي ضَبْطِ الْقُنُوتِ»۔''

(الحاوِي للفتاوِي :1/40)

سوال: ایک شخص نے جمعہ کی نماز کی پہلی رکعت میں بیس آیات تلاوت کیں، دوسری میں دس آیات تلاوت کیں، کیا یہ طویل قرأت نہیں؟

جواب: جمعہ کی پہلی رکعت میں بیس اور دوسری میں دس آیات کی قرأت کرنا طویل قرأت نہیں، البتہ امام کو چاہیے کہ مقتدیوں، وقت اور مسجد کے موسم کا لحاظ کر کے قرأت میں کمی پیشی کر سکتا ہے۔

بہتر یہی ہے کہ جمعہ کی نماز میں مسنون قرأت کی جائے، یعنی پہلی رکعت میں سورت اعلیٰ اور دوسری میں سورت الغاشیہ۔ یا پہلی رکعت میں سورت جمعہ اور دوسری میں سورت منافقون۔ جمعہ کی نماز میں ان سورتوں کی تلاوت کرنا مسنون اور مستحب ہے۔

سوال: مرد کس کس دھات کی انگوٹھی پہن سکتا ہے؟

جواب: مرد سونے کے علاوہ ہر دھات کی انگوٹھی سکتا ہے۔

سوال: مرد کے لیے انگوٹھی کے وزن کی کوئی مقدار مقرر ہے؟

جواب: انگوٹھی کے وزن کی کوئی مقدار مقرر نہیں، جتنی چاہے اتنی مقدار کی انگوٹھی بنوا سکتا ہے۔ اس بارے میں کوئی روایت ثابت نہیں۔

سوال: کیا انجیر کی پیداوار پر عشر ہے؟

جواب: انجیر کے پھل کی پیداوار پر عشر نہیں۔

سوال: ایک شخص نے کنو کا باغ فروخت کیا، اس باغ میں امرود کے درخت بھی

تھے، کیا اس بیع میں امرود بھی شامل ہے؟

جواب: اس نے صرف کنو کا باغ بیچا ہے، امرود کے درخت اس میں شامل نہیں، لہٰذا اس بیع میں امرود کے درخت شامل نہیں۔ البتہ اگر سودے کے وقت یہ طے ہوا ہو کہ اس باغ میں جتنی قسم کے بھی درخت ہیں، سب کے پھلوں کی بیع ہو گی، تب تو امرود کے درخت بھی اس بیع میں شامل ہوں گے، ورنہ نہیں۔

سوال: ایک شخص نے کسی کی غیبت کی، اسے گالیاں دیں، بعد میں اسے احساس ہوا، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ واستغفار کیا، کیا اس سے اس کا گناہ ختم ہو جائے گا یا اسے اس شخص سے بھی معافی مانگنی پڑے گی، جس نے اس نے غیبت کی ہے اور اسے گالیاں دی ہیں؟

جواب: جس کی غیبت کی ہو یا اسے گالیاں دی ہوں، تو اس گناہ کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے بھی توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے اور اس شخص سے بھی، جس کی غیبت کی گئی ہے، البتہ اگر اس شخص تک رسائی ممکن نہیں، تو استغفار کرتا رہے، اُمید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا گناہ معاف کر دے گا۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَتِ الْعَرَبُ يَخْدُمُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي الْأَسْفَارِ، وَكَانَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَجُلٌ يَخْدُمُهُمَا، فَنَامَ، وَاسْتَيْقَظَا وَلَمْ يُهَيِّءْ طَعَامًا، فَقَالَا : إِنَّ هٰذَا لَنَئُومٌ بَيْنَكُمْ فَأَيْقَظَاهُ فَقَالَا : ائْتِ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْ لَهٗ : إِنَّ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ يُقْرِآنِكَ السَّلَامَ، وَهُمَا يَسْتَأْدِمَانِكَ، فَأَتَاهُ، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَخْبِرْهُمَا أَنَّهُمَا قَدِ ائْتَدَمَا فَفَزِعَا، فَجَاءَ ا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، بَعَثْنَا نَسْتَأْدِمُكَ، فَقُلْتَ : ائْتَدَمَا، فَبِأَيِّ شَيْءٍ ائْتَدَمْنَا؟ فَقَالَ : بِأَكْلِكُمَا لَحْمَ أَخِيكُمَا، إِنِّي لَأَرٰى لَحْمَهٗ بَيْنَ ثَنَايَاكُمْ فَقَالَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَاسْتَغْفِرْ لَنَا قَالَ : هُوَ، فَلْيَسْتَغْفِرْ لَكُمَا .

”اہل عرب کے یہاں معمول تھا کہ دوران سفر وہ ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے، (ایک سفر میں) سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی خدمت ایک شخص کے ذمہ تھی، وہ شخص سو گیا، جب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بیدار ہوئے، تو خادم نے کھانے کے لیے کچھ تیار نہ کیا تھا، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے (آپس میں) کہا: یہ خادم تو انتہائی غیر مستقل مزاج اور سست ہے۔ پھر انہوں نے اسے جگایا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جایئے اور عرض کیجیے کہ ابو بکر و عمر آپ کو سلام پیش کرتے ہیں اور آپ سے سالن مانگ رہے ہیں، تو خادم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر و عمر کو بتانا کہ وہ دونوں سالن کھا چکے ہیں۔ (یہ پیغام سن کر) ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما گھبرا گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم نے اسے آپ کے پاس سالن مانگنے بھیجا تھا، مگر آپ نے فرمایا ہے کہ آپ دونوں سالن کھا چکے ہیں، بھلا ہم نے کیا کھایا ہے؟ فرمایا: آپ دونوں نے اپنے (خادم) بھائی کا گوشت کھایا ہے، (یعنی اس کی غیبت کی ہے، جو مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔) میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا گوشت آپ کے دانتوں کے درمیان

(زبان) پر لگا ہوا ہے، تو ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما عرض گزار ہوئے: اللہ کے رسول! (غیبت کر کے ہم سے غلطی ہوگئی) آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کر دیجئے، فرمایا: (مجھے استغفار کے لیے نہ کہیں، بلکہ) اس خادم کو چاہیے کہ وہ آپ کے لیے استغفار کرے۔''

(مَساوئ الأخلاق للخرائطي: 180، وسندهٗ صحيحٌ)

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کی غیبت کر بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کے ساتھ ساتھ جس کی غیبت کی ہے، اس سے معافی مانگنی چاہیے، وہ معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ سے غیبت کرنے والے کے حق میں استغفار کرے، تو گناہ معاف ہوتا ہے، ورنہ غیبت کا گناہ انسان کے سر پر لٹکا رہے گا۔

سوال: مسجد میں نماز جنازہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا بالا جماع جائز ہے، البتہ بہتر اور مستحب یہی ہے کہ نماز جنازہ جنازہ گاہ یا کھلے میدان میں ادا کی جائے۔ اسے منسوخ قرار دینا بے دلیل ہے۔ ہر دور کے مسلمان مسجد میں نماز جنازہ کے جواز کے قائل وفاعل رہے ہیں۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَائِشَةَ أَمَرَتْ أَنْ يَمُرَّ بِجَنَازَةِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ، فَأَنْكَرَ النَّاسُ ذٰلِكَ عَلَيْهَا، فَقَالَتْ: مَا أَسْرَعَ مَا نَسِيَ النَّاسُ، مَا صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى سُهَيْلِ ابْنِ الْبَيْضَاءِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ.

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا ہے کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد

سے گزارا جائے، تاکہ وہ بھی ان پر نماز جنازہ پڑھ لیں، تو لوگوں نے اس بات کی وجہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر نکیر کی، تو سیدہ نے فرمایا: لوگ کتنی جلدی بھول گئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ہی تو ادا فرمائی تھی۔''

(صحيح مسلم: 973)

✿ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّافِعِيُّ: يُصَلَّى عَلَى الْمَيِّتِ فِي الْمَسْجِدِ وَاحْتَجَّ بِهٰذَا الْحَدِيثِ.

''امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ اس حدیث (عائشہ رضی اللہ عنہا) کو حجت بنایا ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم: 1033)

✿ امام اسحاق بن منصور کوسج رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قُلْتُ لِأَحْمَدَ: اَلصَّلَاةُ عَلَى الْمَيِّتِ فِي الْمَسْجِدِ؟

قَالَ أَحْمَدُ: لَا بَأْسَ بِهٖ.

قَالَ إِسْحَاقُ: كَمَا قَالَ.

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا مسجد میں نماز جنازہ پڑھا جا سکتا ہے؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے بھی یہی جواب دیا۔''

(مسائل الكَوْسج: 537، 3239)

✿ امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ أَحْمَدَ مَا لَا أُحْصِي يُصَلِّي عَلَى الْجَنَائِزِ فِي الْمَسْجِدِ.

''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو بے شمار دفعہ مسجد میں میتوں پر نماز جنازہ پڑھتے دیکھا۔''

(مَسائل أبي داود: 1050)

✿ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

ظَاهِرٌ فِي الْجَوَازِ فِي الْمَسْجِدِ، نَعَمْ كَانَتْ عَادَتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجَ الْمَسْجِدِ فَالْأَقْرَبُ أَنْ يُقَالَ: الْأَوْلٰى أَنْ تَكُونَ خَارِجَ الْمَسْجِدِ مَعَ الْجَوَازِ فِيهِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ.

''یہ حدیث مسجد میں نماز جنازہ کے جواز میں بالکل واضح ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ نبی کریم ﷺ کا معمول مسجد سے باہر نماز جنازہ پڑھنے کا تھا۔ اس لیے سب سے بہتر مؤقف یہ ہے کہ اولیٰ یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہو، مگر مسجد کے اندر بھی جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!''

(حاشية السّندي على سنن النّسائي: 68/4)

✿ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ صُلِّيَ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ادا کی گئی۔''

(موطأ الإمام مالك: 230/1، مصنّف ابن أبي شيبة: 11969، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 965/2)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

كِلَا الْأَمْرَيْنِ جَائِزٌ، وَالْأَفْضَلُ الصَّلَاةُ عَلَيْهَا خَارِجَ الْمَسْجِدِ .

''(مسجد سے باہر اور مسجد کے اندر نماز جنازہ) دونوں طرح جائز ہے۔ البتہ افضل یہی ہے کہ مسجد سے باہر نماز جنازہ پڑھی جائے۔''

(التّنبيه على مُشكلات الهداية : 799/2)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ تنزیہی خیال کرتے ہیں۔

(فتح القدير : 128/2)

تنبیہ:

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَا شَيْءَ لَهٗ .

''جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی، اس کے لیے کچھ نہیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 9865، واللّفظ لهٗ، سنن أبي داود : 3191، سنن ابن ماجه : 1517، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو بعض نے مسجد میں نماز جنازہ کے عدم جواز پر پیش کیا ہے، مگر یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ مسجد میں نماز جنازہ کے جواز پر صحیح احادیث اور اجماع دلالت کرتے ہیں، اس لیے اس حدیث کو مسجد میں نماز جنازہ کے عدم جواز کی دلیل بنانا جائز نہیں۔

رہا اس حدیث کا معنی ومفہوم، تو اس کے دو مفہوم بیان ہوئے ہیں؛

① «فَلَا شَيْءَ لَهٗ» سے مراد یہ ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے کے لیے کامل اجر نہیں ہے، جو کہ کھلے میدان یا جنازہ گاہ میں نماز جنازہ پڑھنے کا اجر ہے۔

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الصَّلَاةَ صَحِيحَةٌ إِجْمَاعًا فَيُحْمَلُ أَنْ لَيْسَ لَهٗ أَجْرٌ كَامِلٌ .

''مسجد میں نماز جنازہ بالاجماع صحیح ہے، لہٰذا اس حدیث (ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ) کا معنی یہ ہوگا کہ اس کے لیے کامل اجر نہیں ہے۔''

(حاشية السّندي على سنن ابن ماجه :462/1)

② یہاں «فَلَا شَيْءَ لَهٗ» کا معنی ہے «فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ» یعنی جو مسجد میں نماز جنازہ پڑھے، اس پر کوئی گناہ نہیں، اس معنی کے مطابق مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا بالکل جائز ہے۔ «لَهٗ» بمعنی «عَلَيْهِ» اہل عرب کے ہاں عام مستعمل ہے۔

❁ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

«فَلَا شَيْءَ لَهٗ» هٰذَا هُوَ الصَّحِيحُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ قَالُوا : وَمَعْنٰى قَوْلِهٖ : «لَا شَيْءَ لَهٗ» يُرِيدُ لَا شَيْءَ عَلَيْهِ قَالُوا : وَهٰذَا صَحِيحٌ مَعْرُوفٌ فِي لِسَانِ الْعَرَبِ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ بِمَعْنٰى فَعَلَيْهَا وَمِثْلُهٗ كَثِيرٌ .

''اس حدیث میں «فَلَا شَيْءَ لَهٗ» کے الفاظ ہی صحیح ہیں، اہل علم کہتے ہیں:

«لَا شَيْءَ لَهٗ» سے مراد «لَا شَيْءَ عَلَيْهِ» ''اس پر گناہ نہیں ہے۔'' اہل علم کہتے ہیں: یہ معنی صحیح ہے اور اہل عرب کی زبان میں معروف ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا﴾ ''اگر تم نیکی کروگے، تو اپنے لیے نیکی کروگے اور اگر تم برائی کا ارتکاب کروگے، تو اس کا وبال تمہاری جانوں پر ہی ہے۔'' اس آیت میں «فَلَهَا» بمعنی «فَعَلَيْهَا» ہے۔ اس کی بہت ساری مثال موجود ہیں۔''

(التّمهيد: 21/221-222)

تنبیہ:

❁ مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں فَلَا صَلَاةَ لَهٗ کے الفاظ ہیں، مگر یہ الفاظ ثابت نہیں۔

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

مَنْ صَلَّى عَلٰى جِنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَيْسَ لَهٗ أَجْرٌ.

''جس نے مسجد میں نماز جنازہ ادا کی، اس کے لیے کوئی اجر نہیں۔''

(مسند علي بن الجعد: 2752)

سند ضعیف ہے، سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

تنبیہ:

امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا منسوخ ہے اور حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ناسخ ہے۔

(شرح معاني الآثار :492/1)

دعویٰ نسخ بے دلیل ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کی بالخصوص اور علمائے احناف کی بالعموم یہ عادت ہے کہ جب کوئی دلیل اپنے مذہب کے خلاف پاتے ہیں، تو اسے منسوخ قرار دیتے ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

دعویٰ نسخ کے جواب میں امام بیہقی رحمہ اللہ (۴۵۸ھ) فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ نَسْخُ مَا رَوَتْهُ عَائِشَةُ لَذَكَرَهُ ...... يَوْمَ صَلَّى عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَلَذَكَرَهُ مَنْ أَنْكَرَ عَلٰى عَائِشَةَ أَمْرَهَا بِإِدْخَالِهِ الْمَسْجِدَ، أَوْ ذَكَرَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ حِينَ رَوَتْ فِيهِ الْخَبَرَ.

وَإِنَّمَا أَنْكَرَهُ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مَعْرِفَةٌ بِالْجَوَازِ، فَلَمَّا رَوَتْ فِيهِ الْخَبَرَ سَكَتُوا وَلَمْ يُنْكِرُوهُ وَلَا عَارَضُوهُ بِغَيْرِهِ.

”اگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی ناسخ کوئی روایت ہوتی، تو آپ رضی اللہ عنہ اس دلیل کو اس دن ذکر کرتے، جس دن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی گئی، یا وہ شخص اس ناسخ دلیل کا ذکر کرتا، جس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر میت کو مسجد داخل کرنے کے حوالہ سے نکیر کی تھی، یا جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ حدیث بیان کی، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت ناسخ دلیل کا ذکر کر دیتے (مگر ایسا کچھ نہیں ہوا)۔

دراصل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے میت کو مسجد داخل کرنے پر نکیر ان لوگوں نے کی تھی، جنہیں اس کے جواز کا علم نہیں تھا، پھر جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواز

پر روایت پیش کی، تو وہ خاموش ہو گئے اور انہوں نے کسی دلیل کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ معارضہ نہیں کیا۔"

(مَعرفة السّنن والآثار : 5/318)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اِحْتَجَّ بَعْضُهُمْ بِأَنَّ الْعَمَلَ اسْتَقَرَّ عَلٰى تَرْكِ ذٰلِكَ لِأَنَّ الَّذِينَ أَنْكَرُوا ذٰلِكَ عَلٰى عَائِشَةَ كَانُوا مِنَ الصَّحَابَةِ وَرُدَّ بِأَنَّ عَائِشَةَ لَمَّا أَنْكَرَتْ ذٰلِكَ الْإِنْكَارَ سَلَّمُوا لَهَا فَدَلَّ عَلٰى أَنَّهَا حَفِظَتْ مَا نَسُوهُ .

"بعض نے یہ استدلال لیا ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ کے ترک کرنے پر ہی عمل جاری تھا، کیونکہ جن لوگوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر نکیر کی، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہی تھے۔ اس استدلال کا رد یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب اس نکیر پر انکار کیا (اور بطور دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کیا،) تو ان صحابہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دلیل پر سر تسلیم خم کر لیا، چنانچہ ثابت ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہ دلیل یاد رکھی، جسے بعض صحابہ بھول گئے تھے۔"

(فتح الباري : 3/199)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

✿ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضٌ أَوْ مُسَافِرٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَمْلُوكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ.

''جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس پر جمعہ واجب ہے، سوائے مریض، مسافر، عورت، بچے یا غلام کے۔ جس نے لہو ولعب یا تجارت کی وجہ سے جمعہ کی ادائیگی کی پرواہ نہ کی، تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہ ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ بڑا غنی اور تعریف والا ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 1576)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① معاذ بن محمد انصاری مجہول الحال ہے۔

✿ اسے امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''غیر معروف'' کہا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 182/8)

✿ نیز ''منکر الحدیث'' بھی کہا ہے۔

(الكامل في ضُعفاء الرجال : 182/8)

اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۹/ ۱۷۷'' میں ذکر کیا ہے۔

② عبداللہ بن لہیعہ ضعیف ہے۔

③ ابوالزبیر کا عنعنہ ہے۔

❀ حافظ عبدالحق اشبیلی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الأحكام الوُسطى : 101/2)

❀ حافظ ابن عبدالہادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ .

''یہ حدیث ثابت نہیں۔''

(تنقيح التّحقيق : 552/2)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَصِحَّ .

''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(تنقيح التّحقيق :278/1)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 760/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(الدّراية :216/1)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کے ہمراہ میدان جنگ میں فرشتے بھی حاضر ہوتے تھے؟

جواب: کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت ہے کہ بعض غزوات میں نبی کریم ﷺ

اور مؤمنوں کی امداد کے لیے فرشتے بھی نازل ہوئے۔ فرشتوں نے کفار سے قتال کیا، بعض صحابہ نے فرشتوں کو دیکھا بھی ہے۔

فرشتوں کا میدان جنگ میں قتال کرنا شرعاً وعقلاً محال نہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ‌* وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

(الأنفال : ۹۔۱۰)

”اس وقت کو یاد کرو، جب تم اپنے رب سے مدد مانگ رہے تھے، تو اس نے تمہاری دعا قبول کی (اور کہا:) میں ایک ہزار پے در پے فرشتوں سے تمہاری امداد کروں گا۔ اسے (امداد کو) اللہ تعالیٰ نے فقط (تمہارے لیے) خوش خبری اور تمہارے دلوں کے اطمینان کا سامان بنایا، ورنہ مدد تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾(الأنفال : ۱۲)

”جب تمہارے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، لہٰذا تم مؤمنوں کو ثابت قدم رکھو، عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب

ڈال دوں گا،تم کافروں کی گردنوں پرضرب لگاؤاوران کے جوڑ جوڑ پر مارو۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ٭ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ أَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ٭ بَلٰى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ٭ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ إِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾(آل عمران : ١٢٣ـ١٢٦)

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہاری بدر میں نصرت کی، جبکہ تم کمزور تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تاکہ تم شکر گزار بن سکو۔ (اے نبی!) جب آپ مؤمنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہیں تین ہزار فرشتے نازل کر کے امداد بہم پہنچائے۔ کیوں نہیں، اگر تم صبر سے کام لو، تقویٰ اختیار کرو اور وہ (کفار) تم پر اسی جوش میں حملہ آور ہوں، تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان زدہ فرشتوں کے ساتھ تمہاری امداد کرے گا۔ اسے (امداد کو) اللہ تعالیٰ نے فقط تمہارے لیے خوش خبری اور تمہارے دلوں کے اطمینان کا سامان بنایا، ورنہ مدد تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، جو غالب اور حکمت والا ہے۔''

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر

کے موقع پر فرمایا:

هٰذَا جِبْرِيلُ، آخِذٌ بِرَأْسِ فَرَسِهٖ، عَلَيْهِ أَدَاةُ الْحَرْبِ.

''یہ جبریل ہیں، جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہیں، جو آلات حرب سے لدا ہوا ہے۔''

(صحيح البخاري : 3995)

❁ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، وَمَعَهٗ رَجُلَانِ يُقَاتِلَانِ عَنْهُ، عَلَيْهِمَا ثِيَابٌ بِيضٌ، كَأَشَدِّ الْقِتَالِ مَا رَأَيْتُهُمَا قَبْلُ وَلَا بَعْدُ.

''میں نے اُحد کے دن رسول اللہ ﷺ کے دفاع میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا، ان پر سفید چادریں تھیں، وہ بہت سخت قتال کر رہے تھے، میں نے انہیں اس وقت سے پہلے یا بعد میں کبھی نہیں دیکھا (وہ دونوں جبریل اور میکائیل تھے، جیسا کہ دیگر روایات میں وضاحت ہے)۔''

(صحيح البخاري : 4054، صحيح مسلم : 2306)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَئِذٍ يَشْتَدُّ فِي أَثَرِ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ أَمَامَهٗ، إِذْ سَمِعَ ضَرْبَةً بِالسَّوْطِ فَوْقَهٗ وَصَوْتَ الْفَارِسِ يَقُولُ : أَقْدِمْ حَيْزُومُ، فَنَظَرَ إِلَى الْمُشْرِكِ أَمَامَهٗ فَخَرَّ

مُسْتَلْقِيًا، فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ قَدْ خُطِمَ أَنْفُهُ، وَشُقَّ وَجْهُهُ، كَضَرْبَةِ السَّوْطِ فَاخْضَرَّ ذٰلِكَ أَجْمَعُ، فَجَاءَ الْأَنْصَارِيُّ، فَحَدَّثَ بِذٰلِكَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: صَدَقْتَ، ذٰلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ.

''اس (بدر کے) دن ایک مسلمان کسی مشرک کے پیچھے بھاگ رہا تھا اور وہ اس کے آگے آگے تھا، اسی اثنا میں مسلمان نے اپنے اوپر سے کوڑا لگنے کی آواز سنی اور کسی گھوڑ سوار کو یہ کہتے سنا: حیزوم! (گھوڑے کا نام) چڑھائی کرو۔ چنانچہ مسلمان نے اپنے سامنے مشرک کی طرف دیکھا کہ وہ چت پڑا تھا، پھر اس پر نگاہ دوڑائی، تو دیکھا کہ اس کے ناک پر گہرا نشان تھا اور اس کا چہرہ کوڑے کی ضرب سے پھٹ چکا تھا اور وہ سارے کا سارا سبز ہو چکا تھا۔ چنانچہ وہ انصاری صحابی آئے اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو سارا ماجرا کہا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ سچ کہہ رہے ہیں، یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی۔''

(صحیح مسلم: 1763)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِأَبِي بَكْرٍ: مَعَ أَحَدِكُمَا جِبْرِيلُ، وَمَعَ الْآخَرِ مِيكَائِيلُ، وَإِسْرَافِيلُ مَلَكٌ عَظِيمٌ يَشْهَدُ الْقِتَالَ وَيَكُونُ فِي الصَّفِّ.

''نبی کریم ﷺ نے مجھے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آپ میں سے ایک کے

ساتھ جبریل علیہ السلام اور دوسرے کے ساتھ میکائیل علیہ السلام ہیں، جبکہ اسرافیل علیہ السلام عظیم فرشتہ ہیں، جو لڑائی میں حاضر ہوتے ہیں اور جنگی صفوں میں موجود ہوتے ہیں۔''

(المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 68/3، السّنة لابن أبي عاصم : 1252، مصنّف ابن أبي شيبة : 16/12، وسندهٗ حسنٌ، والحديث صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

لَمَّا بَنٰی إِبْرَاهِيمُ الْبَيْتَ أَوْحَی اللّٰهُ إِلَيْهِ أَنْ أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ، قَالَ : فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ : «أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ قَدِ اتَّخَذَ بَيْتًا وَأَمَرَكُمْ أَنْ تَحُجُّوهُ» فَاسْتَجَابَ لَهٗ مَا سَمِعَهٗ مِنْ حَجَرٍ أَوْ شَجَرٍ أَوْ أَكَمَةٍ أَوْ تُرَابٍ : لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ .

''جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو حج کے لیے آواز دیں، تو ابراہیم علیہ السلام نے آواز لگائی: سنو! بلاشبہ تمہارے رب نے ایک گھر بنایا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس کے گھر کا حج کرو۔ چنانچہ اس صدا کو جس بھی پتھر، درخت، ٹیلے یا مٹی نے سنا، اس نے یہ کہتے ہوئے دعوت کو قبول کیا: لبیک اللھم لبیک۔''

(المُستدرك للحاكم : 4026، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 9832)

جواب: سند ضعیف ہے۔عطاء بن سائب مختلط ہے، جریر بن عبد الحمید اور ورقاء بن عمر یشکری نے ان سے بعد از اختلاط سماع کیا ہے۔

❁ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(تفسير ابن أبي حاتم : 1250)

سند ضعیف ہے۔ابو عاصم غنوی کا سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہو سکا۔

❁ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(المُستدرك للحاكم : 3464)

سند ضعیف ہے۔قابوس بن ابی ظبیان ضعیف ہے۔

❁ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سَأَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ سَلَامٍ عَنِ الْأَثَرِ الَّذِي فِي الْمَقَامِ، فَقَالَ : كَانَتِ الْحِجَارَةُ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ الْيَوْمَ إِلَّا أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَرَادَ أَنْ يَجْعَلَ الْمَقَامَ آيَةً مِّنْ آيَاتِهٖ، فَلَمَّا أَمَرَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْ يُؤَذِّنَ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ، قَامَ عَلَى الْمَقَامِ، فَارْتَفَعَ الْمَقَامُ حَتّٰى صَارَ أَطْوَلَ الْجِبَالِ، وَأَشْرَفَ عَلٰى مَا تَحْتَهٗ، فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَجِيبُوا رَبَّكُمْ فَأَجَابَهُ النَّاسُ، فَقَالُوا : «لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ»، فَكَانَ أَثَرُ قَدَمَيْهِ فِيهِ لِمَا أَرَادَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ، فَكَانَ يَنْظُرُ عَنْ يَمِينِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، وَيَقُولُ : أَجِيبُوا

رَبَّكُمْ، فَلَمَّا فَرَغَ أُمِرَ بِالْمُقَامِ، فَوُضِعَهٗ قِبْلَةً، فَكَانَ يُصَلّٰى إِلَيْهِ مُسْتَقْبِلَ الْبَابِ فَهُوَ قِبْلَةٌ إِلٰى مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ كَانَ إِسْمَاعِيلُ بَعْدُ يُصَلِّي إِلَيْهِ إِلٰى بَابِ الْكَعْبَةِ، ثُمَّ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُمِرَ أَنْ يُصَلِّيَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَصَلَّى قَبْلَ أَنْ يُهَاجِرَ وَبَعْدَ مَا هَاجَرَ، ثُمَّ أَحَبَّ اللّٰهُ تَعَالٰى أَنْ يَصْرِفَهٗ إِلٰى قِبْلَتِهِ الَّتِي رَضِيَ لِنَفْسِهٖ وَلِأَنْبِيَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ، قَالَ: فَصَلَّى إِلَى الْمِيزَابِ وَهُوَ بِالْمَدِينَةِ، ثُمَّ قَدِمَ مَكَّةَ، فَكَانَ يُصَلِّي إِلَى الْمَقَامِ مَا كَانَ بِمَكَّةَ.

''میں نے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مقام ابراہیم میں موجود نشان کے متعلق پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ پتھر جس حالت میں اب ہے، اسی حالت میں تھا، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی بنانے کا ارادہ کیا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو حج کے لیے آواز دیں، تو آپ علیہ السلام اس مقام پر کھڑے ہوئے، تو یہ مقام بلند ہوگیا، یہاں تک کہ پہاڑوں سے بھی اونچا ہوگیا، آپ علیہ السلام نے اپنے نیچے کی طرف دیکھا اور فرمایا: لوگو! اپنے رب کی بات مانو، چنانچہ لوگوں نے اس آواز پر لبیک کہا، کہنے لگے: لبیک اللھم لبیک۔ تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات پتھر میں ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ علیہ السلام اپنے دائیں اور بائیں دیکھنے لگے اور فرمانے لگے: اپنے رب کی بات مانو۔

جب آپ علیہ السلام اس سے فارغ ہوئے، تو مقام ابراہیم کو قبلہ مقرر کر دیا گیا، تو کعبہ کے دروازے کی سمت میں مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جانے لگی، پھر جب تک اللہ نے چاہا مقام ابراہیم ہی قبلہ رہا۔ پھر سیدنا اسماعیل علیہ السلام بھی بیت اللہ کے دروازے والی طرف مقام ابراہیم کی جانب منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح نماز پڑھتے رہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم دیا گیا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے اور بعد میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے پسند کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قبلہ کی طرف پھیر دے، جسے اس نے اپنے لیے اور اپنے نبیوں کے لیے پسند کیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رہتے ہوئے بیت اللہ کے پرنالے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر جب مکہ تشریف لائے، تو جتنے دن مکہ میں رہے، مقام ابراہیم کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔''

(أخبار مكة للأزرقي: 30/2)

جھوٹی روایت ہے۔

① ابوبکر ابن ابی سبرہ متروک ووضاع ہے۔

② محمد بن عمر واقدی کذاب ہے۔

③ اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ متروک ہے۔

سوال: فجر کی سنتیں بغیر عذر بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: بغیر عذر فجر کی سنتیں بیٹھ کر نہیں پڑھنی چاہییں۔

(سوال): کیا مسلمان کو کبیرہ گناہوں کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا؟

(جواب): قرآن وسنت کے دلائل اس بات کے مؤید ہیں کہ مسلمان کو کبیرہ گناہ کی بنا پر کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَذْهَبَ أَهْلِ الْحَقِّ أَنَّهُ لَا يَكْفُرَ الْمُسْلِمُ بِالْمَعَاصِي كَالْقَتْلِ وَالزِّنَا .

''اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان کو قتل اور زنا جیسے گناہوں کی وجہ سے کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔''

(شرح مسلم: 49/2)

(سوال): کیا ابلیس اور کفار بھی پل صراط سے گزریں گے؟

(جواب): پل صراط سے ہر انسان اور جن کو گزرنا ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد، مسلمان ہو یا کافر۔ لہٰذا ابلیس اور کفار بھی پل صراط سے گزارے جائیں گے، مگر وہ گزر نہیں پائیں گے، بلکہ جہنم رسید ہو جائیں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا، ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾ (مریم: ٧١-٧٢)

''تم میں سے ہر ایک نے اس پر وارد ہونا ہے، یہ تیرے رب کے ہاں حتمی اور فیصلہ شدہ بات ہے، پھر ہم پرہیزگاروں کو (وہاں سے) بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرتا چھوڑ دیں گے۔''

جمہور مفسرین کے مطابق اس آیت میں جس جگہ وارد ہونے کا ذکر ہے، وہ ”پل صراط“ ہے۔صحیح احادیث اسی تفسیر کی تائید کرتی ہیں۔

سوال: کیا قبر میں میت کو سات دن آزمائش میں مبتلا کیا جاتا ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں کچھ ثابت نہیں، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ جب میت کے گھر والے میت کو دفن کر کے واپس پلٹتے ہیں،تو اسی وقت میت کی آزمائش شروع ہو جاتی ہے۔سات دن والی بات بے دلیل ہے۔غیبی اُمور کے اثبات کے لیے قرآن اور حدیث کی نص مطلوب ہے۔

سوال: کیا نبی کریم ﷺ کی بعثت فرشتوں کی طرف بھی ہوئی؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی بعثت جن وانس کی طرف ہوئی ہے،فرشتوں کی طرف نہیں ہوئی۔فرشتے انسانوں اور جنات کی طرح مکلّف نہیں ہیں،فرشتے وہی کرتے ہیں، جوانہیں رب تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے۔

سوال:بعض کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں قرأت نافع کے مطابق قرأت کرتے تھے،اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر کئی قرأتوں میں قرآن نازل کیا۔ نبی کریم ﷺ سبھی قرأتوں میں قرآن پڑھتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھاتے تھے۔ یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ قرأت نافع کے مطابق نماز میں قرأت کرتے تھے، بے دلیل بات ہے، کسی صحابی نے یہ بات نقل نہیں کی۔

❀ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

ذَكَرَ ذَاكِرٌ أَنَّ أَكْثَرَ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

الصَّلَاةِ كَانَتْ بِقِرَاءَ ةِ نَافِعٍ، وَهٰذَا شَيْءٌ لَا أَصْلَ لَهُ الْبَتَّةَ بَلْ كَانَ يَقْرَأُ بِجَمِيعِ الْأَحْرُفِ الْمُنَزَّلَةِ عَلَيْهِ، وَكَيْفَ يُنْسَبُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ لَمْ يَرْوِهِ عَنْهُ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَلَا خَرَّجَهُ أَحَدٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيثِ فِي كُتُبِهِمْ لَا بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ وَلَا بِإِسْنَادٍ غَيْرِ صَحِيحٍ؟!.

''ایک شخص نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز میں اکثر و بیشتر قرأت نافع کے مطابق تلاوت کرتے تھے۔ یہ بالکل بے اصل بات ہے۔ نبی کریم ﷺ تمام نازل شدہ قرأتوں کے مطابق تلاوت کرتے تھے، بھلا نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی بات کیسے منسوب کی جاسکتی ہے، جسے آپ ﷺ سے کسی بھی صحابہ نے نقل نہ کیا ہو اور نہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے اپنی کتاب میں صحیح یا ضعیف سند کے ساتھ نقل کیا ہو؟!''

(الحاوي للفتاوي: 130/2)

سوال: اگر کسی نے کوئی گناہ کیا، پھر دنیا میں اس پر حد جاری کر دی گئی، کیا روز قیامت اس سے اس گناہ کی باز پرس ہوگی؟

جواب: اگر کسی نے حد والے گناہ کا ارتکاب کیا، پھر اس پر حد جاری کر دی گئی، تو یہ حد اس گناہ کا کفارہ بن جائے گی، خواہ وہ بخوشی اپنے اوپر حد قائم کروائے یا اس پر زبردستی حد قائم کر دی جائے۔ ہر صورت میں اس کا گناہ ختم ہو جاتا ہے، روز قیامت اسے اس گناہ کی بات سوال نہ ہوگا۔

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَعُوقِبَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ، وَمَنْ أَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَسَتَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللّٰهِ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهٗ .

''جو ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اسے سزا بھی مل گئی، تو وہ (سزا) اس کا کفارہ بن جائے گی، جو ان میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈال دیا، تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، خواہ اسے سزا دے، خواہ معاف کر دے۔''

(صحيح البخاري : 4894، صحيح مسلم : 1709، المُنتقٰى لابن الجارود : 803)

سوال: کیا کبیرہ گناہ کے لیے توبہ شرط ہے؟

جواب: اصل اصول یہی ہے کہ ہر کبیرہ کے لیے توبہ شرط ہے، کبائر کی معافی بغیر توبہ نہیں، مگر بعض ایسی مخلص نیکیاں بھی ہوتی ہے، جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ کبائر کو بھی معاف کر دیتا ہے، لیکن یہ اصول نہیں ہے، یہ خاص اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، جو جس پر کر دے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ، اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْعَطَشُ، فَوَجَدَ بِئْرًا فَنَزَلَ فِيهَا، فَشَرِبَ ثُمَّ خَرَجَ، فَإِذَا كَلْبٌ يَلْهَثُ، يَأْكُلُ الثَّرٰى مِنَ الْعَطَشِ، فَقَالَ الرَّجُلُ : لَقَدْ بَلَغَ هٰذَا الْكَلْبَ مِنَ الْعَطَشِ مِثْلُ الَّذِي كَانَ بَلَغَ بِي، فَنَزَلَ الْبِئْرَ فَمَلَأَ خُفَّهٗ ثُمَّ أَمْسَكَهٗ بِفِيهِ، فَسَقَى الْكَلْبَ فَشَكَرَ اللّٰهُ لَهٗ فَغَفَرَ لَهٗ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ

اللّٰهِ وَإِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا؟ فَقَالَ : نَعَمْ، فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ .

''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص راستے میں جا رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، تو اسے ایک کنواں ملا، وہ کنوئیں میں اترا اور پانی پیا، باہر آیا، تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے تری چاٹ رہا ہے، آدمی نے سوچا کہ اس کتے کو بھی اسی طرح پیاس لگی ہوئی ہے، جس طرح مجھے لگی تھی۔ تو وہ کنوئیں میں اترا، اپنے موزے میں پانی بھرا، پھر اسے منہ سے پکڑا (اور باہر لایا) اس نے کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس (کے عمل کی) قدردانی کی اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا چوپائیوں (سے نیکی کرنے) میں بھی ہمارے لیے اجر وثواب ہے؟ فرمایا: جی ہاں، ہر تر جگر والے (جان دار) سے اچھا برتاؤ کرنے پر اجر ہے۔''

(صحيح البخاري : 6009، صحيح مسلم : 2244)

شرک وکفر کے علاوہ ہر گناہ بغیر توبہ معاف ہوسکتا ہے، مگر یہ اللہ پر ہے، چاہے تو معاف کردے اور چاہے تو مؤاخذہ کرلے، چاہے اعمال صالحہ اور نیت خالصہ کی بنا پر معاف فرمادے یا کسی کی سفارش سے معاف کردے۔

سوال: کیا بیوی مقتول شوہر کی دیت میں وارث بنے گی؟

جواب: مقتول کی دیت ورثا میں تقسیم ہوگی، بیوی بھی وارث بنے گی۔

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : الدِّيَةُ لِلْعَاقِلَةِ، وَلَا تَرِثُ الْمَرْأَةُ مِنْ

دِيَةِ زَوْجِهَا، حَتّٰى أَخْبَرَهُ الضَّحَّاكُ الْكِلَابِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ يُّوَرِّثَ امْرَأَةَ أَشْيَمَ الضِّبَابِيِّ مِنْ دِيَةِ زَوْجِهَا .

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دیت کے حقدار عاقلہ (باپ کی طرف سے رشتہ دار) ہیں، بیوی کو خاوند کی دیت سے وراثت نہیں ملے گی، حتی کہ ضحاک کلابی رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا تھا کہ اشیم ضبابی کی بیوی کو اس کے خاوند کی دیت سے وارث بناؤں۔''

(مسند الإمام أحمد : 452/3، سنن أبي داوٗد : 2927، السّنن الكبرٰى للنّسائي : 6364، سنن التّرمذي : 2110، سنن ابن ماجه : 2642، وسندهٗ صحيحٌ، ولهٗ شواهد)

اس حدیث کو امام ابن الجارود رحمہ اللہ (٩٦٦) نے ''صحیح'' اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

یہ حدیث دلیل ہے کہ دیت کا مال مقتول کی ملکیت بن جاتی ہے، پھر وہ مال (وراثت کی طرح) ورثہ میں تقسیم ہو جاتا ہے۔

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ .

''اہل علم کے یہاں اسی پر عمل ہے (کہ عورت اپنے شوہر کی دیت میں وارث بنے گی)۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم : 1415)

سوال: وفات شوہر کی صورت میں بیوہ پر عدت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جس کا شوہر فوت ہو جائے، وہ بیوہ ہے، اس پر چار ماہ دس دن تک عدت کرنا واجب ہے۔ اس دوران وہ آگے شادی نہیں کر سکتی، زیورات، زیب و زینت، زرق برق لباس اور خوشبو سے اجتناب کرے گی، بغیر اشد ضرورت کے گھر سے باہر نہیں نکلے گی۔

سوال: اگر کوئی ذمی کافر نبی کریم ﷺ یا اسلام کو گالیاں دے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی ذمی کافر نبی کریم ﷺ یا اسلام کو گالیاں دے، تو اس کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے اور وہ حربی کافر بن جاتا ہے، اب اس کے جان و مال کی حرمت ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی سزا بھی قتل ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ام ولد نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی، تو انہوں نے اسے قتل کر دیا، تو نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا، تو فرمایا:

أَلَا اِشْهَدُوا أَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ .

”گواہ رہیں کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔“

(سنن أبي داود :4361، سنن النّسائي : 4070، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کھانے کی ضرورت کے بغیر جانور ذبح کرنا کیسا ہے؟

جواب: جانور ذبح کر کے پھینک دینا یا ضرورت سے زائد جانوروں کو ذبح کرنا اور بقیہ مذبوح جانوروں کو ضائع کر دینا جائز نہیں۔

سوال: جو شخص تیز نشہ کرنے کی وجہ سے مر گیا، کیا اسے جہنم میں نشہ کا عذاب دیا جائے گا؟

جواب: جو جس حالت میں فوت ہوگا، اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ اگر کسی نے

جانتے بوجھتے تیز نشہ استعمال کیا، اسے اسی کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَا مَاتَ عَلَيْهِ .

''ہر بندے کو اسی حالت میں اٹھایا جائے گا، جس (عقیدہ یا عمل) پر وہ فوت ہوا ہوگا۔''

(صحیح مسلم : 2878)

انسان دنیا میں جس نیکی یا گناہ پر ہوگا، اسے روز قیامت اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ اس سے مراد دنیوی اُمور یا مباح کام نہیں ہیں۔ ایسا نہیں کہ اگر کوئی کھیتی باڑی کرتا ہے، تو اسے کھیتی باڑی کرنے کی حالت میں ہی اٹھایا جائے گا، کوئی موٹر سائیکل کا مکینک ہے، تو اسے اپنے ساز و سامان کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ دنیوی اُمور کا لحاظ نہیں۔

سوال: خیر الامور اوسطھا ''بہترین کام وہ ہیں، جن میں میانہ روی ہو۔'' کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: مذکورہ الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں، البتہ یہ ضابطہ دلائل شرعیہ سے ثابت ہے۔ دین کا ہر حکم افراط و تفریط اور غلو و تقصیر سے مبرا ہے، دین کے تمام شرعی اُمور میں میانہ روی چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُّشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ، إِلَّا غَلَبَهٗ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ .

''دین آسان ہے، جو دین میں سختی کرے گا، بالآخر تھک ہار جائے گا۔ میانہ

روی اختیار کریں، اسلام کے قریب رہیں اور خوش خبریاں سنائیں، دن کے پہلے پہر، آخری پہر اور رات کے کچھ وقت کی عبادت کے ذریعے مدد طلب کریں۔"

(صحيح البخاري : 39)

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ لِّأُصَلِّيَ بِصَلَاتِهٖ، فَافْتَتَحَ الصَّلَاةَ، فَقَرَأَ قِرَاءَ ةً لَّيْسَتْ بِالْخَفِيضَةِ، وَلَا بِالرَّفِيعَةِ، قِرَائَةً يُّرَتِّلُ فِيهَا يُسْمِعُنَا .

"ایک رات نماز میں شرکت کو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت شروع کی، تو آواز پست تھی نہ بہت اونچی، بہترین قرأت، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر ہمیں آیات سناتے رہے۔"

(فضائل القرآن للفريابي : 120، مسند الإمام أحمد : 401/5، وسندهٗ حسنٌ)

❁ تابعی کبیر امام مطرف بن عبداللہ بن شخیر رحمہ اللہ (۹۵ھ) فرماتے ہیں:

خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَاطُهَا .

"بہترین اُمور درمیانے ہیں۔"

(طَبقات ابن سعد : 142/7، مصنّف ابن أبي شيبة : 35128، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا نیکی کے کاموں پر سختی کی جا سکتی ہے؟

جواب: نیکی کے بعض کاموں میں کچھ نہ کچھ سختی کرنا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلّٰى، وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهٗ،

فَصَلَّتْ، فَإِنْ أَبَتْ، نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ، وَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّتْ، وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا، فَصَلّٰى، فَإِنْ أَبٰى، نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ.

''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، جو رات کو بیدار ہوا اور تہجد پڑھی، اپنی بیوی کو جگایا، اس نے بھی نماز پڑھی۔ اگر بیوی نے انکار کیا، تو اس کے چہرے پر پانی ڈالا۔ اللہ اس خاتون پر بھی رحم فرمائے، جو رات کو اُٹھی اور تہجد ادا کی، شوہر کو جگایا، اس نے انکار کیا، تو چہرے پر پانی ڈالا۔''

(مسند الإمام أحمد: 436,251/2، سنن أبي داوٗد: 1450، سنن النّسائي: 1611، سنن ابن ماجه: 1336، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1148) اور امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہما (2567) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (309/1) نے ''امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام: 587/1؛ رياض الصّالحين: 1183)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا سونے چاندی کے برتن خریدے جاسکتے ہیں؟

جواب: سونے چاندی کے برتن خریدے جاسکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ ان میں کھانا پینا ممنوع ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ زیاد بن عبداللہ نخعی سے مروی ہے:

كُنَّا جُلُوسًا مَعَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ وَالْكُوفَةُ يَوْمَئِذٍ إِخْصَاصٌ، فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ، فَقَالَ: الصَّلَاةُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لِلْعَصْرِ، فَقَالَ: اجْلِسْ فَجَلَسَ، ثُمَّ عَادَ، فَقَالَ ذٰلِكَ، فَقَالَ عَلِيٌّ: هٰذَا الْكَلْبُ يُعَلِّمُنَا بِالسُّنَّةِ، فَقَامَ عَلِيٌّ فَصَلَّى بِنَا الْعَصْرَ، ثُمَّ انْصَرَفْنَا فَرَجَعْنَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي كُنَّا فِيهِ جُلُوسًا، فَجَثَوْنَا لِلرُّكَبِ فَتَزَوَّرُ الشَّمْسُ لِلْمَغِيبِ نَتَرَاءَاهَا.

''ہم سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد اعظم میں بیٹھے تھے، ان دنوں کوفہ جھونپڑیوں پر مشتمل تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس مؤذن آیا، کہا: امیر المومنین! نماز عصر کا وقت ہو گیا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹھ جائیے، وہ

بیٹھ گیا، اس نے پھر بات دہرائے اور ایسے ہی کہا، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور ہمیں نماز عصر پڑھائی، پھر ہم واپس گئے، ہم اسی جگہ پلٹے، جہاں ہم بیٹھے ہوئے تھے، ہم گھٹنوں کے بَل بیٹھ گئے، سورج غروب ہونے کو تھا، ہم اسے دیکھ رہے تھے۔''

(المُستدرك للحاكم : 690)

جواب: سند ضعیف ہے۔ زیاد بن عبداللہ نخعی مجہول الحال ہے۔ اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ''الثقات: ۴/۲۵۶'' میں ذکر کیا ہے۔

❀ اسے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(سنن الدّارقطني، تحت الرقم : 988)

سوال: کیا دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے؟

جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں۔ روز آخرت اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنا دیدار کرائیں گے، اس پر اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ أَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ.

''جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6507، صحيح مسلم : 2683)

یہ حدیث قریب المرگ کے بارے میں ہے، جس پر موت کا وقت طاری ہو جائے،

اس وقت جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا مشتاق ہو، تو اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند کرتا ہے۔
یہ حدیث دلیل ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں۔ دیدار موت سے پہلے ممکن نہیں۔

❀ علامہ ابن ملک حنفی رحمہ اللہ (۸۵۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهٗ تَعَالٰى لَا يُرٰى فِي الدُّنْيَا فِي الْيَقْظَةِ لَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا قَبْلَهٗ، وَعَلَيْهِ الْإِجْمَاعُ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ حالت بیداری میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں، نہ موت کے وقت اور نہ موت سے پہلے۔ اس پر اجماع ہے۔“

(شرح المَصابيح : 330/2)

سوال: قبرستان میں اپنے پیاروں کے غم میں رو پڑا، کیا حکم ہے؟

جواب: قبرستان میں بھی رویا جا سکتا ہے، بشرطیکہ جزع فزع نہ ہو۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ، فَبَكٰى وَأَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ، فَقَالَ : اسْتَأْذَنْتُ رَبِّي فِي أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي، وَاسْتَأْذَنْتُهٗ فِي أَنْ أَزُورَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِي، فَزُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی، خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رولا دیا، فرمایا: میں نے اپنے رب سے ماں کے لیے استغفار کی اجازت مانگی، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت نہ دی، البتہ قبر کی زیارت کی اجازت مانگی، تو اجازت دے دی، لہٰذا قبروں کی زیارت کیا کریں، یہ موت یاد دلاتی ہیں۔“

(صحیح مسلم : 976)

سوال: کسی دن کی تعظیم کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: کسی دن، جگہ یا شے کی تعظیم شرعی دلیل پر موقوف ہے، جس دن کو شریعت نے معظم ومکرم قرار نہیں دیا، اسے تعظیم یا تکریم دینا غیر مشروع، بلکہ ناجائز ہے۔ مثلاً: اسلام نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کو مسلمانوں کی عید قرار دیا ہے، ان دو کے علاوہ کسی اور دن کو عید قرار دینا جائز نہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ : مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا : كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ .

”رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے، اہل مدینہ نے دو دن مقرر کیے ہوئے تھے، جن میں وہ کھیل کود کرتے تھے، آپ ﷺ نے پوچھا: یہ دو دن کیسے؟ کہنے لگے: ہم زمانہ جاہلیت سے ہی ان دو دنوں میں کھیل کود کرتے چلے آ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی صورت میں ان سے بہتر دن عطا کیے ہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 250/3، سنن أبي داوٗد : 1134، سنن النّسائي : 1556، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ (۲۹۴/۱) نے ”امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح“ کہا ہے،

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(بُلوغ المَرام من أدِلَّة الأحكام : 497)

بطور تہوار اسلام میں صرف دو ہی عیدیں ہیں، تیسری عید کا کوئی تصور نہیں۔

سوال: بچوں کی دینی تربیت میں والدین کیا کردار ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: اولاد کائنات کا سب سے بیش قیمت تحفہ ہے، اس کی قدر دانی چاہیے، اولاد اگر فرمانبردار اور تربیت یافتہ ہو، تو والدین کے لیے نیک نامی اور اُخروی نجات کا سبب بنتی ہے، لیکن اگر یہی اولاد نافرمان ہو اور دین سے دور ہو، تو والدین کے لیے بدنامی اور آخرت میں پریشانی کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے اولاد کا نیک ہونا ضروری ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اولاد کی اسلامی تربیت کیسے ہو؟

اس کے لیے جہاں اساتذہ کرام اور دیگر ذمہ داران کا کردار ضروری ہے، وہاں سب سے اہم والدین کی تربیت ہے، کیونکہ بچوں کی تربیت کا آغاز ماں کی گود سے ہوتا ہے، اس کی تربیت لوری سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ اگر والدین خود اسلامی تعلیمات سے آراستہ و پیراستہ ہوں، تو وہ اپنے بچوں میں بھی دین کی آگہی منتقل کرتے ہیں۔

والدین کو چاہیے کہ جہاں بچوں کی دنیوی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں، وہیں ان کی دینی و تعلیمی ضروریات کا بھی خصوصی دھیان رکھیں، وہ غلطی کریں، تو انہیں تنبیہ کریں، وقتاً فوقتاً انہیں اسلامی عقائد ونظریات اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں، اسلام کی محبت ان کے دلوں میں بٹھائیں۔ سلام کلام کے آداب سکھائیں، کھانا کھانے، پانی پینے، بیت الخلاء جانے، سونے، جاگنے، لباس اور دیگر مقامات کے آداب سکھائیں، ان مواقع پر پڑھی

جانے والی مسنون دعائیں یاد کرائیں۔ بچے کچھ غلط کریں، تو انہیں اس سے منع کریں، تاکہ ان کی عادت نہ بن جائے، بچوں کو گھر میں تربیت یافتہ ماحول فراہم کریں، اگر وہ غلط لوگوں کے ماحول میں رہتا ہے، تو وہ غلط ہی سیکھے گا۔

بچوں کی تربیت کے لیے والدین کا خود تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے، بچہ اپنے ماں باپ کے عمل سے بہت کچھ سیکھتا ہے، اسے کچھ غلط سیکھنے کا موقع مت دیجئے۔ اپنے بچوں کی بھی اصلاح کیجئے اور اگر کوئی دوسرا بچہ غلطی کرتا ملے، تو اسے بھی انتہائی شائستگی کے ساتھ سمجھا دیں، کہ یہ معاشرتی فریضہ ہے۔

ہر دور کے مسلمان اور غیر مند والدین بچوں کی اسلامی نہج پر تربیت کرتے آئے ہیں۔ کتاب وسنت میں اس پر کثیر دلائل ہیں، مثلاً ؛

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَابُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (لقمان : ١٣)

”جب لقمان نے اپنے بیٹے کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے فرمایا: بیٹا! اللہ کے ساتھ شرک مت کرنا، کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے۔“

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَابُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ۞ يَابُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ أَصَابَكَ إِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ٭ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ٭ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾(لقمان : ١٦۔١٩)

''میرے بیٹا! (یادرکھو کہ) اگر رائی کے دانے برابر بھی کوئی شے ہو اور وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں، اللہ تعالیٰ (روز قیامت) اسے بھی لے آئے گا، بلاشبہ اللہ باریک بین اور خبردار ہے۔ میرے بیٹا! نماز قائم کرنا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اور مصیبت پہنچے پر صبر کرنا، کیونکہ یہ عزیمت والے کاموں میں سے ہے۔ لوگوں کے لیے اپنے رخسار کو ٹیڑھا مت کرنا، نہ ہی زمین میں اکڑ کر چلنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہر تکبر کرنے والا اور شیخی بکھیرنے والا پسند نہیں ہے۔ درمیانی چال میں چلو اور آواز کو پست رکھو، سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَوَصّٰى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ٭ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلٰهَكَ وَإِلٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُونَ﴾(البقرة : ١٣٢۔١٣٣)

”اسی (دین داری) کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو کی اور یعقوب نے بھی کہ میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے دین کو پسند کیا ہے، لہٰذا تمہیں موت اس حال میں آنی چاہیے کہ تم مسلمان ہو۔ یا تم اس وقت حاضر تھے، جب یعقوب کی موت کا وقت ہوا، وہ اپنے بیٹوں سے کہہ رہے تھے میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے، کہنے لگے ہم اس ایک ہی الہ کی عبادت کریں گے، جو آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کا الٰہ ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہو کر رہیں گے۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ، فَجَعَلَهَا فِي فِيهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كِخْ كِخْ لِيَطْرَحَهَا، ثُمَّ قَالَ: أَمَا شَعَرْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ.

”سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں ڈال لی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے باہر پھینک دو، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے۔“

(صحيح البخاري: 1491، صحيح مسلم: 1069)

یہ حدیث دلیل ہے کہ آباء کی ذمہ داری ہے کہ اولاد کو ان کاموں سے منع کریں، جو شریعت میں جائز نہ ہوں۔

سات سال کے بچے کو نماز کی پابندی کرانی چاہیے، دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھے، تو اسے سرزنش بھی کی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ .

''بچے سات سال کے ہو جائیں، تو انہیں نماز کا حکم دیں، دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں، تو انہیں (نماز میں سستی کرنے پر) مار پیٹ کریں اور (اس عمر میں دو بہن بھائیوں کے) بستر الگ کر دیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 180/2، 182، سنن أبي داود : 495، سنن الدّارقطني : 230/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(خُلاصة الأحكام :252/1)

❁ سیدنا سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ ابْنَ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوا عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ .

''سات سالہ بچے کو نماز کا حکم دیں اور دس سال کے بچے کو (نماز میں سستی پر) ماریں۔''

(مسند أحمد : 201/3، سنن أبي داوٗد : 494، سنن التّرمذي : 407، حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۴۷) اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۰۰۲) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ (۲۰۱/۱) نے امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَسٰی أَنْ یَّکُونَ الْحَدِیثُ حَسَنًا .

''یہ حدیث حسن کے درجہ پر پہنچ ہی جاتی ہے۔''

(بَیان الوَھم والإیھام : 138/4)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

(خلاصۃ الاحکام : 252/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(البدر المُنیر : 238/3)

چھوٹے بچوں کو نماز کی طرح روزہ رکھنے کی عادت بھی ڈالنی چاہیے۔ اگرچہ نابالغ بچے پر روزہ واجب نہیں، مگر اسے عادت ڈالنے کے لیے روزے رکھوانے چاہییں، یہ اس کی تربیت ہے۔

صحابیات چھوٹے بچوں کو بھی روزے رکھواتی تھیں اور جب وہ روزے کی شدت سے رونے لگتے، تو انہیں کھلونوں کے ساتھ بہلاتی تھیں، یہاں تک کہ مغرب کا وقت ہو جاتا۔

(صحیح البخاري : 1960، صحیح مسلم : 1136)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُولُ : لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ کُمُ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَّکُمْ إِلَیْھَا قَالَ : فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ : وَاللّٰہِ لَنَمْنَعُھُنَّ، قَالَ : فَأَقْبَلَ عَلَیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ : فَسَبَّہٗ سَبًّا سَیِّئًا مَا سَمِعْتُہٗ سَبَّہٗ مِثْلَہٗ قَطُّ وَقَالَ : أُخْبِرُکَ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ : وَاللّٰہِ لَنَمْنَعُھُنَّ .

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: آپ کی خواتین جب مساجد کی طرف جانے کی اجازت چاہیں، تو انہیں منع مت کریں۔ (یہ حدیث سن کر) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال کہنے لگے: اللہ کی قسم! ہم انہیں ضرور منع کریں گے۔ یہ سن کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے اتنا سخت ڈانٹا کہ ایسا کبھی نہ ڈانٹا تھا، نیز فرمایا: میں تجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ اللہ کی قسم! ہم ضرور عورتوں کو (مسجدوں سے) روکیں گے!''

(صحيح مسلم: 442)

❁ ایک روایت کے الفاظ ہیں:

لَطَمَ صَدْرَهٗ.

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹے بلال کے سینے پر مکا دے مارا۔''

(مسند الإمام أحمد: 5021، وسندهٗ صحيحٌ)

صحابہ کی حدیثی غیرت ملاحظہ کریں کہ جب بیٹے نے حدیث کا معارضہ کیا، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے سخت ڈانٹا اور سینے پر مکا مارا کہ حدیث آنے کے بعد اس کی مخالفت کرتے ہو!

❁ امام ابوجعفر باقر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، يُعَلِّمُ وَلَدَهٗ، يَقُولُ: قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَكَفَرْتُ بِالطَّاغُوتِ.

''امام زین العابدین علی بن حسین رحمہ اللہ اپنے بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور یوں

سکھاتے: کہیے کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور طاغوت کا کفر کرتا ہوں۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 3499، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: عمرہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: صاحب استطاعت پر عمرہ واجب ہے۔اس پر آثار دلیل ہیں۔

❁ سیدنا ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ أَبِي شَيْخٌ كَبِيرٌ لَّا يَسْتَطِيعُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَلَا الظَّعْنَ قَالَ : حُجَّ عَنْ أَبِيكِ وَاعْتَمِرْ .

”آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھنے لگے: میرے والد ضعیف العمر ہیں وہ حج،عمرہ اور سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔فرمایا: اپنے والد کی طرف سے حج بھی کر لیں اور عمرہ بھی۔“

(مسند الإمام أحمد : 10/4، سنن أبي داوٗد : 1810، سنن النّسائي : 2622، سنن التّرمذي : 930، سنن ابن ماجه : 2906، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن صحیح“، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۵۵۰)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۰۴۰) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۹۹۱) نے ”صحیح“ کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۴۸۱/۱) نے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

❁ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ فِي إِيْجَابِ الْعُمْرَةِ حَدِيثًا أَجْوَدَ مِنْ هٰذَا وَلَا أَصَحَّ مِنْهُ .

''عمرہ کے واجب ہونے پر اس حدیث سے زیادہ عمدہ اور صحیح دلیل میرے علم میں نہیں۔''

(السّنن الکبرٰی للبیهقي : 4/329، وسندہٗ صحیحٌ)

سوال: سواری پر طواف کرنا افضل ہے یا پیدل؟

جواب: پیدل طواف کرنا افضل ہے۔

سوال: کیا عورت دوران عدت دوسرے مکان یا دوسرے شہر منتقل ہو سکتی ہے؟

جواب: عدت اسی جگہ پر گزارنا واجب ہے، جہاں پر وفات شوہر کی خبر موصول ہو، البتہ ناگزیر ہو، تو دوسرے مکان یا شہر میں منتقل ہوا جا سکتا ہے، بغیر اشد ضرورت یا عذر کے مکان تبدیل کرنا درست نہیں۔

❁ فریعہ بنت مالک رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ زَوْجَهَا خَرَجَ فِي طَلَبِ أَعْلَاجٍ لَّهٗ فَأَدْرَكَهُمْ بِالْقَدُومِ، فَوَثَبُوا عَلَيْهِ فَقَتَلُوهُ، وَأَنَّهَا جَاءَ تْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَتْ لَهٗ وَذَكَرَتْ أَنَّهَا فِي مَنْزِلٍ شَاسِعٍ عَنْ أَهْلِهَا وَأَنَّهَا تُرِيدُ التَّحَوُّلَ إِلَيْهِمْ فَأَذِنَ لَهَا، قَالَتْ : فَخَرَجْتُ حَتّٰى إِذَا كُنْتُ فِي الْحُجُرَاتِ، أَوْ قَالَتْ : جَاوَزْتُ الْحُجُرَاتِ دَعَانِي أَوْ قَالَتْ : أَرْسَلَ إِلَيَّ فَدَعَانِي فَقَالَ لِي : «اعْتَدِّي فِي بَيْتِ زَوْجِكِ الَّذِي جَاءَ كِ فِيهِ نَعْيُهٗ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهٗ» قَالَتْ : فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعَثَ إِلَيَّ

فَسَأَلَنِي، فَحَدَّثْتُهُ .

''ان کا خاوند اپنے (حبشی) غلاموں کی تلاش میں نکلا، تو انہیں قدوم نامی جگہ میں پالیا، انھوں نے حملہ کر کے انہیں قتل کر دیا، وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور اپنا واقعہ بیان کیا، نیز بتایا کہ میں ایسے گھر میں رہتی ہوں، جو میرے گھر والوں سے دور ہے، لہٰذا میں اپنے میکے لوٹ جانا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: جب میں حجروں کے پاس پہنچی یا ان سے آگے نکلی، تو آپ نے مجھے آواز دی یا بلاوا بھیجا اور فرمایا: اپنے خاوند کے گھر میں ہی عدت پوری کریں، جہاں آپ کو ان کی موت کی اطلاع ملی ہے، فریعہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مجھ سے (اس بارے میں) پوچھنے کے لیے پیغام بھیجا، تو میں نے ان کو بتا دیا۔''

(موطأ الإمام مالك : 591/2، مسند الإمام أحمد : 370/6، سنن أبي داوٗد : 2300، سنن التّرمذي : 1204، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۷۵۹) اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۲۹۲،۴۲۹۳) نے ''صحیح''، امام حاکم رحمہ اللہ (۲/ ۲۰۸) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی رحمہ اللہ (۳۵۶۲) اور امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (۲۰۳۱) نے بھی روایت کیا ہے۔

سوال: طلاق کے بعد چھوٹے بچوں کی دایہ گیری کا حق کسے حاصل ہے؟

جواب: بچے چھوٹے ہوں، تو طلاق کے بعد ان کی پرورش کا اول حق ماں کو حاصل

ہے، تا آنکہ وہ آگے شادی کر لے۔ جب عورت آگے شادی کر لے، تو اس وقت اسے اپنے چھوٹے بچوں کی دایہ گیری کا حق حاصل نہیں، وہ بچے شوہر کے حوالے کیے جائیں گے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ امْرَأَةً قَالَت : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنِي هٰذَا كَانَ بَطْنِي لَهُ وِعَاءً، وَثَدْيِي لَهُ سِقَاءً، وَحِجْرِي لَهُ حِوَاءً، وَإِنَّ أَبَاهُ طَلَّقَنِي، وَأَرَادَ أَنْ يَنْتَزِعَهُ مِنِّي، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْتِ أَحَقُّ بِهٖ مَا لَمْ تَنْكِحِ .

''ایک عورت نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! میں نے اس بچے کو اپنے شکم میں رکھا، دودھ پلایا اور پالا پوسا۔ اس کے ابو نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اسے مجھ سے چھیننا چاہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگے نکاح کرنے تک آپ کا زیادہ حق ہے۔''

(مُسند الإمام أحمد : 182/2، سنن أبي داوٗد : 2276، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 7/8، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے (۲/۲۰۷) نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(البدر المُنير : 317/8)

اس پر اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ جب تک مطلقہ آگے شادی نہیں کر لیتی، بچہ ماں کی پرورش میں ہی دیا جائے گا۔

سوال: کسی جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر ماننی، کیا حکم ہے؟

جواب: جس جگہ پر جانور ذبح کرنے کی نذر مانی، اگر وہاں کوئی غیر شرعی عمل نہیں ہوتا، تو یہ نذر شرعاً معتبر ہے، اسے پورا کرنا واجب ہے۔

❁ سیدنا ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِّنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قَالُوا: لَا، قَالَ: هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِّنْ أَعْيَادِهِمْ؟، قَالُوا: لَا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ، فَإِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے ''بوانہ'' نامی مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا اس جگہ جاہلیت کا کوئی استھان تھا، جس کی عبادت کی جاتی ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: کیا اس جگہ اہل جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اپنی نذر پوری کرلیں۔ اللہ کی نافرمانی میں کوئی نذر پوری کرنا جائز نہیں۔''

(سنن أبي داوٗد : 3313، المُعجم الكبير للطّبراني : 75/2، 76، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: فارم ہاؤس میں جانوروں کو ٹیگ یا نمبرز لگائے جاتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جانوروں کو مختلف مقاصد کے لیے ٹیگ یا نمبر لگائے جاتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، یہ جائز ہے، یہ ایک انتظامی ضرورت ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

وَافَيْتُهٗ فِي يَدِهِ الْمِيسَمُ يَسِمُ إِبِلَ الصَّدَقَةِ .

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں داغنے والا آلہ تھا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ کے اونٹوں کو نشان لگا رہے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1502، صحيح مسلم : 2119)

سوال: کیا حمارِ وحشی حلال ہے؟

جواب: حمارِ وحشی (جنگلی گدھا) حلال ہے، یہ حرام نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگلی گدھا خود بھی کھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

❁ سیدنا ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلْ مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ؟، قَالَ : مَعَنَا رِجْلُهٗ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلَهَا .

''کیا آپ کے پاس جنگلی گدھے کا گوشت ہے؟ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہمارے پاس اس کی ٹانگ موجود ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ٹانگ پکڑی اور اسے کھانے لگے۔''

(صحيح البخاري : 2854، صحيح مسلم : 1196)

گھریلو گدھا حرام ہے۔ جنگلی گدھے اور گھریلو گدھے میں فرق ہے۔

سوال: کیا وضو عبادت ہے؟

جواب: وضو مستقل عبادت ہے، اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اگر نماز یا قرآن پڑھنے کا ارادہ نہ بھی ہو، تب بھی وضو کرنا مشروع و مستحب ہے، اس پر ثواب ملتا ہے۔

❁ عبداللہ بن ابی قیس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا:

كَيْفَ كَانَ يَصْنَعُ فِي الْجَنَابَةِ؟ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ؟ أَمْ يَنَامُ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ؟ قَالَتْ : كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ، رُبَّمَا اغْتَسَلَ فَنَامَ، وَرُبَّمَا تَوَضَّأَ فَنَامَ، قُلْتُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں کیا کرتے تھے، غسل کر کے سوتے تھے یا پہلے سو جاتے پھر غسل کرتے؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: دونوں طرح کر لیتے تھے، کبھی غسل کر کے سوتے، تو کبھی صرف وضو کر کے سو جاتے (اور بیدار ہو کر غسل کر لیتے) میں نے کہا: اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے۔''

(صحیح مسلم : 307)

❁ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ قُلْ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْلَمْتُ

وَجْهِي إِلَيْكَ ....

”سونے سے پہلے نماز کی طرح وضو کریں، بستر پر دائیں پہلو لیٹیں اور یہ دعا پڑھیں: اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَسْلَمْتُ وَجْهِي إِلَيْكَ ....

(صحيح البخاري : 6313-6315، صحيح مسلم : 2710، واللّفظ لهٗ)

سوال: روزے کی حالت میں ناک میں پانی چڑھاتے وقت مبالغہ کیا، کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا کرنا مکروہ ہے۔

سوال: کیا ایک پاؤں پر جراب چڑھا کر مسح کرنا اور دوسرے کو دھونا جائز ہے؟

جواب: بغیر عذر ایسا کرنا جائز نہیں۔ دونوں پر مسح کرے یا دونوں کو دھوئے، البتہ کوئی عذر ہے، تو ایک پاؤں پر مسح کر سکتا ہے۔

سوال: کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے عیدین میں اذان کا عمل جاری کیا؟

جواب: عیدین میں اذان اور اقامت نہیں، صحیح احادیث اس پر دلیل ہیں۔

یاد رہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے عیدین میں اذان کا اجرا ثابت نہیں۔

❀ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

أَوَّلُ مَنْ أَحْدَثَ الْأَذَانَ فِي الْعِيدَيْنِ مُعَاوِيَةُ .

”سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے عیدین میں اذان کا اجرا کیا۔“

(مصنّف ابن أبي شيبة : 5665)

سند ضعیف ہے۔ قتادہ کا عنعنہ ہے۔

سوال: حالت جنابت میں قرآن کی کوئی سورت بطور ذکر پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: حالت جنابت میں قرآن پڑھنا جائز نہیں، نہ بطور ذکر اور نہ بطور تلاوت۔

سوال: مسجد کے صحن کی مٹی سے تیمّم کرنا کیسا ہے؟

جواب: کسی بھی پاکیزہ مٹی سے تیمّم کیا جا سکتا ہے۔

سوال: امام نے تیمّم کر کے جمعہ پڑھایا، جبکہ مقتدیوں نے وضو کیا ہے، کیا تیمّم والے امام کی اقتدا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔ پانی دستیاب نہ ہو یا پانی استعمال کرنا مضر ہو، تو تیمّم کرنا مشروع ہے۔ یہ وضو اور غسل کے قائم مقام ہے اور مکمل طہارت ہے۔ لہٰذا تیمّم کر کے امام جمعہ بھی پڑھا سکتا ہے اور با جماعت نماز بھی۔

سوال: ایک شخص نے تیمّم کی حالت میں جرابیں پہنیں، کیا وہ وضو کرتے ہوئے ان پر مسح کر سکتا ہے؟

جواب: نہیں کر سکتا۔ جرابیں پر مسح تب کرے گا، جب انہیں وضو کی حالت میں پہنا ہو، تیمّم میں نہیں۔

سوال: ایک عورت حج کی مالی استطاعت رکھتی ہے، مگر کوئی محرم نہیں ہے، جو اس کے ساتھ سفرِ حج پر جائے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: عورت کے پاس حج کی مالی وجسمانی استطاعت ہو، مگر محرم موجود نہ ہو، تو اس کے لیے حج کے لیے جانا ضروری نہیں، جب تک اسے محرم دستیاب نہ ہو، اس پر حج کی ادائیگی ضروری نہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ .

”اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھنے والے عورت کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر کرے اور اس کے ساتھ محرم نہ ہو۔“

(صحيح البخاري : 1088 ، صحيح مسلم : 1339)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۴۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص فوت ہوا، اس کے ورثا میں ایک بیٹی اور ایک پوتا ہے، کیا بیٹی عصبہ بنے گی یا مخصوص حصہ لے گی؟

جواب: مذکورہ صورت میں بیٹی نصف کی وارث بنے گی اور پوتا عصبہ بنے گا۔

سوال: میت کے ورثاء میں ایک بیوی، دو بیٹے، ایک بھائی اور ایک ماں ہے، کل ترکہ دس لاکھ روپے ہے، دولاکھ قرض ہے، جائیداد کی تقسیم کیا ہوگی؟

جواب: کل ترکہ سے سب سے پہلے بالاتفاق قرض ادا کیا جائے گا۔ پھر وصیت پر عمل کیا جائے گا، اگر کوئی وصیت کی ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں چونکہ میت نے کوئی وصیت نہیں کیا، لہٰذا متروکہ مال کو تقسیم کرنے سے پہلے قرض کی ادائیگی کی جائے گی، کل ترکہ دس لاکھ ہے اور قرض دو لاکھ ہے، لہٰذا قرض کی ادائیگی کے بعد کل رقم آٹھ لاکھ بقایا بچی۔

اب آٹھ لاکھ روپے کو مذکورہ ورثاء میں کچھ یوں تقسیم کیا جائے گا:

ماں:	چھٹا حصہ	133333.33
بیوی:	آٹھواں حصہ	100000
ایک بیٹا:	عصبہ	283333.33
دوسرا بیٹا:	عصبہ	283333.33

بھائی: محروم۔ بھائی کو وراثت میں سے کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ میت کے قریبی ترین رشتہ دار یعنی اس کے بیٹے زندہ ہیں۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيرَنَا، وَيَرْحَمْ صَغِيرَنَا، وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا .

''وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں، جس نے ہمارے بڑوں کی عزت نہیں کی اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے علما کی قدر نہ کی۔''

(مسند الإمام أحمد : 323/5)

جواب: سند ضعیف ہے۔ ابوقبیل معافری کا سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوسکا۔

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَرْسَلَ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ .

''ابوقبیل نے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ارسال کیا ہے۔''

(تذهيب تهذيب الكمال : 66/3)

تنبیہ:

یہ روایت دیگر صحابہ سے بھی مروی ہے، ان میں کوئی بھی سند ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ روایت تمام متابعات وشواہد کے ساتھ ضعیف ہے۔

سوال: روٹی کو بوسہ دینا کیسا ہے؟

(جواب): روٹی کو بوسہ دینا جائز نہیں۔

(سوال): طویل قیام کے لیے کسی شے کا سہارا لینا کیسا ہے؟

(جواب): طویل قیام کیا، تھک گیا، تو کسی چیز کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔ بیٹھ کر بھی نوافل پڑھے جا سکتے ہیں۔

❁ سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ الْقَارِئُ يَقْرَأُ بِالْمِئِينَ، حَتّٰى كُنَّا نَعْتَمِدُ عَلَى الْعِصِيِّ مِنْ طُولِ الْقِيَامِ، وَمَا كُنَّا نَنْصَرِفُ إِلَّا فِي فُرُوعِ الْفَجْرِ.

"(رمضان میں) قاری دوسو آیات تلاوت کرتا، یہاں تک کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگا لیتے تھے اور ہم طلوع فجر کے قریب جا کر قیام ختم کرتے تھے۔"

(موطأ الإمام مالك: 115/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

مَنِ افْتَتَحَ التَّطَوُّعَ قَائِمًا ثُمَّ أَعْيَا لَا بَأْسَ بِأَنْ يَتَوَكَّأَ عَلٰى عَصًا أَوْ حَائِطٍ أَوْ يَقْعُدَ، لِأَنَّ هٰذَا عُذْرٌ وَإِنَ كَانَ الْاِتِّكَاءُ بِغَيْرِ عُذْرٍ يُكْرَهُ لِأَنَّهٗ إِسَاءَةٌ فِي الْأَدَبِ.

"جس نے کھڑے ہو کر نفل نماز شروع کی، پھر (کھڑا کھڑا) تھک گیا، تو اس پر کوئی حرج نہیں کہ وہ لاٹھی یا دیوار پر ٹیک لگا لے یا بیٹھ جائے، کیونکہ یہ عذر ہے۔ لیکن اگر بغیر عذر کے ٹیک لگائے، تو مکروہ ہے، کیونکہ یہ سوئے ادبی ہے۔"

(الهِداية: 77/1)

تنبیہ:

❀ سیدہ اُم قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَسَنَّ وَحَمَلَ اللَّحْمَ، اتَّخَذَ عَمُودًا فِي مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ.

''رسول اللہ ﷺ جب عمر رسیدہ ہو گئے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک بھاری ہو گیا، تو آپ ﷺ نے اپنے مصلیٰ میں ایک ستون بنا لیا، جس پر آپ ﷺ سہارا لیتے تھے۔''

(سنن أبي داود: 948)

سند ضعیف ہے۔ حصین بن عبد الرحمٰن سلمی مختلط ہیں، شیبان بن عبد الرحمٰن کا ان سے قبل از اختلاط روایت کرنا ثابت نہیں۔

سوال: سورج گرہن کی نماز کس وقت پڑھی جائے گی؟

جواب: جب بھی سورج گرہن لگے گا، اسی وقت پڑھی جائے گی۔

سوال: سورج گرہن لگا، تھوڑی دیر بعد گرہن ختم ہو گیا، کیا اس کے بعد سورج گرہن کی نماز پڑھی جا سکتی ہے؟

جواب: نماز کسوف اس وقت مشروع ہے، جب سورج گرہن ہو، جب سورج گرہن ہی ختم ہو گیا، تو اب نماز کسوف نہیں۔

کسوف کے وقت نماز کے علاوہ بھی دیگر اعمال مشروع ہیں، مثلاً: ذکر، استغفار، دعا، صدقہ وخیرات وغیرہ۔

سوال: کیا نماز جنازہ میں بھی صف بندی ضروری ہے؟

جواب: دیگر نمازوں کی طرف نماز جنازہ میں بھی صف بندی ضروری ہے۔ پاؤں سے پاؤں ملانا اور کندھوں سے کندھے ملانا اس میں بھی مشروع ہے۔

سوال: روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لیا، کیا حکم ہے؟

جواب: روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ خود پر ضبط رکھتا ہو اور اسے حرام میں پڑنے کا خدشہ نہ ہو۔ بوسہ و کنار سے روزے میں کوئی فرق نہیں آتا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

''نبی کریم ﷺ روزے کی حالت میں (اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کا) بوسہ بھی لے لیتے تھے اور جسم کے ساتھ جسم بھی ملا لیتے تھے، حالانکہ آپ ﷺ آپ کی بہ نسبت خواہش پر زیادہ کنٹرول رکھنے والے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1106)

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ أَزْوَاجِهِ وَهُوَ صَائِمٌ .

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنی کسی بیوی کو بوسہ لے لیتے، آپ ﷺ اس وقت روزے میں ہوتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 1928)

❀ علامہ ابو الولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْقُبْلَةَ لَا تَمْنَعُ الصَّوْمَ وَلَا خِلَافَ فِي ذٰلِكَ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ (بیوی کا) بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس میں اہل

علم کا کوئی اختلاف نہیں۔‘‘

(المُنتقٰی شرح الموطأ: 46/2)

سوال: منافقین اور اہل باطل کی تباہی کی تمنا کرنا کیسا ہے؟

جواب: جن منافقوں، کافروں اور اہل باطل کے ہدایت کی طرف پلٹنے کی اُمید نہ ہو، ان کے تباہی کی تمنا اور آرزو کرنا جائز ہے، بلکہ بعض صورتوں میں ان کے خلاف بددعا کرنا بھی جائز ہے۔اس پر کئی دلائل موجود ہیں۔

سوال: کیا کسی ایسے معاملہ کے بارے میں سوال کیا جا سکتا ہے، جو ابھی واقع ہی نہیں ہوا؟

جواب:اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو معاملہ لوگوں میں وقوع پذیر ہو چکا ہو اور اس سے واسطہ پڑتا ہو، تو اس بارے میں اہل علم سے سوال کرنا جائز، بعض صورتوں میں مستحب اور بسا اوقات واجب ہے۔

رہا وہ معاملہ، جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوا، کیا اس بارے میں سوال کیا جا سکتا ہے یا نہیں، اس بارے میں ذرا تفصیل ہے۔

① جس معاملہ کا وقوع پذیر ہونا ممکن ہو، تو اس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے اس کے متعلق علما سے آگاہی لی جا سکتی ہے، لیکن ہر کس و ناکس کو اس کی اجازت نہیں، ایسے مسائل طلبائے علم اپنے مشائخ یا علما سے پوچھیں، تاکہ کل کلاں اگر ان مسائل سے ان کا واسطہ پڑے، تو وہ ان میں صحیح راہنمائی کر سکیں۔

② وہ مسائل، جن کا وقوع پذیر ہونا ممکن ہی نہ ہو، ان کے متعلق سوال کرنا مستحسن نہیں، یہ فرضی سوالات ہیں، ان میں وقت ضائع کرنے کے بجائے اچھے سوالات

اور مسائل کے متعلق آگہی حاصل کرنی چاہیے۔ بے مقصد اور بے معنی مسائل میں الجھنے اور وقت صرف کرنے سے گریز کرنا چاہیے کہ وقت بہت قیمتی شے ہے۔

❀ سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

أَرَأَيْت إِنْ لَقِيتُ رَجُلًا مِّنَ الْكُفَّارِ فَاقْتَتَلْنَا، فَضَرَبَ إِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا، ثُمَّ لَاذَ مِنِّي بِشَجَرَةٍ، فَقَالَ: أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ، أَأَقْتُلُهٗ يَا رَسُولَ اللّٰهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهٗ قَطَعَ إِحْدٰى يَدَيَّ، ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا قَطَعَهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَقْتُلْهُ، فَإِنْ قَتَلْتَهٗ فَإِنَّهٗ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهٗ، وَإِنَّكَ بِمَنْزِلَتِهٖ قَبْلَ أَنْ يَقُولَ كَلِمَتَهُ الَّتِي قَالَ.

”(اللہ کے رسول!) آپ کیا فرماتے ہیں، اس مسئلہ میں کہ اگر میرا کسی کافر سے ٹاکرا ہو جائے اور ہم لڑ پڑیں، وہ میرے ایک ہاتھ پر تلوار سے وار کرے اور اسے کاٹ دے، پھر وہ بھاگ کر ایک درخت کی اوٹ میں پناہ لے لے اور کہے: میں اللہ پر ایمان لے آیا ہوں۔ اللہ کے رسول! کیا یہ کہنے کے بعد بھی میں اسے قتل کر سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل مت کیجئے۔ عرض کیا: اللہ کے رسول! اس نے میرا ایک ہاتھ کاٹ دیا ہے، اس نے یہ کلمہ ہاتھ کاٹنے کے بعد پڑھا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے قتل مت کرنا، اگر آپ نے اسے قتل کر دیا، تو اس کا وہی درجہ ہو جائے گا، جو قتل کرنے سے

پہلے آپ کا درجہ تھا اور آپ کا وہ مقام ہو جائے گا، جو اس کا کلمہ پڑھنے سے پہلے مقام تھا۔''

(صحيح البخاري : 4019، صحيح مسلم : 95)

سیدنا مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا مسئلہ پوچھا، جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوا تھا، لیکن مستقبل میں ایسا ہو سکتا تھا۔ لہٰذا اس طرح کے سوال پوچھنا مفید ہے، تاکہ مسئلہ بالکل واضح ہو جائے۔ یہ بھی حصول علم کا ایک ذریعہ ہے۔

❁ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهٗ قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْعَمَلِ أَفْضَلُ؟ قَالَ : «إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهٖ»، قَالَ : فَأَيُّ الرِّقَابِ أَفْضَلُ قَالَ : «أَغْلَاهَا ثَمَنًا وَّأَنْفَسُهَا عِنْدَ أَهْلِهَا»، قَالَ : قُلْتُ : أَرَأَيْتَ إِنْ لَّمْ أَفْعَلْ؟ قَالَ : «تُعِينُ ضَائِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ»، قَالَ : أَرَأَيْتَ إِنْ ضَعُفْتُ عَنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ : «تُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ تَصَدَّقُ بِهَا عَلٰى نَفْسِكَ».

''انہوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔ انہوں نے پوچھا: کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا: جو زیادہ قیمتی اور اپنے مالکوں کو زیادہ پیارا ہو۔ وہ کہتے ہیں: میں نے پوچھا: اگر میں ایسا (غلام آزاد) نہ کرسکوں تو؟ فرمایا: کسی ضائع ہونے والے کی مدد کردیں، یا کسی بے ہنر کا کام کردیں۔ انہوں نے کہا: اگر میں اس سے بھی عاجز آجاؤں (یعنی یہ بھی نہ کرسکوں)؟ فرمایا: برائی سے باز رہیے، یہ

ایسا صدقہ ہے، جو آپ خود اپنے اوپر ہی کریں گے۔"

(صحيح البخاري : 2818، صحيح مسلم : 84، المُنتقٰى لابن الجارود : 969)

طلبہ اور عوام کو چاہیے کہ غیر ضروری سوال و جواب اور بحوث میں مت پڑیں، اس سے کئی نفع مند اور اہم علوم رہ جاتے ہیں۔

❀ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا؛ قِيلَ وَقَالَ، وَإِضَاعَةَ الْمَالِ، وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ .

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند کیا ہے: ① بے معنی و بے مقصد گفتگو ② مال ضائع کرنا ③ بہت زیادہ سوالات کرنا۔"

(صحيح البخاري : 1477، صحيح مسلم : 593)

❀ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

لِلْعِلْمِ سِتُّ مَرَاتِبَ؛ أَوَّلُهَا حُسْنُ السُّؤَالِ، الثَّانِيَةُ حُسْنُ الْإِنْصَاتِ وَالْاِسْتِمَاعِ، الثَّالِثَةُ حُسْنُ الْفَهْمِ الرَّابِعَة الْحِفْظُ الْخَامِسَةُ التَّعْلِيمُ السَّادِسَةُ وَهِي ثَمَرَتُهٗ وَهِيَ الْعَمَلُ بِهٖ وَمُرَاعَاةُ حُدُودِهٖ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَحْرُمُهٗ لِعَدَمِ حُسْنِ سُؤَالِهٖ إِمَّا لِأَنَّهٗ لَا يَسْأَلُ بِحَالٍ أَوْ يَسْأَلُ عَنْ شَيْءٍ وَغَيْرُهٗ أَهَمُّ إِلَيْهِ مِنْهُ كَمَنْ يَسْأَلُ عَنْ فُضُولِهٖ الَّتِي لَا يَضُرُّ جَهْلُهٗ بِهَا وَيَدَعُ مَا لَا غِنٰى لَهٗ عَنْ مَعْرِفَتِهٖ وَهٰذِهٖ حَالُ كَثِيرٍ مِّنَ الْجُهَّالِ الْمُتَعَلِّمِينَ وَمِنَ النَّاسِ

مَنْ يَحْرُمُهٗ لِسُوءِ إِنْصَاتِهٖ فَيَكُونُ الْكَلَامُ وَالْمُمَارَاتُ آثَرَ عِنْدَهٗ وَأَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْإِنْصَاتِ وَهٰذِهٖ آفَةٌ كَامِنَةٌ فِي أَكْثَرِ النُّفُوسِ الطَّالِبَةِ لِلْعِلْمِ وَهِيَ تَمْنَعُهُمْ عِلْمًا كَثِيرًا وَلَوْ كَانَ حَسَنَ الْفَهْمِ ذَكَرَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ أَنَّهٗ قَالَ : مَنْ كَانَ حَسَنَ الْفَهْمِ رَدِيءَ الْاِسْتِمَاعِ لَمْ يَقُمْ خَيْرُهٗ بِشَرِّهٖ ...... وَقَالَ بَعْضُ السَّلَفِ : إِذَا جَالَسْتَ الْعَالِمَ فَكُنْ عَلٰى أَنْ تَسْمَعَ أَحْرَصَ مِنْكَ عَلٰى أَنْ تَقُولَ .

"علم کے چھے مراتب ہیں:① اچھا سوال ② اچھے انداز میں دوسروں کی بات خاموش ہو کر غور سے سننا③ اچھی طرح سمجھنا④ (زبانی یا لکھ کر) محفوظ کرنا⑤ آگے تعلیم دینا⑥ علم کا ثمرہ، یعنی اس پر عمل کرنا اور اس کی حدود کی پابندی کرنا۔ بعض لوگ علم سے اس لیے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ اچھا سوال نہیں کر سکتے، یا تو اس لیے کہ وہ سوال برمحل نہیں ہوتا یا اہم کو چھوڑ کر کسی غیر ضروری چیز کے متعلق سوال کیا جاتا ہے، مثلاً کسی ایسی اضافی چیز کے متعلق سوال، کہ جس سے ناواقفی سے کوئی نقصان نہ ہو اور ایسی چیز کے متعلق نہ ہی پوچھنا کہ جس کی معرفت انتہائی ناگزیر ہے۔ یہ اکثر جاہل طلبا کی عادت ہے۔ بعض لوگ علم سے اس لیے محروم رہتے ہیں کہ وہ بات کو اچھی طرح خاموش رہ کر نہیں سنتے، انہیں خاموش رہنے کے بجائے کلام کرنا یا حجت بازی کرنا زیادہ اہم اور محبوب ہوتا ہے۔ یہ پوشیدہ عیب اکثر طلبا کے دل میں ہوتا ہے، ایسے طلبا

کا فہم اچھا بھی ہو، تب بھی یہ عیب انہیں زیادہ علم حاصل کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کسی سلف کا قول نقل کیا ہے: جس کا فہم اچھا ہو، لیکن وہ غور سے سننے والا نہ ہو، تو اس کمی کی وجہ سے اس میں موجود خیر بھی جاتی رہتی ہے۔...... بعض سلف کا کہنا ہے: جب آپ کسی عالم کی مجلس میں بیٹھیں، تو بولنے سے زیادہ آپ کی طمع سننے میں ہونی چاہیے۔''

(مِفتاح دَار السّعادة :169/1)

سوال: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے کم عمر زوجہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی تھیں اور خاتون جنت ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شب وروز کی گواہ ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی ناقل ہیں، بلکہ وہ احادیث جن کا تعلق گھریلو زندگی سے ہے، ان کا بیشتر حصہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا روایت کردہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کا شمار حفاظ اور اہل فتویٰ میں ہوتا ہے۔

❀ علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ أَجْمَعَ مَنْ تَعَلَّقَ بِشَيْءٍ مِنَ الْعِلْمِ عَلٰى أَنَّهَا مِنْ أَحْفَظِ الصَّحَابَةِ .

''علم سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا اجماع ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار حفاظ صحابہ میں ہوتا ہے۔''

(المُنتقٰی شرح الموطأ :216/1)

سوال: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی پہلی وحی کیا تھی؟

جواب: نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلے نازل ہوئی والی وحی سورت علق کی ابتدائی پانچ آیات تھیں۔ یہی درست اور راجح بات ہے۔

سوال: کیا تمام فرشتوں کو نبی کریم ﷺ پر نازل شدہ وحی کا علم ہوتا تھا؟

جواب: فرشتوں کو اسی وحی کا علم ہوتا تھا، جس سے انہیں آگاہ کیا جاتا تھا۔ کئی باتیں فرشتوں پر بھی مخفی رہتی تھیں، حدیث معراج اس پر دلیل ہے۔

سوال: کیا موت اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے؟

جواب: جی ہاں، موت وحیاۃ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ﴾(المُلك: ٢)

''اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔''

سوال: تمام فرشتوں کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ ان کی تعداد پہلے اور بعد والے تمام جن وانس کی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے۔

سوال: کیا نیکیوں سے کبیرہ گناہ معاف ہوسکتا ہے یا اس کے لیے توبہ شرط ہے؟

جواب: کبائر کے لیے اصول یہی ہے کہ اس کے لیے توبہ چاہیے، البتہ اللہ تعالیٰ کئی مرتبہ انسان کی کسی نیکی کی بنا پر اس کے کبائر کو بھی معاف کر دیتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے، وہ جس پر چاہے کرے اور جس پر چاہے نہ کرے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

هَاجَرَ إِلَيْهِ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجَرَ مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ،

فَاجْتَوَوُا الْمَدِينَةَ، فَمَرِضَ، فَجَزِعَ، فَأَخَذَ مَشَاقِصَ لَهُ، فَقَطَعَ بِهَا بَرَاجِمَهُ، فَشَخَبَتْ يَدَاهُ حَتّٰى مَاتَ، فَرَآهُ الطُّفَيْلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ، فَرَآهُ وَهَيْئَتُهُ حَسَنَةٌ، وَرَآهُ مُغَطِّيًا يَدَيْهِ، فَقَالَ لَهُ: مَا صَنَعَ بِكَ رَبُّكَ؟ فَقَالَ: غَفَرَ لِي بِهِجْرَتِي إِلٰى نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا لِي أَرَاكَ مُغَطِّيًا يَدَيْكَ؟ قَالَ: قِيلَ لِي: لَنْ نُصْلِحَ مِنْكَ مَا أَفْسَدْتَ، فَقَصَّهَا الطُّفَيْلُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ وَلِيَدَيْهِ فَاغْفِرْ.

''سیدنا طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف (مدینہ) ہجرت کی، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کی قوم کے ایک شخص نے بھی ہجرت کی۔ بعض لوگوں کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی، یہ شخص بھی بیمار پڑ گیا، اس شخص نے بے صبری کا مظاہرہ کیا اور (دل برداشتہ ہو کر) اپنے چوڑے پھل والے تیر پکڑے اور ان سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ دیے، اس کے ہاتھوں سے خون بہا، یہاں تک اس کی وفات ہو گئی۔ پھر سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو خواب میں دیکھا، دیکھا کہ اس کی حالت بہت اچھی ہے، مگر اس نے اپنے دونوں ہاتھ ڈھانپے ہوئے تھے، طفیل رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کہنے لگا: چونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی، اس نیکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش کر دی، پوچھا: آپ

نے ہاتھ کیوں ڈھانپے ہوئے ہیں؟ کہا: مجھے یہ کہا گیا ہے کہ جن ہاتھوں کو آپ نے خود خراب کیا ہے، ہم انہیں ہرگز صحیح نہیں کریں گے۔ چنانچہ سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ! اس کے دونوں ہاتھوں کو بھی ٹھیک کر دے۔''

(صحیح مسلم : 116)

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ کبھی کسی عمدہ نیکی کی وجہ سے بھی انسان کا کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے، کیونکہ خودکشی کرنا کبیرہ گناہ ہے، جو ہجرت کی وجہ سے معاف کر دیا گیا۔

سوال: کیا اعمال لکھنے والے فرشتے دل کے اعمال بھی لکھتے ہیں؟

جواب: جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں، وہ ہر طرح کے اعمال لکھتے ہیں، ظاہری اعمال بھی اور مخفی اور باطنی اعمال بھی، جیسے انسان کے دل کے نظریات واعتقادات اور ارادے وغیرہ۔

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَقُولُ اللّٰهُ : إِذَا أَرَادَ عَبْدِي أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً، فَلَا تَكْتُبُوهَا عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْمَلَهَا، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا بِمِثْلِهَا، وَإِنْ تَرَكَهَا مِنْ أَجْلِي فَاكْتُبُوهَا لَهٗ حَسَنَةً، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَلَمْ يَعْمَلْهَا فَاكْتُبُوهَا لَهٗ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوهَا لَهٗ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ .

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (اے اعمال لکھنے والے فرشتو!) جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ (اور نیت) کرے، تو تم اس برائی کو تب تک نہ لکھنا، جب تک وہ اسے

انجام نہ دے لے، اگر وہ اس بری نیت پر عمل کر گزرے، تو اس کی ایک برائی لکھنا اور اگر وہ میری وجہ سے ارادہ ترک کر دے، تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دینا۔ اگر میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے انجام نہ دے سکے، تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دینا اور اگر وہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا دے، تو اس کے لیے دس گنا سے لے کر سات گنا تک اجر لکھ دینا۔''

(صحيح البخاري : 7501، صحيح مسلم : 128)

یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ فرشتے قلبی اعمال کو بھی لکھتے ہیں، کیونکہ نیکی اور برائی کا ارادہ اور نیت کرنا دل کا عمل ہے۔ یاد رہے کہ دل کے عمل تک فرشتوں کی رسائی اللہ تعالیٰ کے آگاہ کرنے سے ہوتی ہے، از جانب خود فرشتے کچھ نہیں جانتے۔

سوال: کیا حلف اٹھانے کے لیے معظم جگہوں پر جانا درست ہے؟

جواب: حلف اٹھانے کے لیے معظم و مکرم جگہوں کا رخ کرنا درست ہے، جیسے مسجد اور منبر وغیرہ، اس سے قسم لینے اور قسم اٹھانے والے کے دل میں اس جگہ کی ہیبت بیٹھ جائے گا، ممکن ہے کہ وہ جھوٹی قسم اٹھانے سے باز آ جائے، اسی طرح جو قسم لے رہا ہے، وہ بھی مطمئن ہو جائے۔

احادیث میں اس کی اصل ملتی ہے، عام طور پر مسلمان مسجد میں حلف اٹھاتے ہیں، معظم جگہوں پر حلف اٹھانا زیادہ مؤکد ہو جاتا ہے۔

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ هٰذَا قَدْ

غَلَبَنِي عَلٰى أَرْضٍ لِي كَانَتْ لِأَبِي، فَقَالَ الْكِنْدِيُّ : هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهٗ فِيهَا حَقٌّ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ : أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ : لَا، قَالَ : فَلَكَ يَمِينُهٗ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلٰى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ، فَقَالَ : لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ، فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَدْبَرَ : أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَأْكُلَهٗ ظُلْمًا، لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ .

''ایک شخص حضرموت سے اور دوسرا کندہ سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرمی کہنے لگا: اللہ کے رسول! اس شخص نے میری زمین پر قبضہ کر رکھا ہے، جو میرے والد کی زمین تھی۔ کندی شخص کہنے لگا: یہ میری زمین ہے اور میرے قبضہ میں ہے، میں اس میں کھیتی کرتا ہوں، اس میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرمی شخص سے فرمایا: کیا آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ کہنے لگا: نہیں، فرمایا: پھر آپ کے لیے اس (کندی) کی قسم ہے۔ کہنے لگا: اللہ کے رسول! یہ فاجر آدمی ہے، یہ کہاں پرواہ کرے گا کہ کس شے پر حلف اٹھا رہا ہے، یہ کسی شے سے پرہیز نہیں کرتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آپ کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ (کندی) چل اٹھا، تاکہ حلف اٹھائے، جب اس نے پیٹھ پھیری، تو رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس شخص نے ظلم کے ساتھ مال کھانے کے لیے قسم اٹھا لی، تو یہ (روز قیامت) اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے رخ پھیر لے گا۔''

(صحيح مسلم : 139)

کندی شخص قسم اٹھانے کے لیے مجلس سے اٹھا اور چل پڑا، یہ دلیل ہے کہ قسم کے لیے معظم مقامات پر جانا درست ہے، ممکن ہے کہ یہ شخص قسم اٹھانے کے لیے مسجد میں داخل ہونے لگا ہو یا منبر رسول ﷺ کے پاس جا رہا ہو، جیسا کہ آج کل رائج ہے۔

❁ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ : «فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ لَهٗ»، وَقَوْلِهٖ : «فَلَمَّا أَدْبَرَ» دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْيَمِينَ إِنَّمَا كَانَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ الْمِنبَرِ، وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ لِانْطِلَاقِهٖ فِي مَجْلِسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِدْبَارِهٖ عَنْهُ مَعْنًى، وَيَشْهَدُ لِذٰلِكَ قَوْلُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ حَلَفَ عِنْدَ مِنْبَرِي وَلَوْ عَلٰى سِوَاكٍ أَخْضَرَ تَبَوَّأَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ» .

''حدیث کے الفاظ: ''وہ قسم اٹھانے کے لیے چل پڑا۔'' اور الفاظ: ''جب اس نے پیٹھ پھیر لی۔'' میں دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں منبر کے پاس قسم اٹھائی جاتی تھی، اگر ایسا نہ ہوتا، تو اس (کندی) شخص کا رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں چلنے اور پیٹھ پھیر کر جانے کا کوئی مقصد باقی نہیں رہتا۔ اس کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: ''جس نے میرے

اس منبر کے پاس جھوٹی قسم اٹھائی، اگر چہ وہ تازہ مسواک پر ہی کیوں نہ ہو، تو اس نے اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالیا۔'' (سنن أبي داوٗد: 3246، وسندهٗ حسنٌ)

(مَعالم السّنن: 43/4)

❁ قاضی عیاض رحمہ اللہ (۵۴۴ھ) اور علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (۶۵۶ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ لِلْأَيْمَانِ مَوَاضِعَ تُحْلَفُ فِيهَا وَتُخْتَصُّ بِهَا لِقَوْلِهٖ: «فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ» .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ حلف اٹھانے کے لیے خاص مقامات ہیں، جن میں حلف اٹھایا جاتا ہے، کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں: ''وہ (قسم اٹھانے والا) قسم اٹھانے کے لیے چلا۔''

(إكمال المُعلم: 439/1، واللفظ لهٗ، المُفهم: 350/1)

سوال: تنگ لباس پہننا کیسا ہے؟

جواب: اگر لباس تنگ ہونے سے ستر کے اعضا عیاں ہو رہے ہیں، تو ایسا لباس پہننا جائز نہیں، کیونکہ لباس کا ساتر ہونا ضروری ہے۔ البتہ اگر بازو یا قمیص وغیرہ میں فٹنگ ہے، تو حرج نہیں۔

❁ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِهٖ، ثُمَّ أَقْبَلَ، فَتَلَقَّيْتُهٗ بِمَاءٍ، فَتَوَضَّأَ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ شَأْمِيَّةٌ، فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ، فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَيْهِ مِنْ كُمَّيْهِ،

فَكَانَا ضَيِّقَيْنِ، فَأَخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَهُمَا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَعَلٰى خُفَّيْهِ .

’’(ایک سفر پر پڑاؤ کے دوران) نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، پھر واپس ہوئے، تو میں نے آپ ﷺ کو پانی پیش کیا، تو آپ ﷺ نے وضو کیا، آپ ﷺ نے اس وقت شامی جبہ پہن رکھا تھا، آپ ﷺ نے کلی کی، ناک میں پانی چڑھایا اور چہرہ دھویا، پھر آستین سے بازہ باہر نکالنے لگے، مگر آستین تنگ تھے، تو آپ ﷺ نے جبہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکالے اور انہیں دھویا، نیز سر اور موزوں پر مسح کیا۔‘‘

(صحيح البخاري : 5798، صحيح مسلم : 274)

یاد رکھیں کہ عورتوں کے لیے چست لباس پہننا جائز نہیں، خاص طور پر جب وہ گھر سے باہر نکلیں اور اجنبی مردوں کے سامنے ہوں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُؤُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا .

’’جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں، جنہیں میں نے نہیں دیکھا؛ ① وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دُموں کی طرح کے کوڑے ہیں، جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں۔ ② وہ عورتیں، جو لباس پہنتی ہیں، مگر (پھر بھی) برہنہ نظر آتی ہیں، (ان کا

لباس ساتر نہیں ہے۔) وہ عورتیں دوسروں کی طرف مائل ہونے والے ہیں اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں، ان کے سر (کے جوڑے) بختی اونٹ کی کوہان کی مانند ہوں گے، جو کوہان ایک طرف جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گے، نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، یاد رکھیں کہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی (پانچ سو سال کی) مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔''

(صحیح مسلم : 2128)

سوال: پھل دار درخت کو کاٹنا کیسا ہے؟

جواب: بغیر کسی اشد ضرورت کے پھل دار درخت کو نہیں کاٹنا چاہیے۔ درخت مفید اثاثہ ہیں، خاص طور پر جب وہ پھل دار ہو، کئی لوگوں کی خوراک کا سامان ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کھجوروں کو کاٹ دیا گیا۔''

(صحیح مسلم : 524)

مدینہ میں مسجد کی تعمیر کی ضرورت تھی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نجار سے باغ خریدا اور کھجوروں کے درخت کٹوا کر وہاں مسجد تعمیر کرائی۔ یہ شرعی ضرورت ہے، اس مقصد کے لیے درخت کاٹے جا سکتے ہیں۔

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا نمازی کو ایسا شخص تنبیہ کر سکتا ہے، جو نماز نہیں پڑھ رہا اور کیا اس کی تنبیہ مان لینے سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

جواب: غیر نمازی کا نمازی کو تنبیہ کرنا جائز ہے اور اس تنبیہ پر عمل کرنے سے کوئی فرق نہیں آتا۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

بَيْنَا النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ، فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ، وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ، فَاسْتَقْبِلُوهَا، وَكَانَتْ وُجُوهُهُمْ إِلَى الشَّأْمِ، فَاسْتَدَارُوا إِلَى الكَعْبَةِ.

”کچھ لوگ قبا بستی میں نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کہنے لگا: بلاشبہ رسول اللہ ﷺ پر رات قرآن نازل ہوا ہے، جس میں تحویل قبلہ کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا آپ بھی قبلہ رو ہو جائیں۔ اس وقت ان کے منہ شام کی جانب تھے، (یہ سن کر) وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔“

(صحيح البخاري: 403، صحيح مسلم: 526)

جب آنے والے شخص نے تحویل قبلہ کی خبر دی، تو امام اور مقتدیوں نے ان کی بات کو مان کر قبلہ کا رخ تبدیل کرلیا اور ان کی نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال: کیا انسان کی ہر نیکی ہی مخصوص لکھنے والے فرشتے لکھتے ہیں؟

جواب: عام طور پر انسان کی نیکیاں اور برائیاں مخصوص فرشتے لکھتے ہیں، البتہ بعض نیکیاں دوسرے فرشتے بھی لکھتے ہیں، احادیث میں اس کی اَصل ملتی ہے۔

❁ سیدنا رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اُٹھایا، تو «سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ» کہا، ایک شخص نے پیچھے سے کہا:

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد دریافت کیا: یہ کلمات کس نے کہے ہیں، عرض کیا میں نے، فرمایا: میں نے تیس سے زیادہ فرشتے دیکھے ہیں اور ہر فرشتہ کی کوشش تھی کہ ان کلمات کو سب سے پہلے وہ اوپر لے جائے۔

(صحيح البخاري : 799)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا جَاءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ، فَقَالَ : «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ»، فَلَمَّا قَضٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهٗ قَالَ : أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ؟ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ، فَقَالَ : أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا؟ فَإِنَّهٗ لَمْ

يَقُلْ بَأْسًا فَقَالَ رَجُلٌ : جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفَسُ فَقُلْتُهَا،
فَقَالَ : لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَيْ عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا، أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا .

''ایک شخص آیا اور صف میں داخل ہوا، اس کا سانس پھولا ہوا تھا، اس نے (دعائے استفتاح میں) پڑھا: «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ»، (سانس پھولنے کی وجہ سے آواز اونچی ہوگئی) جب رسول اللہ ﷺ نے نماز مکمل فرمائی، تو فرمایا: یہ کلمات کس نے پڑھے ہیں؟ لوگ خاموش رہے، مکرر فرمایا: یہ کلمات کس نے پڑھے ہیں؟ اس نے کوئی قابل اعتراض کام نہیں کیا، تو ایک شخص کہنے لگا: میں آیا، تو میرا سانس پھولا ہوا تھا، میں نے یہ کلمات پڑھے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا، وہ ان کلمات کو اوپر اٹھا کر لے جانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے۔''

(صحيح مسلم : 600)

سوال: کیا ابلیس قیامت تک زندہ رہے گا؟

جواب: ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اسے وقت مقررہ تک مہلت عطا کر دی، یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی معاملہ ہے، جس میں کئی ایک حکمتیں ہیں۔

تاہم ابلیس تا حال زندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی قدرت سے ابھی تک زندہ رکھا ہوا ہے، حالانکہ وہ جنات میں سے ہے اور جنات ایک مدت کے بعد فوت ہو جاتے ہیں، مگر ابلیس کو ابھی تک موت نہیں آئی، اس کی ہلاکت اس وقت ہوگی، جب دنیا کا اختتام ہوگا۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ❁ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ

﴿إِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾ (الحِجر : ٣٦_٣٨، صٓ : ٧٩_٨١)

''اس (ابلیس) نے کہا: میرے رب! مجھے اس دن تک مہلت دے، جب لوگ (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں، اس (اللہ نے) فرمایا، چلو تمہیں مہلت دی، لیکن وقت معلوم (قیامت) کے دن تک۔''

❀ زرعہ بن ضمرہ عامری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا : أَتَمُوتُ الْجِنُّ؟ قَالَ : نَعَمْ، غَيْرَ إِبْلِيسَ قَالَ : فَمَا هٰذِهِ الْحَيَّةُ الَّتِي تُدْعَى الْجَانَّ؟ قَالَ : هِيَ صِغَارُ الْجِنِّ .

''ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا: کیا جنوں کو موت آتی ہے؟ فرمایا: جی ہاں، ابلیس کے علاوہ (کہ اسے قیامت تک کے لیے مہلت دی گئی ہے)۔ اس شخص نے پوچھا: یہ سانپ کیا ہیں، جنہیں جانّ کہتے ہیں؟ فرمایا: یہ چھوٹے جنات ہیں۔''

(العَظَمَة لأبي الشَّيْخ : 1691/5، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کسی کو سزا کے طور پر مالی جرمانہ کرنا کیسا ہے؟

جواب: سزا کے طور پر مالی جرمانہ کرنا یا کسی کا مال ضبط کر لینا یا کسی کا مال ضائع کر دینا جائز ہے، تا کہ وہ آئندہ ان جرائم کا ارتکاب نہ کرے۔ مالی جرمانے کو عقوبۃ مالیہ کہتے ہیں۔ اس کے جواز پر کئی احادیث دلالت کرتی ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رِجَالًا فَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ ثُمَّ آمُرُ فِتْيَانِي

فَيَخْلُفُونَ إِلٰى قَوْمٍ لَّا يَأْتُونَهَا فَيُحَرِّقُونَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ، وَلَوْ عَلِمَ أَحَدُهُمْ أَنَّهٗ يَجِدُ عَظْمًا سَمِينًا أَوْ مِرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ .

''میں نے ارادہ کیا ہے کہ لوگوں کو حکم دے کر جماعت کھڑی کروادوں، پھر میں اپنے جوانوں کو حکم دوں کہ وہ ان لوگوں کے پاس جائیں، جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیوں کے گٹھے سے ان کے گھر جلا دوں، اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ اسے موٹی تازی ہڈی یا دو عمدہ پائے ملیں گے، تو وہ عشا کی نماز میں بھی حاضر ہو جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 644، صحيح مسلم :651، المُنتقٰى لابن الجارود : 304)

نبی کریم ﷺ نے جان بوجھ کر جماعت ترک کرنے والوں کے گھروں کو جلانے کا ارادہ کیا، پھر بچوں اور عورتوں کی وجہ سے ارادہ ترک کر دیا۔ معلوم ہوا کہ کسی جرم کی وجہ سے کسی کا مال تلف کر دینا جائز ہے، ایسا کرنا بالکل ہی ناجائز ہوتا، تو نبی کریم ﷺ کبھی یہ ارادہ نہ فرماتے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي عُمَرُ : يَا عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ كِتَابِهٖ أَسَرَقْتَ مَالَ اللّٰهِ؟، قَالَ : فَقُلْتُ : مَا أَنَا بِعَدُوِّ اللّٰهِ، وَلَا عَدُوِّ كِتَابِهٖ، وَلٰكِنِّي عَدُوُّ مَنْ عَادَاهُمَا، وَلَا سَرَقْتُ مَالَ اللّٰهِ، قَالَ : فَمِنْ أَيْنَ اجْتَمَعَتْ لَكَ عَشَرَةُ آلَافٍ؟، قَالَ : قُلْتُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ خَيْلِي

تَنَاسَلَتْ وَسِهَامِي تَلَاحَقَتْ، وَعَطَائِي تَلَاحَقَ، قَالَ : فَأَمَرَ بِهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَقُبِضَتْ، قَالَ : فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ .

''مجھے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ اور اس کی کتاب کے دشمن! کیا آپ نے اللہ کا مال چوری کیا ہے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میں اللہ اور اس کی کتاب کا دشمن نہیں ہوں، بلکہ میں تو ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور نہ ہی میں نے اللہ کا مال چرایا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پھر آپ کے پاس دس ہزار (درہم) کہاں سے آئے؟ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! میرے گھوڑوں کی نسل بڑھی ہے، میری شراکت داری میں نفع ہوا ہے اور میری تنخواہ اکٹھی ہوئی ہے۔ مگر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے میرے اثاثے ضبط کر لیے گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ دعا کیا کرتے تھے: اللہ! امیر المومنین (عمر رضی اللہ عنہ) کو معاف فرما۔''

(طَبَقات ابن سعد : 335/4، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین کے گورنر تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملین کا احتساب کیا، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اثاثے زیادہ معلوم ہوئے، تو جذبات میں آکر ان پر سخت تنقید کر دی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کی اور اثاثوں کی تفصیل بھی بتائی، مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بتقاضائے بشریت مطمئن نہ ہوئے اور مال ضبط کر لیا، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایسا اجتہاد کیا، اسی لیے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استغفار کرتے تھے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جو کہا، وہ فرط جذبات میں کہا، ایسا نہیں کہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو خائن اور چور سمجھتے تھے، بلکہ یہ محض احتساب کا طریقہ تھا۔

بہر حال اس اثر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عقوبت مالیہ جائز ہے، ورنہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مال سلب نہ کیا جاتا۔

سوال: کیا سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں؟

جواب: تمام کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عادل ہیں، یہ اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے۔ کتاب وسنت میں اس پر متعدد دلائل ہیں۔ صحابہ کی عدالت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کی ہے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کو قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

❀ علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ أَنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ ـإِلَّا مَنْ شَذَّـ أَجْمَعُوا عَلٰى أَنَّ جَمِيعَ الصَّحَابَةِ عُدُولٌ يَجِبُ عَلَى الْأُمَّةِ تَعْظِيمُهُمْ .

”جان لیجئے کہ سوائے شاذ افراد کے تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ سارے کے سارے صحابہ عادل ہیں، اُمت پر ان کی تعظیم کرنا واجب ہے۔“

(الأجوبة العِراقيّة، ص 9)

سوال: کیا فجر کی سنتوں اور نماز فجر کے درمیان گفتگو کی جا سکتی ہے؟

جواب: فجر کی سنتوں اور نماز فجر کے درمیان گفتگو کی جا سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی وجہ کراہت یا ممانعت ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ،

فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي، وَإِلَّا اضْطَجَعَ .

''نبی کریم ﷺ جب فجر کی دو رکعتیں پڑھتے، اگر میں جاگ رہی ہوتی، تو مجھ سے باتیں کرتے، ورنہ (دائیں پہلو پر) لیٹ جاتے۔''

(صحيح البخاري : 626، صحيح مسلم : 743، واللّفظ لهٗ)

سوال: کہا جاتا ہے کہ خیبر کے دن سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو بھی جھنڈا دیا گیا تھا، مگر وہ ناکام ہو کر لوٹے تھے، پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا گیا اور وہ فاتح بن کر لوٹے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فاتح خیبر ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے، مگر ایسی کوئی صحیح ثابت روایت نہیں، جن میں سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو خیبر کا جھنڈا دیے جانے کا ذکر ہو اور وہ شکست کھا کر لوٹے ہوں۔ اس بارے میں درج ذیل روایات آئی ہیں، ان کی استنادی حیثیت ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

حَاصَرْنَا خَيْبَرَ، فَأَخَذَ اللِّوَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَلَمْ يُفْتَحْ لَهٗ، وَأَخَذَ مِنَ الْغَدِ عُمَرُ، فَانْصَرَفَ وَلَمْ يُفْتَحْ لَهٗ، وَأَصَابَ النَّاسَ يَوْمَئِذٍ شِدَّةٌ وَجَهْدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّي دَافِعٌ لِوَائِي غَدًا إِلٰى رَجُلٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ، لَا يَرْجِعُ حَتّٰى يُفْتَحُ لَهٗ وَبِتْنَا طَيِّبَةً أَنْفُسُنَا أَنَّ الْفَتْحَ غَدًا، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى

الْغَدَاةَ، ثُمَّ قَامَ قَائِمًا، وَدَعَا بِاللِّوَاءِ، وَالنَّاسُ عَلٰى مَصَافِّهِمْ، فَمَا مِنَّا إِنْسَانٌ لَهٗ مَنْزِلَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا هُوَ يَرْجُو أَنْ يَكُونَ صَاحِبَ اللِّوَاءِ، فَدَعَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَهُوَ أَرْمَدُ، فَتَفَلَ فِي عَيْنَيْهِ، وَمَسَحَ عَنْهُ، وَدَفَعَ إِلَيْهِ اللِّوَاءَ، وَفَتَحَ اللّٰهُ لَهٗ قَالَ: وَأَنَا فِيمَنْ تَطَاوَلَ لَهَا.

''ہم نے خیبر کا محاصرہ کیا، چنانچہ جھنڈا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پکڑا، مگر خیبر فتح نہ ہو سکا، پھر اگلے روز جھنڈا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تھاما، وہ بھی واپس لوٹ آئے، خیبر فتح نہ ہو سکا۔ اس دن لوگوں کو شدید پریشانی اور تکلیف لاحق ہوئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دینے والا ہوں، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، وہ فتح یاب ہو کر لوٹے گا۔ (خوش خبری سن کر) ہم رات بھر خوش وخرم رہے کہ صبح فتح نصیب ہونے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے، جھنڈا منگوایا، اس اثنا لوگ اپنی اپنی صفوں میں ہی بیٹھے تھے، ہم میں سے جس کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کچھ نہ کچھ مقام تھا، وہ یہی آرزو کر رہا تھا کہ جھنڈا اسے ہی ملے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، ان کی آنکھوں میں درد تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالا اور ان پر ہاتھ پھیرا، انہیں جھنڈا تھمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں (خیبر) کو فتح کر دیا۔ (سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ) جھنڈا حاصل کرنے کا میں بھی خواہش مند تھا۔''

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 8346، مسند الإمام أحمد : 353/5)

سند ضعیف ہے۔ حسین بن واقد جب عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کریں، تو منکر ہوتی ہے۔ منکر ضعیف حدیث کی قسم ہے۔

حسین بن واقد کی متابعت میمون ابو عبد اللہ کندی نے کی ہے، جو ضعیف ہے۔

❀ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا بَكْرٍ وَعَقَدَ لَهٗ لِوَاءً فَرَجَعَ، وَبَعَثَ عُمَرَ وَعَقَدَ لَهٗ لِوَاءً فَرَجَعَ بِالنَّاسِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ، وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ لَيْسَ بِفَرَّارٍ فَأَرْسَلَ إِلَيَّ، وَأَنَا أَرْمَدُ قُلْتُ : إِنِّي أَرْمَدُ، فَتَفَلَ فِي عَيْنِي وَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اكْفِهِ أَذَى الْحَرِّ وَالْبَرْدِ، فَمَا وَجَدْتُ حَرًّا بَعْدَ ذٰلِكَ، وَلَا بَرْدًا .

”رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو (خیبر پر لشکر کا) امیر بنا کر بھیجا اور انہیں جھنڈا تھمایا، مگر وہ (ناکامیاب ہو کر) لوٹ آئے، پھر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور انہیں بھی جھنڈا تھمایا، مگر وہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت لوٹ آئے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اب میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا، جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس سے محبت کرتے ہیں، وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے والا نہیں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے میری طرف پیغام بھیجا، جبکہ میرے آنکھوں میں درد تھا، میں نے عرض کیا: میری آنکھیں خراب ہیں، تو آپ ﷺ نے میری آنکھ میں

لعاب مبارک لگایا، پھر فرمایا: اللہ! انہیں دھوپ اور سردی کی تکلیف سے کافی ہو جا۔اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی لگی اور نہ کبھی سردی کا احساس ہوا۔''

(السّنن الكبرىٰ للنّسائي : 8345)

سند ضعیف ہے۔محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ضعیف وسیء الحفظ ہے۔

سوال: کیا بھائی کا بھائی کو قتل کرنا قیامت کی نشانی ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ قیامت کی چھوٹی بڑی بہت سی نشانیاں بیان فرمائی ہیں، جن میں سے ایک قتل وغارت کا عام ہونا بھی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ، وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ، وَيُلْقَى الشُّحُّ، وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوا : وَمَا الْهَرْجُ؟ قَالَ : الْقَتْلُ الْقَتْلُ .

''وقت میں (برکت کی) کمی ہو جائے گی، عمل کم ہو جائے گا، کنجوسی در آئے گی، ہرج کی کثرت ہوگی، صحابہ نے عرض کیا: ہرج کیا ہے، فرمایا: قتل وغارت۔''

(صحيح البخاري : 7061، صحيح مسلم : 157)

یہ قتل وغارت دشمنوں اور غیروں کے مابین نہیں ہوگا، بلکہ اپنے رشتوں داروں اور پڑوسیوں کے مابین ہوگا۔لوگ دنیا کے بندے بن جائیں گے اور دنیا کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک پہنچ جائیں گے، کبھی پڑوسی سے جھگڑا کریں گے اور ایک دوسرے کی جان لے لیں گے۔

کئی بد بخت ایسے بھی ہوں گے، جو اپنے ہی والد کو قتل کر دیں گے، کوئی اپنے ماں جائے بھائی کا جان لے لیں گے، یہ جسارت اور جرأت دنیا کی رنگینوں کی وجہ سے ہوگی۔

کوئی مال ودولت کے لالچ میں یہ حرکت کرے گا، تو کوئی عورت کے چکر میں اس گناہ کا ارتکاب کرے گا۔

❁ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی يَقْتُلَ الرَّجُلُ جَارَهٗ وَأَخَاهُ وَأَبَاهُ .

''قیامت بپا نہ ہوں، جب تک آدمی اپنے پڑوسی، بھائی اور والد کو قتل نہ کر دے۔''

(الأدب المُفرد : 118، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی قبول اسلام کے وقت کتنی عمر تھی؟

جواب: بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ آٹھ سال کی عمر میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

أَسْلَمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِ سِنِينَ .

''جب سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر آٹھ برس تھی۔''

(التّاريخ الكبير للبخاري : 259/6، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَسْلَمَ فِي صِبَاهُ وَصَحَّحَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِسْلَامَهٗ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کم سنی میں اسلام قبول کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام کو معتبر قرار دیا ہے۔''

(الهداية : 411/2)

سوال: غلاف کعبہ کو مستحق لوگوں میں تقسیم کرنا کیسا ہے؟

جواب: غلاف کعبہ پر سونے کی سلائی ہوتی ہے، یہ قیمتی ہوتا ہے، اسے لوگوں میں تقسیم کرنا جائز ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ ـأَوْ قَالَ : بِكُفْرٍ۔ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ .

”(عائشہ!) اگر آپ قوم کے لوگ زمانہ کفر سے نئے نئے اسلام کی طرف نہ پلٹے ہوتے، تو میں کعبۃ اللہ کا خزانہ راہ مولا خرچ کر دیتا۔“

(صحیح مسلم : 1333)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض نومسلم صحابہ کا لحاظ کرتے ہوئے کعبہ کے خزانے کو تقسیم نہیں کیا، کہ کہیں وہ اس کا غلط مطلب نہ لے لیں اور ان کے دل میں اسلام کے بارے میں بدگمانی پیدا نہ ہو جائے۔ یہ بھی تالیف قلبی کی ایک صورت ہے۔

بہر حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خدشہ کے پیش نظر کعبہ کی خزانے تقسیم کرنے سے گریز کیا، ورنہ فی نفسہ یہ عمل جائز تھا۔ جب کعبہ کے خزانے تقسیم کرنا جائز ہیں، تو کعبہ پر لگا غلاف بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ ہر سال نیا غلاف کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے اور اتارا ہوا غلاف مختلف ٹکڑوں میں کاٹ کر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ مکحول شامی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اشْتَرٰى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَآهُ إِنْ شَآءَ أَخَذَهُ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَهُ .

''جس نے بغیر دیکھے کوئی شے خریدی، دیکھنے کے بعد اسے اختیار حاصل ہے، چاہے تو اس بیع کو قائم رکھے، چاہے تو ترک کردے۔''

(سنن الدّارقطني : 328/3، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 10425)

جواب: سند باطل ہے۔

① مکحول کی مرسل ہے۔

② ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم ضعیف و متروک ہے۔

③ اسماعیل بن عیاش کا عنعنہ ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهُ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ بِاتِّفَاقِ الْمُحَدِّثِينَ .

''اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

(المَجموع : 301/9)

❀ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ اشْتَرٰى شَيْئًا لَمْ يَرَهُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا رَآهُ .

''جس نے بغیر دیکھے کوئی شے خریدی، دیکھنے کے بعد اسے اختیار حاصل ہے (چاہے تو اس بیع کو قائم رکھے، چاہے تو ترک کردے)۔''

(سنن الدّارقطني : 328/3، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 10426)

جھوٹی روایت ہے۔ عمر بن ابراہیم بن خالد کردی ہاشمی کذاب و وضاع ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا بَاطِلٌ لَا يَصِحُّ لَمْ يَرْوِهَا غَيْرُهُ، وَإِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ ابْنِ سِيرِينَ مَوْقُوفًا مِنْ قَوْلِهٖ .

''یہ روایت باطل ہے، ثابت نہیں۔ اسے عمر بن ابراہیم کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا، دراصل یہ روایت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا اپنا قول ہے۔''

(سنن الدّارقطني : 328/3)

سوال: کیا بیوہ دوران عدت سرمہ لگا سکتی ہے؟

جواب: بیوہ کے لیے دوران عدت سرمہ لگانا جائز نہیں۔

سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

جَاءَ تِ امْرَأَةٌ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ ابْنَتِي تُوُفِّيَ عَنْهَا زَوْجُهَا، وَقَدِ اشْتَكَتْ عَيْنَهَا، أَفَتَكْحُلُهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، كُلَّ ذٰلِكَ يَقُولُ : لَا، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّمَا هِيَ أَرْبَعَةُ أَشْهُرٍ وَعَشْرٌ، وَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ تَرْمِي بِالْبَعْرَةِ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ .

''ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، عرض گزار ہوئی: اللہ کے رسول! میری بیٹی کا خاوند فوت ہو گیا ہے، اب اس کی آنکھیں خراب ہو گئی ہیں، کیا وہ آنکھوں کو سرمہ لگا سکتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اس

نے دو یا تین مرتبہ پھر یہی سوال کیا، تو آپ ﷺ نے ہر بار نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (عدت تو) صرف چار ماہ دس ہے، جبکہ زمانہ جاہلیت میں تمہیں سال کے بعد مینگنی پھینکنا پڑتی تھی۔''

(صحيح البخاري : 5336، صحيح مسلم : 1488)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ وَحَدِيثِ أُمِّ عَطِيَّةَ الْمَذْكُورِ بَعْدَهٗ فِي قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «لَا تَكْتَحِلْ»، دَلِيلٌ عَلٰى تَحْرِيمِ الْاِكْتِحَالِ عَلَى الْحَادَّةِ سَوَاءٌ احْتَاجَتْ إِلَيْهِ أَمْ لَا .

''اس حدیث میں اور اس کے بعد آنے والے حدیث اُم عطیہ رضی اللہ عنہا میں فرمان نبوی: ''عدت والی عورت سرمہ نہ لگائے۔'' دلیل ہیں کہ سوگ والی عورت کے لیے سرمہ لگانا حرام ہے، خواہ اسے سرمہ لگانے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔''

(شرح مسلم : 114/10)

سوال: اگر تاجر غیر شرعی طریقہ سے تجارت کریں، خواہ ان کی باہم رضا مندی ہی کیوں نہ ہو، کیا حاکم وقت انہیں اس جرم پر سزا دے سکتا ہے؟

جواب: حاکم وقت کی ذمہ داریوں میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ وہ رعایا پر شرعی احکام کا نفاذ کرے اور جو لوگ غیر شرعی اُمور کا ارتکاب کرتے ہیں، انہیں ان گناہوں سے روکے اور اگر وہ باز نہ آئیں، تو انہیں تعزیری سزا بھی دے سکتا ہے۔

لہٰذا اگر کہیں تاجر لوگ غیر شرعی طریقے سے لین دین کرتے ہیں، تو مسلمان حاکم وقت انہیں پابند کر سکتا ہے اور باز نہ آنے کی صورت میں انہیں سزا بھی دے سکتا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَبْتَاعُونَ جِزَافًا يَعْنِي الطَّعَامَ، يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ، حَتّٰى يُؤْوُوهُ إِلٰى رِحَالِهِمْ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ غلے کا ڈھیر (ناپ تول کے بغیر) اندازے سے خرید لیتے تھے، پھر اسی جگہ فروخت کر دیتے، ایسے لوگوں کی پٹائی کی جاتی تھی، تا آنکہ وہ اس غلے کو اپنے اپنے ٹھکانوں میں لے جائیں۔''

(صحيح البخاري 2137، صحيح مسلم : 1527)

یہ حدیث دلیل ہے کہ اگر لوگ تجارت کے شرعی اُصولوں کی خلاف ورزی کریں، تو انتظامیہ ان کی مارکٹائی کرسکتی ہے۔

سوال: قیدی کے کھانے پینے کا بندوبست کس کے ذمہ ہے؟

جواب: قیدی کے کھانے پینے اور بستر کا بندوبست قید کرنے والے کے ذمہ ہے۔ لہٰذا حاکم وقت اگر کسی کو کسی جرم میں قید کرتا ہے، تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام بنیادی ضروریات جو ایک انسان کو لاحق ہوتی ہیں، قیدیوں کے متعلق ان کا خیال رکھے، انہیں حسب توفیق کھانا پانی دے۔

❁ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَتْ ثَقِيفُ حُلَفَاءَ بَنِي عَقِيلٍ فَأَسَرَتْ ثَقِيفُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَسَرَ أَصْحَابُ

رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِّنْ بَنِي عَقِيلٍ، وَأَصَابُوا مَعَهُ الْعَضْبَاءَ، فَأَتٰى عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْوَثَاقِ، ...... فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ، فَأَتَاهُ فَقَالَ: «مَا شَأْنُكَ؟»، فَقَالَ: إِنِّي جَائِعٌ فَأَطْعِمْنِي وَظَمْآنُ فَاسْقِنِي، قَالَ: «هٰذِهِ حَاجَتُكَ» ....

''بنوثقیف، بنوعُقیل کے حلیف (دوست) تھے، بنوثقیف نے رسول اللہ ﷺ کے دو ساتھی قید کر لیے، رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بنوعُقیل کا ایک آدمی قید کر لیا، اس کے ساتھ عضبا (اونٹنی) بھی حاصل کر لی۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے، جب کہ وہ (رسی میں) جکڑا ہوا تھا...... اس نے رسول اللہ ﷺ کو آواز دی: محمد! محمد! آپ ﷺ واپس اس کے پاس آئے اور پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا کھلایئے، میں پیاسا ہوں، مجھے پانی پلایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہاری ضرورت ہے (اسے پورا کیا جائے گا)۔''

(صحیح مسلم: 1641، المُنتقٰی لابن الجارود: 933)

سوال: جس پر حد رجم قائم ہوئی ہو، کیا اسے غسل وکفن دیا جائے گا؟

جواب: اگر کسی مسلمان زانی پر حد رجم قائم ہو، تو اسے بھی دیگر مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دیا جائے گا، نیز اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ زنا کرنے سے کوئی کافر یا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا۔ یہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ مؤقف ہے۔

سوال: کیا فساق وفجار کو خود سے دور رکھنا درست ہے؟

جواب: اس میں تفصیل ہے؛

جو لوگ فسق و فجور کے مرتکب ہوں، انہیں دعوت دینی چاہیے، ان کی اصلاح کی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے، اول اول ان سے دوستی لگائی جائے، تا کہ وہ آپ کے قریب آئیں اور انہیں ہدایت کا موقع میسر آئے، تا کہ وہ معاصی کو ترک کر کے نیکیوں کی طرف راغب ہوں۔

لیکن اگر آپ فاسقوں سے نا اُمید ہو جائیں اور ان کے توبہ و تائب ہونے کی اُمید باقی نہ رہے یا آپ کو خود ان سے شر کا خدشہ محسوس ہو، تو ایسے لوگوں سے دور ہو جانا اور انہیں اپنے سے دور کر دینا جائز ہے، کیونکہ پہلے اپنا دین اور ایمان بچانا ضروری ہے، نیز گناہوں کی نحوست بھی ہوتی ہے، اگر ایسے لوگ قریب رہیں گے، تو زندگی نا مبارک ہو کر رہ جائے گی اور آپ کے لیے گناہوں میں پڑنے کا خدشہ رہے گا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصَنْ، فَقَالَ: إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوْهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِيعُوهَا وَلَوْ بِضَفِيرٍ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لونڈی کے متعلق پوچھا گیا، جو غیر شادی شدہ ہو اور زنا کر بیٹھے (تو اسے کیا سزا دی جائے۔) فرمایا: اگر وہ زنا کرے، تو اسے کوڑے ماریں، پھر زنا کرے، تو اسے کوڑے ماریں، پھر زنا کرے، تو کوڑے ماریں، پھر زنا کرے، تو بیچ دیں، خواہ رسی کے عوض ہی ہو۔“

(صحيح البخاري: 6837، صحيح مسلم: 1703، المُنتقى لابن الجارود: 821)

یہ حدیث دلیل ہے کہ گناہ گار کی اصلاح کی پوری طرح کوشش کرنی چاہیے، اگر وہ باز آ جائے، تو خوب، ورنہ اسے اپنے سے اور آپ اس سے دور ہو جائیں، کہ وہ قربت کے لائق نہیں ہے۔

سوال: دستر خوان پر مختلف انواع کے کھانوں کو جمع کرنا کیسا ہے، کیا زہد کے خلاف تو نہیں؟

جواب: دستر خوان پر مختلف انواع کے کھانوں کو جمع کرنا جائز ہے، اگر کسی کو توفیق ہو، تو ایسا کر سکتا ہے، یہ زہد کے خلاف نہیں۔ البتہ کھانے کو ضائع ہونے سے بچایا جائے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک تفصیلی روایت میں ہے:

اِنْطَلَقَ، فَجَاءَ هُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ، فَقَالَ: كُلُوا مِنْ هٰذِهٖ، وَأَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيَّاكَ، وَالْحَلُوبَ، فَذَبَحَ لَهُمْ، فَأَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا، فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''انصاری صحابی گئے اور ان (رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے لیے ایک ٹوکری لے کر آئے، جس میں گدر، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں، کہنے لگے: یہ کھجوریں تناول فرمائیں۔ پھر انصاری صحابی نے چھری پکڑی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا، تو انصاری نے رسول اللہ ﷺ

اور ابو بکر و عمر کے لیے جانور ذبح کیا، سب نے بکری کا گوشت کھایا، ٹوکری سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب سب اچھی طرح سیر ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! روز قیامت ان نعمتوں کی بابت ضرور بالضرور سوال ہو گا۔''

(صحیح مسلم: 2038)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۴۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا آل محمد ﷺ میں نبی کریم ﷺ ازواج مطہرات داخل ہیں؟

جواب: جی ہاں، آل محمد ﷺ میں نبی کریم ﷺ کی ازواج داخل ہیں۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَنَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ، إِنْ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ.

''بلاشبہ ہم آل محمد ﷺ مہینہ بھر گزار دیتے، مگر (راشن نہ ہونے کی وجہ سے) ہم آگ نہ جلا پاتے، ہمارا گزارہ کھجور اور پانی پر ہوتا تھا۔''

(صحیح مسلم: 2972)

یہ نص ہے کہ آل محمد ﷺ میں امہات المومنین پہلی فرصت شامل ہیں۔

اسی طرح درود ابراہیمی کے مختلف الفاظ کو دیکھا جائے، تو اس میں بھی نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کو آل محمد میں شامل کیا گیا ہے۔

❁ سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى

آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ .

''اللہ! محمد، ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر رحمت فرما، جیسے تُو نے ابراہیم کی آل پر رحمت کی، محمد، ان کی ازواج اور ان کی اولاد پر برکت فرما، جیسے تُو نے ابراہیم کی آل پر برکت کی، یقیناً تو قابلِ تعریف، بڑی شان والا ہے۔''

(الموطّأ للإمام مالك :165/1؛ صحيح البخاري : 3369؛ صحيح مسلم : 407)

سوال: کسی کو عمرہ یا اعتکاف کی مبارک باد دینا جائز ہے؟

جواب: کسی بھی اچھے کام اور نیکی پر مبارک باد دی جا سکتی ہے۔ یہ تحسین اور حوصلہ افزائی کا عمدہ طریقہ ہے۔

❀ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

لَمَّا جَاءَ نِي الَّذِي سَمِعْتُ صَوْتَهٗ يُبَشِّرُنِي، فَنَزَعْتُ لَهٗ ثَوْبَيَّ فَكَسَوْتُهُمَا إِيَّاهُ بِبِشَارَتِهٖ، وَاللّٰهِ مَا أَمْلِكُ غَيْرَهُمَا يَوْمَئِذٍ، وَاسْتَعَرْتُ ثَوْبَيْنِ فَلَبِسْتُهُمَا، فَانْطَلَقْتُ أَتَأَمَّمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... فَلَمَّا جَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ، وَإِلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''جس شخص کی میں نے آواز سنی تھی، جب وہ میرے پاس مجھے (توبہ قبول ہونے کی) خوش خبری دینے آیا، تو میں نے اس کے لیے اپنے دونوں کپڑے

اتارے اور اسے پہنا دیے، کیونکہ اس نے مجھے خوش خبری سنائی تھی۔ اللہ کی قسم! ان دنوں میرے پاس سوائے ان دو کپڑے کے کوئی کپڑا نہیں تھا، میں نے دو کپڑے اُدھار لیے، انہیں پہنا اور رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کے ارادہ سے نکلا۔ ...... جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا، تو عرض کیا: اللہ کے رسول! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے مال سے الگ ہو جاتا ہوں اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت میں بطور صدقہ پیش کرتا ہوں۔“

(صحیح مسلم : 2769)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى اسْتِحْبَابِ تَهْنِئَةِ مَنْ تَجَدَّدَتْ لَهُ نِعْمَةٌ دِينِيَّةٌ، وَالْقِيَامِ إِلَيْهِ إِذَا أَقْبَلَ، وَمُصَافَحَتِهِ، فَهٰذِهِ سُنَّةٌ مُسْتَحَبَّةٌ، وَهُوَ جَائِزٌ لِمَنْ تَجَدَّدَتْ لَهُ نِعْمَةٌ دُنْيَوِيَّةٌ .

”یہ حدیث دلیل ہے کہ جسے نئی نئی دینی نعمت ملی ہو، اسے مبارک باد دینا، اس کے آنے پر کھڑے ہو جانا اور اس سے مصافحہ کرنا مستحب ہے، یہ سب مستحب سنت ہے، نیز دنیوی نعمت ملنے پر بھی ایسا کرنا جائز ہے۔“

(زاد المَعاد : 3/512)

سوال: ایک شخص نے ایک ہی گناہ کو کئی بار انجام دیا، ہر بار توبہ کی، اس کی توبہ کب تک قبول ہو سکتی ہے؟

جواب: توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے کھلا ہے، انسان ایک گناہ کو ہزار بار بھی کرے اور ہر بار سچی پکی توبہ کر لے، تو اس کی توبہ ہر بار قبول ہو سکتی ہے، بشرطیکہ سچی توبہ ہو۔

سوال: کیا کوئی مسنون ذکر سو سے زیادہ مرتبہ بھی پڑھا جا سکتا ہے؟

جواب: ذکر مختلف اقسام کے ہیں، بعض کی تعداد بتائی گئی ہے اور بعض کی تعداد نہیں بتائی گئی۔ جس کی تعداد مقرر کی گئی ہے، اسے کم سے کم اتنی تعداد میں پڑھنا مستحب ہے، تب اس ذکر کی مکمل فضیلت حاصل ہو گی۔ البتہ اس ذکر کو اس مقررہ تعداد سے بڑھا کر پڑھا جائے، تو اس کی نہ صرف اجازت ہے، بلکہ مزید ثواب بھی ہے۔

باقی رہا مطلق ذکر، تو اس کی تعداد ہی متعین نہیں، اسے جتنا زیادہ پڑھا جائے، اتنی فضیلت ہے، یہ اعلیٰ صفات لوگوں کا شیوہ ہے۔

بہر حال اذکار کی تعداد کو سو سے زیادہ بڑھایا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ : «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ، كَانَتْ لَهٗ عَدْلَ عَشْرِ رِقَابٍ، وَكُتِبَ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ، وَمُحِيَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ، وَكَانَتْ لَهٗ حِرْزًا مِّنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَهٗ ذٰلِكَ حَتّٰى يُمْسِيَ، وَلَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ إِلَّا رَجُلٌ عَمِلَ أَكْثَرَ مِنْهُ .

”جس نے دن میں سو مرتبہ یہ کلمات کہے، اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، اس کے نامہ اعمال میں سو نیکیاں لکھ دی جائیں گی، شام تک شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور اس دن عمل میں کوئی اس کا ہم پلہ نہیں ہو گا، سوائے اس سے زیادہ عمل کرنے والے کے:

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .

''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کی بادشاہی ہے، حمد اسی کے لیے ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 6403؛ صحيح مسلم : 2691)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمْسِي : «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ»، مِائَةَ مَرَّةٍ، لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهٖ، إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ زَادَ عَلَيْهِ .

''جو صبح و شام سو مرتبہ «سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ» پڑھتا ہے، روزِ قیامت اس سے بہتر کوئی نہیں ہوگا، سوائے اس کے، جس نے اس جتنا یا اس سے زیادہ پڑھا ہوا ہو۔''

(صحيح مسلم : 2692)

سوال: کرامات اولیاء کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: اہل سنت والجماعت کا اجماعی واتفاقی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات حق ہیں، یہ خرق عادت اُمور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مؤمن بندوں اور بندیوں کے لیے عزت افزائی ہیں۔ کرامات اولیاء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں کرامات پر متعدد دلائل موجود ہیں۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَتَى الْمَدِينَةَ مِنْ سَفَرٍ، لَا يَطْرُقُهَا طُرُوقًا، فَدَنَوْا مِنَ الْمَدِينَةِ، ضَرَبَهَا الْمَخَاضُ فَاحْتُبِسَ عَلَيْهَا أَبُو طَلْحَةَ، وَانْطَلَقَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُولُ أَبُو طَلْحَةَ: إِنَّكَ لَتَعْلَمُ، يَا رَبِّ إِنَّهٗ يُعْجِبُنِي أَنْ أَخْرُجَ مَعَ رَسُولِكَ إِذَا خَرَجَ، وَأَدْخُلَ مَعَهٗ إِذَا دَخَلَ، وَقَدِ احْتَبَسْتُ بِمَا تَرٰى، قَالَ: تَقُولُ أُمُّ سُلَيْمٍ: يَا أَبَا طَلْحَةَ مَا أَجِدُ الَّذِي كُنْتُ أَجِدُ، انْطَلِقْ، فَانْطَلَقْنَا، قَالَ وَضَرَبَهَا الْمَخَاضُ حِينَ قَدِمَا، فَوَلَدَتْ غُلَامًا.

’’رسول اللہ ﷺ جب بھی کسی سفر سے مدینہ تشریف لاتے، تو رات کے وقت مدینہ میں داخل نہ ہوتے، چنانچہ (ایک سفر میں) لوگ مدینہ کے قریب پہنچے، تو اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دردِ زہ شروع ہو گیا، تو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس رکھنا پڑا اور رسول اللہ ﷺ چلے گئے۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: میرے رب! تو خوب جانتا ہے کہ مجھے پسند ہے کہ میں تیرے رسول ﷺ کے ساتھ ہی نکلوں اور ان کے ساتھ ہی داخل ہوں، لیکن تو دیکھ رہا ہے کہ مجھے یہاں روک لیا گیا ہے۔ (دعا کرنے کی دیر تھی کہ) سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں: ابوطلحہ! مجھے اب دردِ زہ نہیں ہو رہا، لہٰذا چلیے، سو ہم چل پڑے۔ جب مدینہ پہنچے، تو سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کو دوبارہ سے دردِ زہ شروع ہو گیا، انہوں نے بچے کو جنم دیا۔‘‘

(صحيح البخاري: 5470، صحيح مسلم: 2144، واللّفظ لهٗ)

اس حدیث میں سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی کرامت ہے، کہ کس طرح سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار محبت کیا اور رب تعالیٰ سے التجا کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں، تو رب تعالیٰ نے یہ سبیل نکال دی کہ سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا دردِ زِہ ہی ختم کر دیا اور جب تک مدینہ داخل نہیں ہو گئے، انہیں دردِ زِہ نہیں لگایا، جوں ہی مدینہ میں حاضر ہوئے، تو دوبارہ سے دردِ زِہ شروع ہو گیا اور بچے کی ولادت ہوئی۔ یہ بھی ایک طرح کی کرامت ہے، جو سیدنا ابوطلحہ انصاری اور سیدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہما کے حصے میں آئی۔

❀ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَعَزَلَهُ، وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا، فَشَكَوْا حَتّٰى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: أَمَّا أَنَا وَاللّٰهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا، أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ، فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ، فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ، فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ، وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتّٰى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ

يُكْنٰى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ : أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ، وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ، وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ، قَالَ سَعْدٌ : أَمَا وَاللّٰهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ؛ اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهٗ، وَأَطِلْ فَقْرَهٗ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ : شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ، أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ : فَأَنَا رَأَيْتُهٗ بَعْدُ، قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلٰى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهٗ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ .

”اہل کوفہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت لگائی، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں معزول کر دیا اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کا امیر مقرر کر دیا، انہوں نے (سیدنا سعد بن ابی وقاص) کی شکایات لگائیں، یہاں تک یہ بھی شکایت کی کہ وہ ہمیں صحیح نماز نہیں پڑھاتے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: ابو اسحاق (سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت)! ان (اہل کوفہ) کا کہنا ہے کہ آپ انہیں صحیح نماز نہیں پڑھاتے، تو سیدنا ابو اسحاق سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کی قسم! میں انہیں وہی نماز پڑھاتا ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے، میں اس میں بالکل بھی کمی نہیں کرتا۔ میں انہیں نماز عشاء پڑھاتا ہوں، تو پہلی دو رکعتوں میں قرأت لمبی کرتا ہوں اور دوسری دو میں قرأت کم کرتا ہوں۔ سیدنا

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا : ابو اسحاق ! مجھے آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک یا کئی لوگوں کو کوفہ کی طرف روانہ کیا، اس شخص نے اہل کوفہ سے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بارے پوچھا، ہر ہر مسجد میں جا کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا، تمام لوگوں نے ان کی تعریف ہی کی، لیکن جب بنو عبس کی مسجد میں داخل ہوئے، تو ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا، جس کا نام اُسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی۔ کہنے لگا: جب کہ آپ نے پوچھا ہی ہے، تو سن لیجئے کہ سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتے، انصاف کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے اور فیصلوں میں انصاف نہیں کرتے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں تجھے تین بد دعائیں دیتا ہوں، اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف دکھاوے اور ریا کاری کے لیے کھڑا ہوا ہے، تو اس کی عمر کو لمبا کر دے، اس کی فقیری کو بڑھا دے اور اسے فتنوں کا شکار کر دے۔ (سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعاؤں سے اس قدر بدحال ہو گیا کہ) بعد میں جب اسے پوچھا جاتا، تو کہتا: میں بوڑھا محتاج اور فتنہ کے شکار آدمی ہوں، مجھے سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے۔ (راوی حدیث) عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعد میں اسے دیکھا، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی بھویں آنکھوں پر گری ہوئی تھیں اور (اس حال میں بھی) بازار میں آتی جاتی لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔“

(صحيح البخاري : 755، صحيح مسلم : 453)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر ایک کوفی نے الزامات لگائے، تو اللہ کے ولی کی زبان

نے رب تعالیٰ کے حضور ہاتھ اٹھا دیے اور اس کوفی کے خلاف تین بد دعائیں کیں، جو من وعن پوری ہوئیں اور وہ خود لوگوں کو کہتا پھرتا کہ مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی ہے۔

معلوم ہوا کہ اگر کسی نے اللہ کے ولی کو ستایا اور تنگ ہو کر اللہ کے پیارے نے ہاتھ اٹھا دیے، تو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی مشکل کر دے گا، یہ ولی اللہ کی کرامت نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح کا ایک معاملہ صحابہ رسول ﷺ سیدنا سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش کیا، ایک بڑھیا نے تنگ کیا اور اس کا انجام کیا ہوا؟ ملاحظہ کیجئے!

❀ سیدنا سعید بن زید بن نفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَرْوٰى خَاصَمَتْهُ فِي بَعْضِ دَارِهٖ، فَقَالَ : دَعُوهَا وَإِيَّاهَا، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ : مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهٖ، طُوِّقَهٗ فِي سَبْعِ أَرَضِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اَللّٰهُمَّ، إِنْ كَانَتْ كَاذِبَةً فَأَعْمِ بَصَرَهَا، وَاجْعَلْ قَبْرَهَا فِي دَارِهَا، قَالَ : فَرَأَيْتُهَا عَمْيَاءَ تَلْتَمِسُ الْجُدُرَ تَقُولُ : أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، فَبَيْنَمَا هِيَ تَمْشِي فِي الدَّارِ مَرَّتْ عَلٰى بِئْرٍ فِي الدَّارِ، فَوَقَعَتْ فِيهَا، فَكَانَتْ قَبْرَهَا .

”اروٰی نامی ایک عورت نے اُن سے کسی گھر کے بارے میں جھگڑا کیا، تو سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اس گھر کو اور اس عورت کو چھوڑ دیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ”جس نے ایک بالشت برابر زمین بھی ناحق لی، اسے روز قیامت سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔“

اے اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے، تو اسے اندھا کر دے اور اس گھر کو ہی اس کی قبر بنا دے۔ (راوی کہتے ہیں:) میں نے اس بڑھا کو دیکھا کہ وہ اندھی ہو چکی تھی اور دیوار کو تلاش کر کر کے چلتی تھی اور کہتی تھی: مجھے سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی بددعا لگ گئی ہے۔ اسی طرح وہ ایک مرتبہ گھر میں چل رہی تھی، گھر کے کنوئیں کے پاس سے گزری اور اس میں گر گئی، وہ کنواں ہی اس کی قبر بن گیا۔''

(صحيح مسلم : 1610)

❁ علامہ محمود بن احمد قونوی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ : كَرَامَاتُ الْأَوْلِيَاءِ جَائِزَةٌ عِنْدَنَا، خِلَافًا لِلْمُعْتَزِلَةِ .

''اہل سنت والجماعت فرماتے ہیں: ہمارے نزدیک اولیاء کی کرامات جائز ہیں، معتزلہ ان کے منکر ہیں۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية : 375/2)

❁ علامہ عمر بن اسحاق غزنوی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۳ھ) فرماتے ہیں:

كُلُّ كَرَامَةٍ تَظْهَرُ عَلٰى يَدِ وَلِيٍّ فَهِيَ مُعْجِزَةٌ لِلنَّبِيِّ، لِأَنَّهٗ إِنَّمَا أَكْرَمَ اللّٰهُ الْوَلِيَّ بِتِلْكَ الْكَرَامَاتِ بِبَرْكَةِ مُتَابَعَةِ النَّبِيِّ، وَكُلُّ مَا يَظْهَرُ عَلٰى يَدِهٖ يَكُونُ دَلِيلٌ عَلٰى صِدْقِ النَّبِيِّ، فَلَا تَكُونُ الْكَرَامَةُ قَطُّ قَادِحَةً فِي الْمُعْجِزَةِ، بَلْ هِيَ مُؤَيِّدَةٌ لَهَا، دَالَّةٌ عَلَيْهَا، خِلَافًا لِمَا زَعَمَتِ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْ حَيْثُ أَنَّهٗ لَا يَبْقٰى

فَرْقٌ بَيْنَ وَلِيٍّ وَالنَّبِيِّ، لَوْ جَوَّزْنَا ظُهُورَ الْمُعْجِزَةِ عَلٰى يَدِ الْوَلِيِّ، قُلْنَا : الْمُعْجِزَةُ تُقَارِنُ دَعْوَى النُّبُوَّةِ وَلَوِ ادَّعَى الْوَلِيُّ النُّبُوَّةَ لَكَفَرَ مِنْ سَاعَتِهِ، وَلِأَنَّ الْوَلِيَّ يَجُوزُ أَنْ يَعْلَمَ أَنَّهُ وَلِيٌّ، وَيَجُوزُ أَنْ لَّا يَعْلَمَ، بِخِلَافِ النَّبِيِّ .

''ہر کرامت، جو کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے، وہ (اس ولی کے) نبی کا معجزہ ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ولی کو ان کرامات کے ساتھ عزت نبی کے اتباع کی برکت سے دی ہوتی ہے۔ لہٰذا ولی کے ہاتھ پر جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، نبی کی صداقت پر دلیل ہوتا ہے، یوں کرامت کبھی بھی معجزہ پر قدح کا باعث نہیں بنتی، بلکہ اس کی تائید کرتی ہے اور اس (کے سچا ہونے) پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے برخلاف معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ولی کے ہاتھ پر کرامت کا ظہور تسلیم کرلیں، تو اس سے ولی اور نبی میں فرق ختم ہو جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں: معجزہ میں نبوت کا دعویٰ شرط ہے، اگر کوئی ولی نبوت کا دعویٰ کرے گا، تو اسی وقت ہی کافر ہو جائے گا، نیز اس لیے بھی کہ ولی کو کبھی اپنے ولی ہونے کا علم ہوتا ہے اور کبھی علم نہیں ہوتا، جبکہ نبی کا معاملہ اس سے الگ ہے (نبی کو اپنے نبی ہونے کا یقینی طور پر علم ہوتا ہے)۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية : 376/2)

سوال: مشاجرات صحابہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مشاجرات صحابہ میں قانون یہی ہے کہ ان میں زبان بندی کی جائے، کسی صحابی پر طعن و تشنیع نہ کی جائے اور نہ کسی کی مذمت کی جائے، یہی قاعدہ صحابہ کے ہاں

معروف تھا۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

مشاجرات صحابہ پر پیش کی جانے والی اکثر باتیں باطل اور جھوٹ ہیں۔ جو باتیں ثابت ہیں، ان میں اہل سنت کا طریقہ یہ ہے کہ زبان بندی کی جائے، صحابہ کے مشاجرات کو عوام الناس میں بیان نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ان کے حق میں استغفار کرنی چاہیے اور ان کے فضائل نشر کرنے چاہییں۔

❀ علامہ محمود بن احمد قونوی حنفی رحمہ اللہ (۷۷۱ھ) فرماتے ہیں:

أُصُولُ مَذْهَبِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ كَفُّ اللِّسَانِ عَنِ الْوُقُوعِ فِي الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، فَيَجِبُ حَمْلُ أَمْرِهِمْ عَلٰى مَا يُوجِبُ دَفْعَ الطَّعْنِ فِيهِمْ وَعَدَمَ إِسَاءَ ةِ الظَّنِّ بِهِمْ مِمَّا يُحْكٰى عَنْهُمْ مِنْ أَحْوَالٍ تُخَالِفُ مُقْتَضٰى حُسْنِ الظَّنِّ، فَأَكْثَرُ مَا يُنْقَلُ مُخْتَرَعٌ بِالتَّعَصُّبِ وَلَا أَصْلَ لَهٗ، وَمَا ثَبَتَ نَقْلُهٗ فَالتَّأْوِيلُ مُتَطَرَّقٌ إِلَيْهِ،

فَإِنَّهٗ لَزِمَ حُسْنُ النَّظَرِ بِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّهَا تَطْلُبُ تَفْطِئَةَ الْفِتْنَةِ، وَلٰكِنْ يَخْرُجُ الْأَمْرُ عَنِ الْغِبْطَةِ، فَأَوَاخِرُ الْأُمُورِ لَا تَبْقٰى عَلٰى وَقْفِ مَا طُلِبَ بِأَوَائِلِهَا .

وَكَذَا مُعَاوِيَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهٗ كَانَ فِيمَا يَتَعَاطَاهُ عَنْ تَأْوِيلٍ وَظَنٍّ، لِأَنَّهُمْ نَقَلَةُ الدِّينِ إِلٰى مَنْ بَعْدَهُمْ، الْمُكْرَمُونَ بِصُحْبَةِ خَيْرِ الْبَشَرِ، الْبَاذِلُونَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ فِي نُصْرَةِ دِينِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''اہل سنت والجماعت کے مذہب کا اُصول یہ ہے کہ صحابہ پر طعن و تشنیع کرنے سے زبان بند رکھی جائے، لہٰذا ان کے وہ تمام معاملات، جو ظاہری طور پر حسن ظن کے برخلاف ہیں، انہیں ایسی صورت پر محمول کریں گے، جس سے ان پر طعن ختم ہو جائے اور ان کے متعلق بدظنی پیدا نہ ہو۔ مشاجرات صحابہ کے بارے میں منقول اکثر باتیں تعصب کی بنا پر گھڑی گئی ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ باقی جو باتیں ثابت ہیں، ان میں تاویل کی گنجائش ہے۔ اس لیے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ حسن ظن رکھنا لازم ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا فتنہ کو ختم کرنا چاہ رہی تھیں، لیکن یہ معاملہ حسب آرزو نہ ہوسکا، یوں ان اختلافات کا آخر وہ نہ ہوسکا، جس کا آغاز میں ارادہ کیا گیا تھا (یعنی ان اختلافات کو ختم کرنے اور معاملہ حل کرنے کا)۔

اسی طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جو جنگ ہوئی، اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی تاویل اور اجتہاد پر تھے۔ (مشاجرات صحابہ میں زبان بندی چاہیے،) کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی بعد والوں تک دین کو نقل کرنے والے ہیں، انہیں خیر البشر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل ہے، انہوں نے اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت میں قربان کردیا۔''

(شرح العقيدة الطّحاوية : 2/370-371)

مشاجرات صحابہ کی بنا پر کسی صحابی کو مطعون کرنا اہل سنت والجماعت کا طریقہ نہیں، ہم ہر اس شخص سے بری ہیں، جو بعض صحابہ کا طرف دار بن کر دوسرے صحابہ کے خلاف محاذ آرائی کرے اور ان کے مشاجرات میں جج بنے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام صحابہ سے محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے، آمین یارب العالمین!

سوال: ایک شخص نے اپنی بیٹی کا نام سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نام پر رکھا، وہ جب اپنی بیٹی کو پکارتا ہے، تو ''خدیج'' کہتا ہے، اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: کسی نام کو پکارتے ہوئے مختصر کرنا جائز ہے، اسے منادیٰ مرخم کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پکارتے ہوئے ''یا عائش!'' فرما دیتے تھے۔ نام کی ترخیم عرب میں عام ہے۔

لٰہذا خدیجہ کو پکارتے ہوئے ''خدیج!'' کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے) فرمایا:

يَا عَائِشُ، هٰذَا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.

''عائش! یہ جبریل ہیں اور آپ کو سلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔''

(صحيح البخاري: 3768، صحيح مسلم: 2447)

سوال: کیا بیل پر سواری کی جا سکتی ہے؟

جواب: بیل اور گائے سواری والے جانور نہیں، انہیں سواری کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہ ہل جوتنے، وزن کھینچنے اور گوشت کے کام آتے ہیں، البتہ گائے سے دودھ اور نسل بڑھانے کا فائدہ بھی لیا جاتا ہے۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ : بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً أَرَادَ أَنْ يَرْكَبَهَا فَأَقْبَلَتْ عَلَيْهِ، فَقَالَتْ : إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرَاثَةِ، فَقَالَ مَنْ حَوْلَهٗ : سُبْحَانَ اللّٰهِ! تَكَلَّمَتْ بَقَرَةٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَإِنِّي آمَنْتُ بِهٖ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَلَيْسَ هُمَا ثَمَّ .

''رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: ایک آدمی گائے ہانک کرلے جارہا تھا، اس نے اس پر سوار ہونا چاہا، گائے کہنے لگی، ہم سواری کے لئے نہیں، بلکہ کھیتی کے لئے پیدا کی گئیں ہیں، لوگ کہنے لگے: سبحان اللہ! گائے نے کلام کیا! آپ ﷺ نے فرمایا: میں اور ابوبکر وعمر اس بات پر ایمان لائے، جبکہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اس وقت نبی ﷺ کے پاس موجود نہیں تھے۔''

(صحيح البخاري : 3663، 3471، صحيح مسلم : 2388، فضائل الصّحابة للنّسائي : 11)

یہ حدیث دلیل ہے کہ گائے اور بیل کو سواری کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ ان کے مقاصد تخلیق سواری نہیں ہے۔

❀ علامہ ابوالعباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) فرماتے ہیں:

دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْبَقَرَةَ لَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا وَلَا تُرْكَبُ، وَإِنَّمَا هِيَ لِلْحَرْثِ، وَلِلْأَكْلِ، وَالنَّسْلِ، وَالرِّسْلِ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ گائے اور بیل پر وزن نہیں لادا جائے گا، نہ ان پر سوار ہوا جائے گا۔ یہ صرف ہل جوتنے، گوشت کھانے، نسل بڑھانے اور دودھ پینے

کے کام آتے ہیں۔“

(المُفهم : 245/6)

سوال: کیا سرخ رنگ کا لباس پہننا ممنوع ہے؟

جواب: سرخ رنگ کا لباس پہننا ممنوع نہیں، بلکہ خود رسول اللہ ﷺ سے سرخ رنگ کا چوغہ پہننا ثابت ہے۔

❀ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی صفت بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُهُ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ، لَمْ أَرَ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ .

”میں نے نبی کریم ﷺ کو سرخ رنگ کے چوغے میں ملبوس دیکھا، میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین وجمیل کوئی نہیں دیکھا۔“

(صحيح البخاري : 3551، صحيح مسلم : 2337)

معلوم ہوا کہ سرخ لباس پہننا جائز ہے، البتہ اگر سرخ لباس کسی کافر وفاسق قوم کا مذہبی لباس ہو یا وہ اسے بعض ایام یا بعض علاقوں میں پہنتے ہوں اور وہ لباس اس قوم کا شعار بن چکا ہو، تو ایسا سرخ لباس پہننا درست نہیں، یہ ان کفار وفساق کے ساتھ مشابہت ہوگی، جس سے منع کیا گیا ہے۔

اسی کی مثل سیاہ لباس ہے، فی نفسہٖ سیاہ لباس پہننا ممنوع نہیں، لیکن ماہِ محرم میں بعض نابحار اسے ماتمی لباس کے طور پر پہنتے ہیں، ان کے ہاں محرم اور بعض خاص ایام میں کالا لباس پہننا مستحب ہے، یوں یہ لباس ان کا شعار بن چکا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ جن ایام میں اہل بدعت اور اہل شرک سیاہ لباس پہنتے ہیں، ان ایام میں سیاہ لباس پہننے سے گریز کریں کہ یہ ان کے ساتھ مشابہت ہے۔

سوال: کیا اہل کتاب کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے؟

جواب: اہل کتاب کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ان تحائف کے پیچھے کوئی غیر شرعی حرکت نہ ہو۔ مثلاً کرسمس کے موقع پر مسلمانوں کو مختلف تحائف دینا۔ ایسے مواقع پر اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو تحفہ دینا لینا جائز نہیں۔

سوال: کیا حاکم وقت کسی ضرورت کے پیش نظر رعایا کی کسی سہولت پر پابندی لگا سکتا ہے؟

جواب: حاکم وقت کا فرض ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر معاملہ میں عوام الناس کی فلاح و بہبود کا سوچے، اس کا ہر فیصلہ عوام کے حق میں بہتر ہونا چاہیے۔ اسے عوام کو ریلیف دینا چاہیے، البتہ اگر عوام کی بہتری کے لیے یا کسی خاص مجبوری اور ضرورت کے پیش نظر کسی عوامی سہولت پر کچھ دیر یا کچھ عرصہ کے لیے پابندی لگانا پڑے، تو اس میں حرج نہیں، کیونکہ یہ وقتی پابندی بھی عوام کی خوشحالی کے لیے ہے۔

اسی طرح عوام کو بڑے خطرے سے بچانے کے لیے کسی علاقہ کو سیل کرنا یا انٹرنیٹ سروس کو معطل کرنا یا ڈبل سواری پر پابندی لگانا یا موٹر وے کو بند کرنا یا اس طرح کی دیگر سہولیات کو بند کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ان پابندیوں کے پیچھے جائز اور معقول وجہ ہو۔ بلا وجہ اس طرح کی پابندیاں رعایا پر ظلم ہے، جس کا حساب یوم حساب کو چکانا پڑے گا۔

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا، إِنْ شَاءَ اللّٰهُ، عَيْنَ تَبُوكَ، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتّٰى يُضْحِيَ النَّهَارُ، فَمَنْ جَاءَ هَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتّٰى آتِيَ فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ،

وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ، قَالَ : فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا؟ قَالَا : نَعَمْ، فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَقُولَ .

''ان شاء اللہ آپ سب کل صبح تبوک کے کنوئیں پر جائیں گے، نیز آپ وہاں اس وقت جانا، جب دن روشن ہو چکا ہو۔ لہٰذا آپ میں کوئی بھی وہاں جائے، تو کنوئیں کے پانی کو ہاتھ مت لگائے، تا آنکہ میں آ جاؤں۔ چنانچہ (اگلے روز) جب ہم وہاں پہنچے، تو ہم سے پہلے دو آدمی پہنچ چکے تھے۔ کنوئیں میں تسمے جتنا پانی تھا، جس میں معمولی سا پانی ٹپک رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دو آدمیوں سے پوچھا: کیا آپ دونوں نے پانی کو چھوا ہے؟ کہنے لگے: جی ہاں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی خوب ڈانٹ ڈپٹ کی اور جو اللہ نے چاہا انہیں کہہ دیا۔''

(صحیح مسلم : 706)

❁ علامہ ابوالولید باجی رحمہ اللہ (۴۷۴ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا مُبَيَّنٌ أَنَّ لِلْإِمَامِ أَنْ يَمْنَعَ مِنَ الْأُمُورِ الْعَامَّةِ كَالْمِيَاهِ وَالْكَلَأِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الْمَنَافِعِ الَّتِي يَشْتَرِكُ فِيهَا الْمُسْلِمُونَ لِمَا يَرَاهُ مِنَ الْمَصْلَحَةِ .

''یہ حدیث واضح دلیل ہے کہ حاکم وقت کے لیے جائز ہے کہ وہ مصلحت کے

پیشِ نظر بعض اُمورِ عامہ کے استعمال پر پابندی لگا سکتا ہے، مثلاً پانی اور گھاس وغیرہ یا اس جیسے دیگر نفع مند اُمور جن میں فائدہ اٹھانے میں سبھی مسلمان مشترک ہوں۔“

(المُنتقیٰ شرح الموطأ :1/255)

سوال: ایک شخص جس پر غسل واجب تھا، لیکن اسے پتہ نہیں چلا اور اس نے فجر کی نماز پڑھ لی، بعد میں دل چڑھے اس نے دیکھا کہ اس کے کپڑوں پر داغ لگا ہے، تو اب وہ کیا کرے؟

جواب: اسی وقت غسل کر کے نماز دہرائے۔

سوال: ایک شخص وضو کر رہا تھا، جب پاؤں دھونے لگا، تو پانی ختم ہو گیا، اس نے سوچا کہ میں دوسری جگہ سے پاؤں دھو لیتا ہوں، لیکن وہاں جاتے جاتے وہ بھول گیا اور سیدھا مسجد چلا گیا اور نماز ادا کر لی، اب اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: نماز میں پاؤں دھونا واجب ہے، جس سے پاؤں دھونا رہ جائیں، اس کا وضو نہیں، لہٰذا مذکورہ صورت کے مطابق اس شخص پر ضروری ہے کہ دوبارہ وضو کرے اور نماز دہرائے کہ بغیر وضو نماز قبول نہیں۔

سوال: کیا مسلمان عورت کی میت کو غسل دینے میں عیسائی عورت شامل ہو سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں، شامل ہو سکتی ہے۔ اکیلی عیسائی عورت بھی غسل دے سکتی ہے، بشرطیکہ میت کے عیوب ظاہر نہ کرے اور سنت کے مطابق غسل دے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۴۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائے گا، پھر اس نے گوشت کا شوربہ پی لیا، کیا اس کی قسم ٹوٹ گئی؟

جواب: اگر اس نے قسم اٹھاتے وقت شوربے کو مستثنیٰ کیا تھا، تو مذکورہ صورت میں قسم نہیں ٹوٹے گی، لیکن اگر اس نے مستثنیٰ نہیں کیا تھا، تو شوربہ پینے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔

سوال: ایک مطلقہ نے آگے شادی کی، لیکن ادھر سے بھی طلاق ہوگئی، اب وہ پہلے خاوند کے پاس آنا چاہتی ہے، سوال یہ ہے کہ دوسرے خاوند سے کم سے کم کتنی بار خلوت نشینی ضروری ہے کہ عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے؟

جواب: اگر کسی عورت کو طلاق بائن ہوگئی اور اس نے اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کر لی، لیکن دوسرے خاوند سے نبھا نہ ہو سکا، اب وہ دوسرے خاوند سے طلاق کے بعد عدت گزارے گی، پھر پہلے خاوند سے شادی کر سکتی ہے، شرط یہ ہے کہ اس نے دوسرے خاوند سے نکاح کے بعد کم سے کم ایک مرتبہ خلوت صحیحہ اختیار کی ہو۔ اگر اس نے دوسرے خاوند سے ایک مرتبہ بھی ازدواج قائم نہیں کیے، تو وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں ہو گی، البتہ کسی تیسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ امْرَأَةَ رِفَاعَةَ جَاءَتْ إِلٰی رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَتْ : إِنَّ رِفَاعَةَ طَلَّقَنِي طَلَاقًا بِنْتُ مِنْهُ وَإِنِّي تَزَوَّجْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ الزُّبَيْرِ، وَإِنَّهُ عَلَيْهِ مِثْلُ هُدْبَةِ الثَّوْبِ، فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ : أَتُرِيدِينَ أَنْ تَرْجِعِي إِلٰى رِفَاعَةَ لَا، حَتّٰى يَذُوقَ عُسَيْلَتَكِ وَتَذُوقِي عُسَيْلَتَهُ .

''سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی: رفاعہ رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسی طلاق دی ہے کہ میں اس سے علیحدہ ہو گئی ہوں اور میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی ہے، مگر اس کا عضو کپڑے کی جھالر کی طرح ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر فرمانے لگے: آپ رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہیں؟ اس وقت تک نہیں جا سکتی، جب تک کہ وہ آپ کا اور آپ ان کا مزہ نہ چکھ لیں۔''

(صحيح البخاري : 2639، صحيح مسلم : 1433، المنتقٰى لابن الجارود : 683)

✿ علامہ ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ (٦٥٦ھ) نقل کرتے ہیں:

فِي تَصْغِيرِ «عُسَيْلَة» دَلِيلٌ عَلٰى أَنَّ الْوَطْأَةَ الْوَاحِدَةَ كَافِيَةٌ فِي إِبَاحَتِهَا لِمُطَلِّقِهَا .

''عسیلہ لفظ کی تصغیر لانے میں دلیل ہے کہ ایک ہی مرتبہ وطی کرنے سے عورت طلاق دینے والے (پہلے شوہر) کے لیے مباح ہو جاتی ہے۔''

(المُفهم : 234/4)

سوال: کیا عورت کا اپنے خاوند کو ناراض کرنا رب تعالیٰ کو ناراض کرنا ہے؟

جواب: اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے جائز اور بنیادی حقوق ادا نہیں کرتی اور خاوند

ناراض ہو جاتا ہے، تو رب تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے، بلکہ اس عورت پر رب العالمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُصْبِحَ.

''اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے، مگر وہ (بلا وجہ) انکار کر دے اور شوہر بیوی پر ناراض ہو جائے، تو فرشتے صبح تک اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔''

(صحيح البخاري : 3237، صحيح مسلم : 1436)

یہ حکم اس شوہر کے بارے میں جو بیوی کے حقوق پورے کرتا ہو، اس کی عزت کرتا ہو، اس کا خیال رکھتا ہو، اس کی بنیادی ضروریات پوری کرتا ہو، اخلاق اور کردار کا اچھا ہو۔ اس کے باوجود اگر بیوی اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کا کوئی عذر بھی نہیں، تو وہ فرشتوں کی لعنت کی مستحق بن جاتی ہے۔

سوال: شوال میں شادی کرنا کیسا ہے؟

جواب: سال کے کسی مہینے میں شادی کرنا ممنوع یا مکروہ نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی شوال میں ہوئی۔

❁ امام ابو عاصم ضحاک بن مخلد نبیل رحمہ اللہ (۲۱۲ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّمَا كَرِهَ النَّاسُ أَنْ يُدْخِلُوا النِّسَاءَ فِي شَوَّالٍ لِطَاعُونٍ وَقَعَ فِي شَوَّالٍ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ.

''لوگ شوال کے مہینے میں عورتوں کے پاس جانے کو مکروہ خیال کرتے تھے، کیونکہ پہلے زمانوں میں کبھی شوال کے مہینے میں طاعون کی وبا پھیلی تھی۔''

(طَبَقات ابن سعد : 60/8)

بیماری اور وبا کسی بھی مہینے میں آسکتی ہے، اس کی وجہ سے اس مہینے کو منحوس سمجھنا بدعت ہے، یہ توہم پرستی ہے، جس کی اسلام نے نفی کی ہے۔

سوال: میت کی طرف سے صدقہ قریبی رشتہ دار ہی کر سکتے ہیں یا کوئی بھی؟

جواب: میت کی طرف سے کوئی بھی صدقہ کرے، تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، خواہ صدقہ کرنے والا میت کا قریبی رشتہ دار ہو یا بعیدی، خواہ اجنبی ہی کیوں نہ ہو۔ ہر ایک کا صدقہ میت کی طرف سے قبول ہے اور میت کے لیے مفید ہے۔

✿ حافظ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی أَنَّ الْأَعْمَالَ الْمَالِيَّةَ كَالصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ يَجُوزُ أَنْ يَفْعَلَهَا الْإِنْسَانُ عَنْ غَيْرِهٖ، وَيَصِلُ نَفْعُهَا إِلٰی مَنْ فُعِلَتْ عَنْهُ.

''اہل علم کا اجماع ہے کہ مالی عبادات جیسے صدقہ اور غلام آزاد کرنا، یہ عبادات کوئی بھی انسان کسی دوسرے (میت) کی طرف سے کر سکتا ہے اور اس کا نفع اس شخص کو پہنچتا ہے، جس کی طرف سے وہ عمل کیا گیا ہے۔''

(معترك الأقران في إعجاز القرآن : 269/2)

سوال: امام منبر پر بیٹھا ہے، جمعہ کی اذان ہو رہی ہے، کیا وہ منبر پر اذان کا جواب دے گا؟

(جواب): امام کے لیے بھی جمعہ کی اذان کا جواب دینا مستحب ہے، وہ منبر پر اذان کا جواب دے گا۔

❀ ابوامامہ بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، قَالَ: «اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ»، قَالَ مُعَاوِيَةُ: «اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ»، قَالَ: «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا، فَقَالَ: «أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ»، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: وَأَنَا، فَلَمَّا أَنْ قَضَى التَّأْذِينَ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا الْمَجْلِسِ، حِينَ أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي.

”میں نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو منبر پر بیٹھے ہوئے سنا، مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ مؤذن نے کہا: «اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ»، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی کہا: «اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ»، پھر مؤذن نے کہا: «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ»، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کلمات دہرائے، پھر مؤذن نے کہا: «أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ»، تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کلمات دہرائے۔ جب اذان مکمل ہو گئی، تو فرمایا: لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھی اس منبر پر اسی طرح مؤذن کی اذان کا جواب دیتے سنا تھا، جس طرح آپ لوگوں نے مجھے جواب دیتے سنا ہے۔“

(صحيح البخاري : 914)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ حمص کے کچھ لوگوں جو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ : كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ؟، قَالَ : أَقْضِي بِكِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ : فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟، قَالَ : فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ : أَجْتَهِدُ رَأْيِي، وَلَا آلُو فَضَرَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ، وَقَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللّٰهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللّٰهِ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا، تو ان سے پوچھا: جب آپ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوگا، تو کیسے فیصلہ کریں گے؟ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کتاب اللہ (قرآن کریم) کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اس مسئلہ کا حل قرآن کریم میں نہ ملے، تو؟ عرض کیا: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا: اگر آپ کو اس مسئلہ کا واضح حل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی نہ ملے، تو؟ عرض کیا: پھر میں اجتہاد کروں گا اور اس میں میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھوں گا۔ یہ

سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا: تعریفات اس اللہ کے لیے، جس نے رسول اللہ (ﷺ) کے قاصد کو اس کی توفیق دی ہے، جو اس کے رسول کی رضا کے عین مطابق ہے۔''

(سنن أبي داود: 3592، سنن التّرمذي: 1327)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① حارث بن عمرو ہمدانی مجہول ہے۔

② ''بعض اصحاب معاذ'' مبہم و نامعلوم ہیں۔

اس کی کوئی معتبر متابعت نہیں۔

❁ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ، وَلَا يُعْرَفُ إِلَّا بِهٰذَا، مُرْسَلٌ .

''یہ روایت ثابت نہیں، یہ روایت صرف حارث بن عمرو سے ہی منقول ومعروف ہے، البتہ یہ مرسل ہے۔''

(التّاريخ الكبير: 277/2)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهٗ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ .

''میرے مطابق اس کی سند متصل نہیں ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الرقم: 1328)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَأَنَّهٗ نَفَى الْاِتِّصَالَ بِاعْتِبَارِ الْإِبْهَامِ الَّذِي فِي بَعْضِ رُوَاتِهٖ وَهُوَ

أَحَدُ الْقَوْلَيْنِ فِي حُكْمِ الْمُبْهَمِ .

''گویا امام ترمذی رحمہ اللہ نے اتصال کی نفی اس اعتبار سے کی ہے کہ سند کے بعض راوی مبہم ہیں۔ ایک قول کے مطابق مبہم راوی کی روایت میں انقطاع بھی ہو سکتا ہے۔''

(مُوافقة الخُبر الخَبر :118/1)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعِ أَهْلِ النَّقْلِ فِيمَا أَعْلَمُ .

''جہاں تک میں جانتا ہوں، اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(البَدر المُنير : 534/9)

فائدہ:

اس باب میں مرفوع روایت ثابت نہیں، البتہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اقوال ثابت ہیں، جو مذکورہ حدیث کے موافق ہیں۔

سوال: کیا توریہ جائز ہے؟

جواب: بعض جائز مقاصد کے لیے توریہ جائز ہے۔ توریہ یہ ہے کہ انسان ایک حقیقی بات کرے، جس میں الفاظ ایسے استعمال کرے کہ سننے والا اس سے کچھ اور مراد سمجھے۔

سوال: اہل کفر اور اہل شرک کے رد میں ایسا اہم کام کرنا کہ جس کے نتیجہ میں یقین ہوا کہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیا وہ اپنی جان بچا کر اس کام کو ترک کر دے یا اس اہم کام کے لیے جان قربان کر دے؟

(جواب): دین کی سربلندی اور کفر وشرک اور الحاد کی سرکوبی کے لیے کھڑے ہونا بڑی عزیمت کا کام ہے۔ اسلام کی نشو ونما اسی جذبہ سے سرشار ہے۔ راہِ حق میں جان قربان کرنا بڑی عظمت ہے۔ اہل حق کی سربلندی اور اہل کفر والحاد کو نابود کرنے کے لیے عزیمت کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، خواہ اس راہ میں یقین ہو کر قتل کر دیا جائے گا۔ یہ خون رائیگاں نہیں جاتا، بلکہ مقتول کو ان شاء اللہ جنت میں پہنچاتا ہے اور اہل حق کے ایمان کو جلا بخشتا ہے۔

اس لیے جان جانے سے نہیں ڈرنا چاہیے، بلکہ حق بات کی خاطر آزمائشوں اور ابتلاؤں کا سامنا کرنا چاہیے، خواہ پھر کوئی جان بھی لے لے۔

(سوال): درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

خَرَجَ عَبْدَانِ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ قَبْلَ الصُّلْحِ، فَأَسْلَمُوا، فَبَعَثَ إِلَيْهِ مَوَالِيهِمْ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ : وَاللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ مَا خَرَجُوا إِلَيْكَ رَغْبَةً فِي دِينِكَ، وَلٰكِنَّهُمْ إِنَّمَا خَرَجُوا هَرَبًا مِّنَ الرِّقِّ، فَقَالَ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَدَقُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَرُدَّهُمْ إِلَيْهِمْ، فَغَضِبَ ثُمَّ قَالَ : مَا أَرَاكُمْ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ تَنْتَهُونَ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَّضْرِبُ رِقَابَكُمْ عَلٰى هٰذَا الدِّينِ، فَأَبٰى أَنْ يَّرُدَّهُمْ وَقَالَ : «هُمْ عُتَقَاءُ اللّٰهِ .

”صلح حدیبیہ کے دن صلح ہونے سے پہلے مکہ والوں کے کچھ غلام رسول اللہ ﷺ کے پاس بھاگ آئے اور مسلمان ہو گئے، ان کے مالکوں نے مکہ سے آپ کو یہ پیغام بھیجا، اللہ کی قسم! محمد (ﷺ)! یہ آپ کے پاس آپ کے دین سے لگاؤ کی بنیاد پر نہیں آئے، بلکہ یہ تو صرف غلامی سے بھاگ کر آئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ کہنے لگے: اللہ کے رسول! وہ سچ کہہ رہے ہیں، چنانچہ انہیں واپس بھیج دیں، آپ ﷺ غصے میں آ گئے اور فرمایا: قریش کی جماعت! میرا خیال ہے، آپ اس وقت تک باز نہیں آئیں گے، جب تک اللہ تعالیٰ آپ پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ کر دے، جو اس دین پر آپ کی گردنیں اڑا دے۔ آپ نے انہیں واپس کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: انہیں اللہ تعالیٰ نے آزاد کیا ہے۔“

(سنن أبي داوٗد: 2700، السّنن الکبرٰی للبیهقي: 229/9)

جواب: سند ضعیف ہے۔ محمد بن اسحاق کا عنعنہ ہے۔

سوال: کیا استاذ طالب علم سے پانی پلانے کے لیے کہہ سکتا ہے؟

جواب: استاذ عرف کے مطابق طلبہ سے خدمت کروا سکتا ہے، جیسے پانی پلانا، بازار سے کوئی شے لانا، چائے پلانا وغیرہ۔ البتہ اس میں ادارے وغیرہ کے انتظامی اُمور کا خیال رکھنا چاہیے، اگر ادارے نے اساتذہ کو ملازم مہیا کر رکھا ہو، تو طلبہ سے کام نہیں لینا چاہیے کہ اس سے اس کی تعلیم میں حرج ہوتا ہے۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ حَتّٰى جَلَسَ فِي

سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ، ثُمَّ قَالَ : اِسْقِنَا يَا سَهْلُ، فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهٰذَا الْقَدَحِ، فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ، فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذٰلِكَ الْقَدَحَ، فَشَرِبْنَا مِنْهُ، قَالَ : ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَوَهَبَهُ لَهُ .

''اس دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور سقیفہ بنی ساعدہ میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف فرما تھے، پھر فرمایا: سہل! پانی لایئے۔ میں نے ایک پیالہ نکال کر سب کو اس میں پانی پلایا۔ (راوی کہتے ہیں:) سیدنا سہل رضی اللہ عنہ ہمارے لیے بھی وہی پیالہ نکال کر لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ بعد میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ان سے یہ پیالہ مانگ لیا تھا اور انہوں نے یہ انہیں عنایت کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 5637، صحيح مسلم : 2007)

یہ حدیث دلیل ہے کہ طالب علم اپنے شیخ اور ساتھیوں کی خدمت کر سکتا ہے۔

سوال: کیا خوراک کا اثر انسان کے حواس پر ہوتا ہے؟

جواب: یقیناً خوراک کا اثر انسان کے جسمانی اعضاء اور حواس پر ہوتا ہے، اگر خوراک اچھی اور متوازن ہو، تو قوائے انسانی مضبوط اور حواس ہوشیار رہتے ہیں، اگر خوراک ناقص ہو، تو احواس متاثر ہوتے ہیں۔ اسی طرح کھانا تیار کرنے والے کی وجہ سے بھی انسان کے وجود پر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کتنے ایسے برے، خبیث اور ناپاک لوگ کھانا تیار کرتے ہیں، یا بدکردار اور بدعمل لوگ ایسا کرتے ہیں، تو یقیناً ایسے لوگوں کے ہاتھ کا تیار کردہ کھانا آپ کی روحانیت اور کھانے کی برکت کو متاثر کر سکتا ہے۔

❁ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قَدْ ذَهَبَتْ أَسْمَاعُنَا وَأَبْصَارُنَا مِنَ الْجَهْدِ، فَجَعَلْنَا نَعْرِضُ أَنْفُسَنَا عَلٰى أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْهُمْ يَقْبَلُنَا، فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَ بِنَا إِلٰى أَهْلِهٖ، فَإِذَا ثَلَاثَةُ أَعْنُزٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: احْتَلِبُوا هٰذَا اللَّبَنَ بَيْنَنَا، قَالَ: فَكُنَّا نَحْتَلِبُ فَيَشْرَبُ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنَّا نَصِيبَهٗ، وَنَرْفَعُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبَهٗ ....

''بھوک کی وجہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی سماعت اور بینائی متاثر ہو چکی تھی، ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات چیت کی، مگر کوئی ہماری مہمان نوازی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، ان کا دودھ دوہا جائے، ہم میں سے ہر ایک نے آدھا دودھ خود پیا اور آدھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اسی طرح ہوتا رہا......۔''

(صحیح مسلم: 2055)

سوال: کسی آنے والے کے لیے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب: کسی مہمان کے آنے پر اس کے استقبال کے لیے کھڑا ہونا اور اس سے

معانقہ ومصافحہ کرنا جائز اور مشروع ہے۔ یہ محبت کا اظہار ہے، جو آنے والے کے دل پر اچھے اثرات مرتب کرتا ہے اور اس کے دل میں قدر پیدا ہوتی ہے۔

❁ سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنا مکمل واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے میرے ساتھ سوشل بائیکاٹ کا حکم دیا گیا، بعد میں میری توبہ قبول کر لی گئی، تو اسی اثنا میں:

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ، فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي، وَاللّٰهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرَهُ، وَلَا أَنْسَاهَا لِطَلْحَةَ.

''میں مسجد میں داخل ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، ارد گرد کچھ صحابہ بھی بیٹھے تھے۔ اسی دوران سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور دوڑتے ہوئے میری طرف آئے، میرے ساتھ مصافحہ کیا اور مجھے (توبہ کی قبولیت کی) مبارک باد دی۔ اللہ کی قسم! میری طرف مہاجرین میں صرف سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ ہی کھڑے ہوئے تھے، طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس حسن سلوک کو میں کبھی نہیں بھولوں گا۔''

(صحيح البخاري : 4418، صحيح مسلم : 2769)

سوال: کیا زانی کو رجم کرنے میں صرف پتھر ہی مارے جائیں گے یا کوئی اور چیز بھی ماری جا سکتی ہے؟

جواب: زانی کو حد رجم میں پتھر یا اس جیسی کوئی بھی شے ماری جا سکتی ہے، مثلاً مٹی

کے ڈھیلے، ہڈیاں، لکڑیاں اوران جیسی دیگر اشیا، کہ جن سے زانی کا قتل ممکن ہو۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَجُلًا مِنْ أَسْلَمَ، يُقَالُ لَهٗ مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ، أَتٰى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ فَاحِشَةً، فَأَقِمْهُ عَلَيَّ، فَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرَارًا، قَالَ: ثُمَّ سَأَلَ قَوْمَهٗ، فَقَالُوا: مَا نَعْلَمُ بِهٖ بَأْسًا إِلَّا أَنَّهٗ أَصَابَ شَيْئًا يَرٰى أَنَّهٗ لَا يُخْرِجُهٗ مِنْهُ إِلَّا أَنْ يُقَامَ فِيهِ الْحَدُّ، قَالَ: فَرَجَعَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَنَا أَنْ نَرْجُمَهٗ، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا بِهٖ إِلٰى بَقِيعِ الْغَرْقَدِ، قَالَ: فَمَا أَوْثَقْنَاهُ، وَلَا حَفَرْنَا لَهٗ، قَالَ: فَرَمَيْنَاهُ بِالْعَظْمِ، وَالْمَدَرِ، وَالْخَزَفِ، قَالَ: فَاشْتَدَّ، وَاشْتَدَدْنَا خَلْفَهٗ حَتّٰى أَتٰى عُرْضَ الْحَرَّةِ، فَانْتَصَبَ لَنَا فَرَمَيْنَاهُ بِجَلَامِيدِ الْحَرَّةِ -يَعْنِي الْحِجَارَةَ- حَتّٰى سَكَتَ.

”اسلم قبیلے کا ایک شخص جس کا نام ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: میں زنا کا ارتکاب کر بیٹھا ہوں، آپ مجھ پر حد نافذ کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کئی بار واپس کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم سے پوچھا، تو انہوں نے جواب دیا: ہم ماعز رضی اللہ عنہ میں اور کوئی عیب نہیں جانتے، مگر ان سے ایک گناہ ہو گیا، جس کے بارے میں ماعز رضی اللہ عنہ کا خیال یہی ہے کہ اس کا کفارہ یہی ہے کہ ان پر حد قائم کر دی جائے۔ چنانچہ

سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی طرف واپس آئے، تو آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ انہیں رجم کر دیں۔ ہم ماعز رضی اللہ عنہ کو لے کر بقیع الغرقد (قبرستان) آئے، ہم نے نہ انہیں باندھا اور نہ ان کے لیے گڑھا کھودا۔ چنانچہ ہم ان پر ہڈیاں، مٹی کے ڈھیلے اور ٹھیکرے مارنے لگے۔ تو سیدنا ماعز رضی اللہ عنہ بھاگ اٹھے، ہم بھی ان کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے، یہاں تک کہ وہ حرۃ کے ایک جانب آئے اور ہمارے روبرو کھڑے ہو گئے، پھر ہم نے انہیں حرۃ کے بڑے پتھروں سے مارا، جس سے ان کی جان نکل گئی۔''

(صحیح مسلم: 1694)

معلوم ہوا کہ رجم میں صرف پتھر مارنا ضروری نہیں، کوئی بھی ایسی چیز ماری جا سکتی ہے، جس سے جان نکل سکتی ہو۔ البتہ کوئی ایسی شے نہیں ماری جائے گی، جس سے فوراً جان نکل جائے، جیسے بندوق کی گولی وغیرہ۔

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھتے تھے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے عام طور پر چہرہ کی طرف نگاہ نہیں رکھتے تھے اور لگاتار دیکھتے نہیں رہتے تھے۔

❁ سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ.

''نبی کریم ﷺ کی تعظیم کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھتے تھے۔''

(صحيح البخاري: 2731)

ایسا بھی نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالکل بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھتے نہیں تھے یا دیکھ نہیں پاتے تھے۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو دیکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی، غم یا غصہ کے آثار ظاہر ہوتے تھے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کیفیت کو ملاحظہ کرتے تھے۔

❁ سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

فَإِذَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْمَرُّ الْوَجْهِ يَغِطُّ سَاعَةً ثُمَّ سُرِّيَ عَنْهُ ....

”میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا اور آپ خراٹے لے رہے تھے، پھر آپ سے وحی کی کیفیت دور ہوئی......۔“

(صحيح البخاري : 1789، صحيح مسلم : 1180)

❁ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا، تو ایک شخص نے کہا: اس تقسیم میں اللہ کی رضا مطلوب نہیں تھی؟ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، اس وقت میں نے خواہش کی کہ کاش میں نے یہ بات آپ سے ذکر نہ کی ہوتی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ اور اس کے رسول انصاف نہیں کریں گے، تو پھر اور کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، انہیں اس سے بھی زیادہ اذیت پہنچائی گئی تھی، مگر انہوں نے صبر کیا۔

(صحيح البخاري : 3150، صحيح مسلم : 1062)

❁ سیّدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ، وَالْبِشْرُ يُرٰى فِي وَجْهِهٖ، فَقُلْنَا : إِنَّا لَنَرَى الْبِشْرَ فِي وَجْهِكَ، فَقَالَ : إِنَّهٗ أَتَانِي مَلَكٌ، فَقَالَ : يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ : أَمَا يُرْضِيكَ أَنْ لَّا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ أُمَّتِكَ؛ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ؛ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا.

''ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، تو رخ انور پر خوشی تمتما رہی تھی۔ عرض کیا: چہرے پر خوشی کے آثار ہیں؟ فرمایا: ایک فرشتے نے مجھے کہا: اے محمد! آپ کا رب کہتا ہے کہ خوش ہو جائیں، جو آپ پر درود پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں اتاروں گا اور جو آپ پر سلام کہے گا، میں اس پر دس سلامتیاں نازل فرماؤں گا۔''

(مسند الإمام أحمد : 29/4، 30؛ سنن النّسائي : 1283، 1295؛ وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان (915) اور حافظ ضیاء مقدسی رحمہما اللہ (الفتح الکبیر للسّیوطي، ح : 142) نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❀ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے سند کو 'جید' قرار دیا ہے۔

(تخریج أحادیث الإحیاء، ح : 1004)

یہ اور اس طرح کے دیگر دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے چہرے کو دیکھ لیتے تھے۔

سوال: قمیص اتار کر بارش میں نہانا کیسا ہے؟

جواب: قمیص اتار کر بارش میں نہانا جائز ہے، بشرطیکہ ستر ظاہر نہ ہو۔ موسم کے

مطابق اگر بارش میں نہایا جائے، تو یہ صحت کے لیے مفید ہے۔ مگر یاد رہے کہ بعض علاقوں اور موسموں میں بارش میں نہایا صحت کے لیے مضر بھی ہے، اس کا بھی خیال رہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَصَابَنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطَرٌ، قَالَ : فَحَسَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهُ، حَتّٰى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ، فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ قَالَ : لِأَنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ تَعَالٰى .

”ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ بارش ہونے لگی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا (قمیص یا اوپر والی چادر کو) اتار دیا، ہم نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا: کیونکہ یہ بارش ابھی ابھی رب تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوئی ہے۔“

(صحیح مسلم : 898)

سوال: کیا پیٹ بھر کر کھانا ممنوع ہے؟

جواب: پیٹ بھر کر کھانا شرعاً جائز ہے، ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ باقی ہمیشہ ہی پیٹ بھر کر کھانا صحت کے لیے مناسب نہیں، خاص طور پر جن کا کام حرکت والا نہ ہو۔ بہتر یہی ہے کہ بقدر کفایت کھایا جائے۔ البتہ کبھی کبھی سیر ہو کر بھی کھایا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک تفصیلی روایت میں ہے:

اِنْطَلَقَ، فَجَاءَهُمْ بِعِذْقٍ فِيهِ بُسْرٌ وَتَمْرٌ وَرُطَبٌ، فَقَالَ : كُلُوا مِنْ هٰذِهٖ، وَأَخَذَ الْمُدْيَةَ، فَقَالَ لَهٗ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : إِيَّاكَ، وَالْحَلُوبَ، فَذَبَحَ لَهُمْ، فَأَكَلُوا مِنَ الشَّاةِ وَمِنْ ذٰلِكَ الْعِذْقِ وَشَرِبُوا، فَلَمَّا أَنْ شَبِعُوا وَرَوُوا، قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَتُسْأَلُنَّ عَنْ هٰذَا النَّعِيمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

''انصاری صحابی گئے اور ان (رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے لیے ایک ٹوکری لے کر آئے، جس میں گدر، سوکھی اور تازہ کھجوریں تھیں، کہنے لگے: یہ کھجوریں تناول فرمائیں۔ پھر انصاری صحابی نے چھری پکڑی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا، تو انصاری نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر وعمر کے لیے جانور ذبح کیا، سب نے بکری کا گوشت کھایا، ٹوکری سے کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب سب اچھی طرح سیر ہو گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! روز قیامت ان نعمتوں کی بابت ضرور بالضرور سوال ہوگا۔''

(صحیح مسلم : 2038)

سوال: اگر کوئی شخص حالت احرام میں فوت ہو جائے، تو کیا اسے غسل دیتے ہوئے پانی میں بیری کے پتے ملانے جائز ہیں؟

جواب: میت کے غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملانا جائز ہے، خواہ فوت ہونے والا شخص حالت احرام میں ہی ہو۔ بعض اسے مکروہ کہتے ہیں، مگر ان کی بات درست نہیں۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَّ رَجُلٌ عَنْ

بَعِيرِهٖ فَوُقِصَ فَمَاتَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ وَّكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْهِ وَلَا تُخَمِّرُوا رَأْسَهٗ فَإِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُهِلُّ .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک آدمی احرام کی حالت میں اپنے اونٹ سے گرا اور گردن ٹوٹنے کی وجہ سے مر گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے پانی میں بیری کے پتے ڈال کر غسل دیں اور اس کی اسی دو چادروں میں کفن دے دیں، لیکن اس کا سر نہ ڈھانپنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اٹھائے گا، تو یہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔''

(صحیح البخاري : 1267، صحیح مسلم : 1206، المُنتقٰی لابن الجارود : 506)

سوال: کیا دشمن کی مار سے بچنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے؟

جواب: جھوٹ کبیرہ گناہ ہے، انتہائی اشد ضرورت کے بغیر جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ اگر کسی کو قتل یا شدید مار کٹائی کا خدشہ ہو اور کوئی دوسرا راستہ بھی نہ ہو، تو وہ توریہ کر لے، اگر اس سے بھی بات نہ بنے، تو وہ جھوٹ بول سکتا ہے۔

✿ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقُوا عَلٰى جَوَازِ الْكَذِبِ عِنْدَ الْاِضْطِرَارِ كَمَا لَوْ قَصَدَ ظَالِمٌ قَتْلَ رَجُلٍ وَهُوَ مُخْتَفٍ عِنْدَهٗ فَلَهٗ أَنْ يَنْفِيَ كَوْنَهٗ عِنْدَهٗ وَيَحْلِفَ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا يَأْثَمُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

''اہل علم کا اتفاق ہے کہ اضطراری حالت میں جھوٹ بولنا جائز ہے، مثلاً؛ اگر کوئی ظالم کسی شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو، جبکہ وہ شخص اس کے پاس چھپ کر

بیٹھا ہے، تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کی موجودگی کی نفی کر دے اور اس پر قسم اٹھا لے، اس سے وہ گناہ گار نہیں ہو گا، واللہ اعلم!‘‘

(فتح الباري: 300/5)

❁❁❁❁❁❁❁

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۲)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: اُم ولد لونڈی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اُم ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں، جس سے مالک نے وطی کی ہو اور اس سے اولاد پیدا ہوئی ہو۔ مالک کی وفات کے بعد اُم ولد آزاد ہو جاتی ہے۔

تنبیہ:

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ذُكِرَتْ أُمُّ إِبْرَاهِيمَ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا .

"رسول اللہ کی خدمت میں اُم ابراہیم (سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا) کا ذکر ہوا، تو فرمایا: انہیں ان کے بیٹے (کی پیدائش) نے آزاد کرا دیا ہے۔"

(سنن ابن ماجه : 2516)

سند جھوٹی ہے۔

① حسین بن عبداللہ بن عبیداللہ بن عباس قرشی ہاشمی ضعیف، منکر الحدیث اور متروک ہے۔

② ابوبکر بن عبداللہ بن ابی سبرہ وضاع ہے۔

اس کی غیر معتبر متابعات بھی ہیں۔

❁ علامہ زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيثُ مَعْلُولٌ .

”یہ حدیث معلول (ضعیف) ہے۔“

(نصب الرّاية : 287/3)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(خلاصة البدر المنير : 464/2)

❁ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(مِصباح الزّجاجة : 97/3)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(الدّراية : 87/2)

❁ علامہ متقی ہندی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”ضعیف“ کہا ہے۔

(كنز العُمّال : 346/10)

اس روایت کی دیگر سندیں بھی ضعیف ہیں۔

سوال: اپنے بچے کو کرائے پر کسی عورت کا دودھ پلانا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے۔ قرآن وسنت میں اس کے جواز پر کئی دلائل ہیں۔

سوال: شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونا کیسا ہے؟

جواب: بغیر عذر اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونا مکروہ ہے۔

❁ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَأْخُذَنَّ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَلَا يَسْتَنْجِ بِيَمِينِهِ،

وَلَا يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ .

”جب کوئی پیشاب کرے، تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے مت پکڑے، نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ (پینے والے) برتن میں سانس لے۔“

(صحیح البخاري : 154، صحیح مسلم : 267)

❁ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِأَيْمَانِنَا أَوْ يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ وَأَنْ لَّا يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ .

’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بول و براز کے وقت قبلہ کی جانب منہ کرنے، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے اور تین سے کم ڈھیلے استعمال کرنے، نیز گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے سے روکا ہے۔“

(صحیح مسلم : 262، المُنتقٰی لابن الجارود : 29)

سوال: کسی کو پھول دینا کیسا ہے؟

جواب: کسی مسلمان کو پھول، گلدان یا اس جیسی خوشبودار شے دینا مستحب ہے۔ ایسا تحفہ قبول کرنا چاہیے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهٗ، فَإِنَّهٗ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيحِ .

”جسے خوشبودار پھول پیش کیا جائے، وہ اسے رد نہ کرے، کیونکہ یہ اٹھانے میں

ہلکا ہے اور خوشبو میں عمدہ ہے۔“

(صحیح مسلم : 2253)

یاد رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے بارے میں ہے، جن کے پھول لینے دینے میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔ مثلاً بیٹا ماں کو، ماں بیٹے کو، بیوی شوہر کو، شوہر بیوی کو، اولاد باپ کو، باپ اولاد کو، بھائی بھائی کو، دوست دوست کو، استاذ شاگرد کو، شاگرد استاذ کو اور بھائی بہن کو وغیرہ۔ ان رشتہ داروں اور تعلق داروں کو پھول یا گلدان دینے لینے میں حرج نہیں، بلکہ مستحسن ہے، کیونکہ اس سے محبت میں تازگی آتی ہے۔

البتہ آج کل جو اجنبی اور غیر محرم لڑکے لڑکی میں پھول دینے اور لینے کا رواج چل نکلا ہے، یہ خالص غیر شرعی ہے۔ یہ کفار کا رسم و رواج ہے، جس سے کئی مسلمان متاثر ہوئے بیٹھے ہیں۔

سوال: چھینک آئی، تو کیا پڑھا جائے؟

جواب: تمام علما کا اتفاق ہے کہ چھینک کے بعد چھینکنے والے کا الحمد للہ کہنا مستحب ہے اور «اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ» ”ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے“ کے الفاظ کہنا افضل ہے۔ سننے والا اسے «يَرْحَمُكَ اللّٰهُ» (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے) کہے گا، پھر وہ جواباً کہے:

«يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ»

”اللہ تعالیٰ آپ کو ہدایت دے اور آپ کی حالت درست فرما دے۔“

اس پر صحیح احادیث دلالت کناں ہیں۔ یہ ہمیشہ سے مسلمانوں کے لیے چھینک کے آداب رہے ہیں، جنہیں اب بہت سے مسلم معاشرے بھلائے بیٹھے ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَنَفَخَ فِيهِ الرُّوحَ عَطَسَ فَقَالَ : اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ بِإِذْنِهِ، فَقَالَ لَهٗ رَبُّهٗ : رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا آدَمُ .

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا اور ان میں روح پھونکی، تو سیدنا آدم علیہ السلام نے چھینک ماری اور الحمد للہ کہا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ کے اذن سے اس کی تعریف کی، تو آدم علیہ السلام کو ان کے رب نے جواب دیا: آدم! آپ پر اللہ رحمت کرے۔''

(سنن التّرمذي : 3368، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب'' کہا ہے، امام ابن حبان رحمہ اللہ (٦١٦٧) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (٧٦٨١) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

❁ امام ابن مندہ رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

(الرّدّ على الجَهمية، ص 23)

سوال: کیا زخم پر باندھی گئی پٹی اور موزوں پر مسح کے درمیان کوئی فرق ہے؟

جواب: زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو اور وضو اور غسل میں اسے کھولنا ممکن نہ ہو، تو اس پر مسح جائز ہے۔ زخم پر باندھی گئی پٹی پر مسح کرنے اور موزوں پر مسح کرنے میں کئی فرق ہیں، جنہیں ذیل کی سطور میں واضح کیا جاتا ہے:

① پٹی پر مسح فقط عذر کی صورت میں ہے، جبکہ موزوں پر مسح کے لیے عذر ہونا شرط نہیں۔

② پٹی پر مسح کی کوئی مدت مقرر نہیں، جب تک عذر ختم نہیں ہوتا پٹی پر مسح جائز ہے، لیکن موزوں پر مسح کی مدت مقرر ہے، مقیم کے لیے زیادہ سے زیادہ ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں۔

③ موزوں پر مسح صرف وضو کی صورت میں جائز ہے، غسل واجب ہو، تو موزے اتارنا واجب ہے، جبکہ پٹی پر مسح وضو اور غسل دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

④ موزوں میں سارے پاؤں کا ڈھکا ہونا ضروری ہے، جبکہ پٹی کے لیے مکمل عضو کا ڈھکا ہونا ضروری نہیں۔

⑤ موزوں پر مسح اس صورت میں ہے، جب انہیں حالت وضو میں پہنا ہو، جبکہ پٹی پر مسح کے لیے یہ شرط نہیں۔

سوال: نماز عشاء سے پہلے چار رکعتوں کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز عشاء سے پہلے چار رکعت ثابت نہیں۔

❁ علامہ سلام اللہ دہلوی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

لَا يُوجَدُ ذٰلِكَ فِي كُتُبِ الْأَحَادِيثِ .

”کتب احادیث میں کہیں بھی نماز عشاء سے پہلے چار رکعتوں کا ثبوت نہیں ملا۔“

(المُحلّٰى بحُلِيِّ أسرار الموطأ : 170/3)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

لَوْ كَانَ مَسْجِدُ قُبَاءَ فِي أُفُقٍ مِنَ الْآفَاقِ لَضَرَبْنَا إِلَيْهِ أَكْبَادَ الْإِبِلِ .

”اگر مسجد قباء زمین کے کسی کنارے پر بھی ہوتی، تو ہم ضرور بالضرور اونٹوں پر

سوار ہو کر وہاں پہنچتے۔“

(طَبَقات ابن سعد :245/1)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① اُم بکر بنت مسور مجہولہ ہے۔

② اُم بکر کا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

❀ اس کی دوسری سند بھی ہے۔

(مصنّف عبد الرزاق : 9163)

سند ضعیف ہے۔

① عبدالرزاق بن ہمام کا عنعنہ ہے۔

② سفیان ثوری مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ اس کی تیسری سند بھی ہے۔

(المَطالب العالية لابن حجر : 1327)

سند ضعیف ہے۔

① رجل مبہم ہے۔

② سفیان بن عیینہ کا عنعنہ ہے۔

سوال: کیا ارتداد سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص حالت وضو میں مرتد ہوا، کچھ دیر بعد تائب ہو گیا، تو اس کا وضو نہیں، کیونکہ ارتداد سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، کفر وشرک اور ارتداد سے گزشتہ اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

سوال: توحید الاسماء والصفات سے کیا مراد ہے؟

(جواب): توحید الاسماء والصفات سے مراد یہ عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسمائے حسنیٰ اور صفات جلیلہ کے ساتھ متصف ہے، اس کی تمام صفات، صفات کمال ہیں، کوئی دوسرا ان میں شریک نہیں، نہ کسی کی صفت اس کی صفات میں سے کسی صفت کے مماثل یا مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ، ان میں پائے جانے والے معانی اور صفات فعلیہ وذاتیہ پر صدق دل سے ایمان لانا توحید الاسماء والصفات کا لازمی جزو ہے۔ ان میں تحریف، تعطیل، تمثیل اور تشبیہ سے اجتناب ضروری ہے۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا﴾(الأعراف : ١٨٠)

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، تم اسے انہیں کے ساتھ پکارو۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾(طٰهٰ : ٨)

''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اس کے خوبصورت نام ہیں۔''

❁ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى﴾

(بني إسرائيل : ١١٠)

''(اے نبی!) کہہ دیجئے! اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن، جیسے بھی پکارو، اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔''

توحید اسماء وصفات توحید الٰہی کا اہم اور عظیم باب ہے، کیونکہ اس کا تعلق ذات الٰہی کے اسماء اور اس کی صفات سے ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب اور عبادت اسی نوع پر منحصر ہے،

جب آدمی اللہ کو پہچانے گا ہی نہیں، تو اس کی عبادت کیسے کرے گا؟ اسی لیے توحید الاسماء والصفات کے بارے میں کتاب وسنت میں کئی دلائل ہیں۔

سوال: اسمائے الٰہی میں الحاد سے کیا مراد ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی آیات میں الحاد سے قرآن کریم میں منع کیا گیا ہے اور اس سے ڈرایا بھی گیا ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

(الأعراف : ۱۸۰)

''ان لوگوں کا ذکر کرنا چھوڑ دو، جو اللہ کے اسما میں الحاد اختیار کرتے ہیں، عنقریب وہ اپنے کرتوتوں کا بدلہ پائیں گے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا﴾(فُصِّلت : ٤٠)

''جو لوگ ہماری آیات میں الحاد اختیار کرتے ہیں، وہ ہم سے مخفی نہیں ہیں۔''

الحاد کا معنی ہے کہ حق سے ایک طرف ہو جانا۔ اسلام کے اندر رہ کر اسلام کی بیخ کنی کرنا الحاد ہے۔

اسمائے الٰہیہ میں الحاد سے مراد یہ ہے کہ اسمائے الٰہیہ کے حقیقی معنی کا انکار کر دینا، خواہ وہ انکار تحریف کے ذریعہ ہو یا تعطیل کی وجہ سے ہو یا یہ انکار تمثیل وتشبیہ کے باعث ہو۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں الحاد کئی طرح ہو سکتا ہے:

① کسی بت یا مورتی کو اللہ تعالیٰ کے کسی نام سے موسوم کرنا، جیسے اِلٰہ سے

لات اور عزیز سے عزیٰ وغیرہ۔

② اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف سے ایسا نام رکھنا، جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان نہیں، جیسے نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کو ''باپ'' کہا اور فلاسفہ نے اللہ تعالیٰ کو ''علت فاعلہ'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کو ایسی صفت سے متصف کرنا، جو اس کی شان کے لائق نہیں اور اللہ تعالیٰ نے خود سے اس کی نفی کی ہے۔ جیسے یہود نے کہا تھا کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔

④ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے معانی سلب کر دینا اور ان کے حقیقی معنی کا انکار کر دینا، جیسے جہمیہ اور مفوضہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سمیع تو ہے، مگر صفت سمع کے بغیر، بصیر ہے، مگر صفت بصر کے ساتھ متصف نہیں، علیم ہے، مگر صفت علم کے بغیر، اسی طرح حی (زندہ) ہے، مگر بغیر حیات کے۔ اسی طرح دیگر اسمائے حسنیٰ کے معانی کا انکار کرتے ہیں۔

⑤ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ اور مماثل قرار دینا۔

⑥ اللہ تعالیٰ کے کسی نام یا صفت کا انکار کر دینا الحاد ہے۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام صفت کو مستلزم ہے، جبکہ ہر صفت نام کو مستلزم نہیں۔ اس لیے نام سے صفت مشتق ہوتی ہے، مگر صفت سے نام کو مشتق نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا نام علیم ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کی صفت علم ثابت ہوتی ہے، بصیر نام سے صفت بصر ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس قول اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے ''قائل'' نام ثابت نہیں ہوتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ صفت غضب سے متصف ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے لیے ''الغاضب'' نام ثابت نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی صفت نزول ثابت ہے، مگر ہم اللہ تعالیٰ کو ''النازل'' نہیں کہہ سکتے۔ علی ہذا القیاس۔ بالفاظ دیگر ان صفات سے اسماء کو مشتق نہیں کر

سکتے، کیونکہ صفات باری تعالیٰ، اسمائے حسنیٰ سے زیادہ وسیع ہیں۔

توحید الوہیت اور توحید ربوبیت کے لیے اسمائے حسنیٰ بنیاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام نام حسن وخوبی والے ہیں، ان میں کمال ہے، نقص نہیں۔ جیسے وہ الحی ہے، اس میں کوئی نقص نہیں، وہ کامل حیات کے ساتھ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام عالم ہے، مطلب ہے عالم الغیب والشہادت "ہر غیب اور حاضر کو جاننے والا" ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام اس کا علم اور وصف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں، یہ وحی سے ہی متلقی ہو سکتے ہیں، ان میں قیاس اور عقل کی مجال نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ترجمہ درست ہے، جیسے "اللہ" کا ترجمہ "خدا" ہے، مگر اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام رکھنا جائز نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ اسمائے گرامی حسنیٰ ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات با کمال ہیں، اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

سوال: کیا تمام انبیائے کرام رضی اللہ عنہم کا دین ایک ہی تھا؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی اور رسول محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی کا دین ایک ہی تھا، شرائع مختلف تھیں۔ یہاں دین سے مراد اللہ تعالیٰ کو جملہ عبادات سے متصف کرنا اور شرک کی نفی کرنا ہے۔ یہ قدر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت میں مشترک تھی، شرک کی کوئی صورت کسی نبی کے دین میں جائز نہیں رہی، گویا شرک اور توحید میں نسخ نہیں ہوا۔ البتہ احکام شرعیہ اور مسائل دینیہ میں نسخ ہوتا رہا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحًا وَّالَّذِي أَوْحَيْنَآ

إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾(الشّوریٰ : ١٣)

”اس نے تمہارے لیے بھی وہی دین مشروع کیا ہے، جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے (اے نبی!) تمہاری طرف بھی کی ہے اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف مت کرو۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾(المائدة : ٤٨)

”ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک راستہ اور طریقہ مقرر کیا ہے۔“

❁ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾(النّحل : ٣٦)

”ہم نے ہر اُمت میں رسول مبعوث کیا (اس پیغام کے ساتھ کہ) تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِابْنِ مَرْيَمَ، وَالْأَنْبِيَاءُ أَوْلَادُ عَلَّاتٍ، لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ .

”میرا تعلق ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ ہے، انبیا علاتی بھائی ہیں،

میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں۔''

(صحيح البخاري: 3442، صحيح مسلم: 2365)

سوال: آخرت میں انجام کے اعتبار سے شرک اکبر اور شرک اصغر میں کیا فرق ہے؟

جواب: شرک اکبر کا مرتکب اگر بغیر توبہ کیے مر گیا، تو وہ ابدی جہنمی ہے، اس کے تمام نیک اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے، وہ کبھی بھی جہنم سے نہیں نکل پائے گا۔

جبکہ شرک اصغر کا گناہ کبیرہ گناہوں کی طرح ہے، بلکہ بعض کے نزدیک شرک اصغر کا گناہ کبیرہ گناہ سے بڑا ہے، ایسا شخص اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اگر بغیر توبہ کیے مر جائے، تو اس کا انجام اللہ کے سپرد ہے، بہر حال وہ ایک نہ ایک دن جہنم سے نکال لیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

لیکن شرک اکبر کے مرتکب پر جنت حرام ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (النّساء: ٤٨)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے گا، معاف کر دے گا، جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، اس نے (اللہ پر) بہت بڑا بہتان باندھا۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوٰهُ النَّارُ﴾

(المائدة: ٧٢)

”یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے، (بغیر توبہ کے مر جائے، تو) اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔“

سوال: نواقض اسلام کتنے ہیں؟

جواب: نواقض اسلام یعنی جن کے ارتکاب سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کئی ہیں، ملاحظہ ہو؛

① اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

② بغیر تاویل اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطے بنا لینا، جو اس کی مدد کریں اور مشکل کشائی کریں۔

③ یہ عقیدہ رکھنا کہ اسلام نامکمل دین ہے، اس میں اضافہ یا اس کے کسی حکم میں تبدیلی کرنے کی گنجائش ہے۔

④ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ کسی شرعی بات سے نفرت کرنا اور اسے مبغوض سمجھنا۔

⑤ اعتقادی مشرکوں اور کفار کی تکفیر نہ کرنا یا اسلام کی تصدیق کے ساتھ ساتھ (اعتقادی) مشرکوں کی بھی تصدیق کرنا۔

⑥ اسلام کے کسی ثابت شدہ حکم کا استہزاء اور استخفاف کرنا۔

⑦ جادو کی بعض انواع میں مہارت حاصل کرنا۔

⑧ مسلمانوں کے مقابلہ میں بغیر مجبوری کے مشرکوں اور کافروں کی مدد کرنا۔

⑨ یہ عقیدہ رکھنا کہ بعض لوگوں کے لیے اسلام کو چھوڑنا جائز ہے۔

⑩ اللہ تعالیٰ کے دین سے کلی طور پر اعراض کر لینا۔

یہ دس نواقض اسلام ہیں۔ان کے دلائل کتاب وسنت میں مذکور ہیں۔اگر کوئی شخص ان نواقض میں سے کسی ایک شے کا مرتکب ہوا،تو وہ کفر کا مرتکب ہوا،اس سے توبہ کرائی جائے گی،اگر توبہ کرلے،تو درست،ورنہ وہ مرتد ہو جائے گا،اس کا معاملہ حاکم وقت کے سپرد ہے کہ وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے،عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں۔

سوال: کیا غیر اللہ کا خوف رکھنا شرک ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کا خوف رکھنا کب شرک ہے اور کب شرک نہیں؟اس بارے میں تفصیل ہے؛

① ایسا خوف جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکے اور فوق الاسباب ہو، جیسے غیر اللہ کا خوف کہ جو نفع یا نقصان پر قادر ہی نہیں۔جیسے یہ خوف کہ اگر میں نے اپنے جانور کا اتنا دودھ فلاں ہستی کے نام پر تقسیم نہ کیا،تو وہ میرے جانوروں کو نقصان پہنچا دے گا، یا میں نے فلاں بکرا دربار پر جمع نہ کرایا،تو میرا نقصان ہو جائے گا،یا اگر میں نے یہ نہ کیا،تو فلاں ہستی میرا یہ نقصان کر دے گی،وغیرہ وغیرہ۔

ایسی کسی شے کا خوف غیر اللہ سے رکھنا شرک ہے۔کسی نفع یا نقصان کا خوف فقط اللہ تعالیٰ سے رکھا جا سکتا ہے۔

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(آل عمران : ۱۷۵)

”یہ شیطان ہی ہے،جو اپنے دوستوں کو خوف دلاتا ہے،پس تم ان سے مت ڈرو،صرف مجھ سے ڈرو،اگر تم مؤمن ہوتو۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي﴾(البقرة : ١٥٠)

''تم ان سے مت ڈرو، محض مجھ سے ڈرو۔''

② طبعی خوف انسان کے دل میں کسی درندے یا دشمن یا چور اور ڈاکو کا ہو سکتا ہے، یہ شرک نہیں، نیز توحید کے منافی بھی نہیں۔ یہ مختلف لوگوں کے دلوں میں مختلف ہو سکتا ہے۔ کبھی کسی صحیح العقیدہ اور کامل الایمان شخص کے دل میں یہ خوف ہو سکتا ہے اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی کافر اور فاسق یہ خوف نہ رکھتا ہو۔

③ مخلوق کا ایسا خوف جو انسان کو حرام کا ارتکاب کرا دے یا جس خوف سے انسان اسلام کے کسی واجب کو ترک کر دے۔ ایسا خوف رکھنا حرام اور ناجائز ہے، البتہ یہ شرک نہیں ہے، مثلاً کسی شخص کی ملامت کے ڈر سے کوئی گناہ کرنا وغیرہ۔

④ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف، جو انسان کو گناہوں سے مجتنب رہنے پر ابھارتا ہے۔ یہ خوف ایمان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، یہی خوف رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو حکم دیا ہے۔

سوال: قبروں کا طواف کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: طواف کرنا عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔ لہٰذا قبروں کا طواف شرک ہے۔ کعبۃ اللہ کے طواف کو نماز قرار دیا گیا ہے، یوں قبروں کا طواف کرنا دراصل قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے، جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

❁ سیّدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو وفات سے پانچ دن پہلے فرماتے ہوئے سنا:

أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ .

''خبردار! آپ سے پہلے والوں نے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا، آپ قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں آپ کو اس سے منع کرتا ہوں۔''

(صحيح مسلم : 532)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ موت میں فرمایا:

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا، قَالَتْ : وَلَوْلَا ذٰلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشٰى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا .

''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے۔ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبریں مسجد بنالی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: خدشہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسجد بنالیا جائے گا، ورنہ قبر کھلی رکھی جاتی۔''

(صحيح البخاري : 1330، صحيح مسلم : 529)

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: رسول اللہ کو دور سے یا قبر پر جا کر پکارنا شرک ہے، کیونکہ دعا عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی روا ہے، کسی دوسرے کو اس میں شریک کرنا شرک ہے۔

❁ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظَّالِمِينَ﴾(يُونس : ١٠٦)

’’اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسی ہستیوں کو مت پکاریئے، جو آپ کو نہ نفع دے سکتی ہیں، نہ نقصان۔ اگر آپ نے ایسا کیا، تو آپ ظالموں میں سے ہوں گے۔‘‘

سوال: قرآن کریم کو چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾

(الفُرقان : ۳۰)

’’رسول (ﷺ) کہیں گے: میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو (بالکل ہی) چھوڑ دیا تھا۔‘‘

جواب: قرآن کے ہجر (چھوڑنے) میں کئی چیزیں داخل ہیں، جس نے جس طرح قرآن کریم کو چھوڑا ہوگا، روز آخرت اس کے ساتھ اسی طرح کا معاملہ کیا جائے گا۔

ہجر قرآن میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں:

① قرآن کریم کی تلاوت ترک کر دینا۔

② اس کے احکام ونواہی پر عمل نہ کرنا۔

③ اس کے احکام کے مطابق فیصلے نہ کرنا۔

④ اس کی تصدیق نہ کرنا۔

⑤ اس کا احترام نہ کرنا۔

⑥ اس کی آیات میں غور وفکر نہ کرنا۔

⑦ اس سے محبت نہ کرنا۔

⑧ حاملین قرآن سے بغض رکھنا اور محبت نہ کرنا۔

⑨ اسے سیکھنے کی کوشش نہ کرنا۔

⑩ اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کرنا اور اسے کلام نفسی قرار دینا۔

سوال: کیا قرآن کریم سے علاج شرعی علاج ہے؟

جواب: جی ہاں، قرآن کریم سے علاج کرنا شرعی علاج ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کی کئی سورتوں اور آیات کا بطور علاج پڑھنا مشروع کیا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے بھی اسے شفا قرار دیا ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَكُونُ حَدِيثُهُمْ فِي مَسَاجِدِهِمْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ .

”عنقریب آخری دور میں ایسے لوگ آئیں گے، جو مساجد میں بیٹھ کر (دنیاوی فضول) باتیں کریں گے، اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔“

(صحیح ابن حبان: 6761)

جواب: سند ضعیف ہے۔ اعمش کا عنعنہ ہے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَتَحَلَّقُونَ فِي مَسَاجِدِهِمْ وَلَيْسَ هِمَّتُهُمْ إِلَّا الدُّنْيَا لَيْسَ لِلّٰهِ فِيهِمْ حَاجَةٌ فَلَا تُجَالِسُوهُمْ .

”لوگوں پر ایک ایسا دور بھی ہے، جس میں لوگ اپنی مساجد میں حلقے بنا کر بیٹھیں گے، ان کا مقصود فقط دنیا ہوگی، اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی حاجت نہیں

ہوگی،لہٰذا آپ ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔‘‘

(المُستدرك للحاكم : 7916)

سند ضعیف ہے۔

① سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

② حسن بصری کا عنعنہ ہے۔

③ زید بن حباب کی سفیان ثوری سے روایت میں کلام ہے۔

فائدہ:

✿ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَجْتَمِعُونَ فِي مَسَاجِدِهِمْ، مَا فِيهِمْ مُؤْمِنٌ .

’’یقینی طور پر لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آئے گا،جس میں وہ مساجد میں (نماز کے لیے) جمع تو ہوں گے،مگران میں کوئی بھی (کامل الایمان) مؤمن نہ ہوگا۔‘‘

(الشّريعة للآجري : 238، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: کیا آسمان کے حقیقی دروازے ہیں؟

جواب: آسمان کے دروازے ہیں، یہ دروازے حقیقی ہیں، بغیر دلیل انہیں مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں۔

حدیث معراج اس کی واضح دلیل ہے۔

سوال: کیا کسی معاملہ میں نابینا سے گواہی لی جاسکتی ہے؟

جواب: اگر نابینا شخص نے کسی معاملہ کو سن کر محفوظ کیا ہے،تو وہ اسی مطابق گواہی دے سکتا ہے۔

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۴۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: بعض کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی گناہ گاروں کے گناہ معاف کرتے ہیں، اس کی کیا شرعی حیثیت ہے؟

جواب: گناہ معاف کرنے والی ذات فقط اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ نہ اپنی زندگی میں گناہ معاف کرتے تھے اور نہ موت کے بعد قبر میں۔ نبی کریم ﷺ صرف اپنی زندگی میں استغفار کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ سے گناہوں کا معاف کرنے دعا کرتے تھے، نبی کریم ﷺ نے اپنے لیے اور دوسرے کے لیے یہی دعا کی ہے: اللہ! مجھے معاف فرما دے، اللہ! فلاں کو معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنے لیے اور مؤمن و مؤمنات کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا ہے، نہ کہ خود ان کے گناہوں کو معاف کرنے کا۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ﴾ (محمّد : ١٩)

”خوب جان لیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، (اے نبی!) آپ اپنے گناہوں کے لیے اور مؤمن مردوں اور عورت کے لیے معافی طلب کریں، اللہ تعالیٰ تم سب کے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کو جانتا ہے۔“

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

(آل عمران : ۱۵۹)

”(اے نبی!) یہ اللہ کی رحمت ہی کی بدولت ہے کہ آپ ان (صحابہ) کے لیے نرم ہیں، اگر آپ ترش رو اور سخت دل ہوتے، تو یہ آپ کے ارد گرد سے منتشر ہو جاتے، لہٰذا آپ ان سے درگزر کیا کریں اور ان کے لیے (اللہ تعالیٰ سے) معافی طلب کیا کریں اور معاملات میں ان سے مشاورت کیا کریں، پھر جب پختہ اراد بن جائے، تو اللہ پر بھروسا کیجیے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔“

❁ فرمان خداوندی ہے:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾(المُمْتَحِنَة : ۱۲)

”(اے نبی!) آپ ان (ہجرت کر کے آنے والی عورتوں) کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔“

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُؤُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۞ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ

أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾(المُنافقون: ٥-٦)

"جب ان (منافقین) سے کہا جاتا ہے کہ آجاؤ (ایمان قبول کرلو)، اللہ کے رسول (ﷺ) تمہارے لیے (اللہ تعالیٰ سے) معافی طلب کرلیں گے، تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے (آپ سے) منہ پھیر لیتے ہیں۔ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں ان پر برابر ہے، انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہ کرے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

❀ ارشادِ ربانی ہے:

﴿اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ، إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾(التّوبة: ٨٠)

"(اے نبی!) آپ ان (مشرکوں) کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں، تب بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔"

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ سے ہی معافی طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کسی آیت یا حدیث میں یہ درج نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی یہ فرمایا ہو کہ میں نے فلاں کے گناہوں کو معاف کر دیا۔

لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی کریم ﷺ زندگی میں بھی اور بعد از وفات بھی گناہوں کو معاف کرتے ہیں، باطل اور بے دلیل عقیدہ ہے، یہ نظریہ عقیدہ توحید کے منافی ہے۔ یہ بدعی عقیدہ ہے، جس کی اسلاف اُمت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ خیر او رسلامتی سلف اُمت کی

پیروی ہے، اس کو حرز جاں بنانا چاہیے، ورنہ گمراہی یقینی ہے۔

سوال: کیا واقعہ حرہ میں نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے اذان کی آواز سنی گئی؟

جواب: ایسا کچھ ثابت نہیں۔ اس بارے میں مروی روایت سخت ضعیف ہے۔

سوال: کیا کوئی انسان خواب میں فرشتے کو دیکھ سکتا ہے؟

جواب: جی ہاں، فرشتے کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خواب میں انسانی شکل میں متشکل دیکھا ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا رَأَى رُؤْيَا قَصَّهَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَنَّيْتُ أَنْ أَرٰى رُؤْيَا، فَأَقُصَّهَا عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ غُلَامًا شَابًّا، وَكُنْتُ أَنَامُ فِي الْمَسْجِدِ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ فِي النَّوْمِ كَأَنَّ مَلَكَيْنِ أَخَذَانِي، فَذَهَبَا بِي إِلَى النَّارِ، فَإِذَا هِيَ مَطْوِيَّةٌ كَطَيِّ الْبِئْرِ وَإِذَا لَهَا قَرْنَانِ وَإِذَا فِيهَا أُنَاسٌ قَدْ عَرَفْتُهُمْ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ، قَالَ: فَلَقِيَنَا مَلَكٌ آخَرُ فَقَالَ لِي: لَمْ تُرَعْ، فَقَصَصْتُهَا عَلٰى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ.

فَكَانَ بَعْدُ لَا يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَلِيلًا .

''نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اگر کوئی شخص خواب دیکھتا، تو رسول اللہ ﷺ پر خوب پیش کرتا (اور آپ ﷺ اس کی تعبیر فرماتے) میری بھی تمنا تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور رسول اللہ ﷺ پر پیش کروں (اور آپ ﷺ اس کی تعبیر بیان فرمادیں)، میں نوجوان تھا اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں ہی سوجاتا تھا، چنانچہ (ایک رات) میں نے خواب دیکھا کہ دوفرشتوں نے مجھے پکڑا ہے اور مجھے جہنم کی طرف لے گئے، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جہنم کی دیواروں کی چنائی ہوئی ہوئی ہے، جیسے کسی کنوئیں کی چنائی ہوتی ہے، جہنم کی دو اطراف ہیں، اس میں کچھ لوگ ہیں، جنہیں میں نے پہچان لیا، میں دعا کرنے لگا: میں جہنم سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ تو ہمیں ایک اور فرشتے ملا، اس نے مجھے کہا: آپ مت گھبرائیے۔ میں نے یہ خواب (اپنی بہن) حفصہ رضی اللہ عنہا کو بیان کیا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اسے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: عبداللہ کیا ہی اچھا آدمی ہے، کاش کہ رات کو کچھ قیام کرلیا کرے۔

(راوی کہتے ہیں:) اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کا بہت کم حصہ سویا کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري: 1121، صحيح مسلم: 2479)

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَطَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَّحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ فَقُلْتُ لَهٗ : يَا

عَبْدَ اللّٰهِ أَتَبِيعُ النَّاقُوسَ؟ فَقَالَ : وَمَا تَصْنَعُ بِهٖ قَالَ : قُلْتُ : نَدْعُو بِهٖ لِلصَّلَاةِ قَالَ : أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْ ذٰلِكَ؟ قُلْتُ : بَلٰى قَالَ : تَقُولُ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ...... فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِمَا رَأَيْتُ فَقَالَ : «إِنَّ هٰذَا رُؤْيَا حَقٌّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَقُمْ مَعَ بِلَالٍ فَأَلْقِ عَلَيْهِ مَا رَأَيْتَ فَلْيُؤَذِّنْ بِهٖ فَإِنَّهٗ أَنْدٰى صَوْتًا مِّنْكَ»، فَقُمْتُ مَعَ بِلَالٍ فَجَعَلْتُ أُلَقِّنُهٗ عَنْهُ وَيُؤَذِّنُ بِهٖ قَالَ فَسَمِعَ بِذٰلِكَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ فِي بَيْتِهٖ فَخَرَجَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ يَقُولُ : وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ اُرِيتُ مِثْلَ الَّذِي أُرِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ».

’’میں نے خواب میں ایک آدمی کو ہاتھ میں ناقوس پکڑے دیکھا اور اسے کہا: اللہ کے بندے! اسے فروخت کرو گے؟ اس نے پوچھا: آپ اسے کیا کریں گے؟ میں نے کہا: ہم اس کے ذریعے نماز کے لیے بلایا کریں گے، اس نے کہا: میں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں، میں نے کہا: ضرور بتائیں! اس نے کہا: یوں کہا کریں: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ ...... صبح ہوئی، تو میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب بیان کیا، فرمایا: ان شاء اللہ! یہ سچا خواب ہے، بلال کے ساتھ کھڑے ہو جائیے اور جو کچھ آپ نے دیکھا ہے، انہیں بتاتے

جائیں، وہ اذان دیں گے، کیوں کہ ان کی آواز آپ سے بلند ہے۔سیدنا عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو کر انہیں بتاتا جاتا اور وہ اذان دیتے جاتے۔سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں یہ کلمات سنے، تو (جلدی سے) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے اور کہنے لگے: اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے! اللہ کے رسول! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 43/4، سنن أبي داوٗد : 499، سنن التّرمذي : 189، سنن ابن ماجه : 706، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام بخاری رحمہ اللہ (السنن الکبریٰ للبیہقی : ۱/ ۳۹۹)، امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۷۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۶۷۹) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۱۵۶) نے ''صحیح'' کہا ہے، نیز حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع:۳/ ۸۲) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، نیز اسے ''صحیح'' بھی کہا ہے۔(شرح صحیح مسلم:۴/ ۷۷)

سوال: درج ذیل حدیث اور باب میں مطابقت کیا ہے؟

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے بیدار ہوتے، تو اپنے منہ کو مسواک سے اچھی طرح صاف کرتے۔''

(صحيح البخاري : 1136، صحيح مسلم : 255)

❀ اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ نے یوں تبویب فرمائی ہے:

بَابُ طُولِ الْقِيَامِ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ .

''نماز تہجد میں لمبا قیام کرنے کا بیان۔''

(جواب): حدیث اور باب کے درمیان مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ نبی کریم ﷺ تہجد کے وقت اہتمام کے ساتھ مسواک فرماتے تھے، یہ اہتمام یقیناً لمبے قیام کے لیے ہوتا تھا، تا کہ آپ ﷺ مسواک کر کے پوری طرح قیام کے لیے ہشاش بشاش ہو جائیں اور نیند پوری طرح دور ہو جائے، کیونکہ اچھی طرح مسواک کی جائے، تو منہ صاف ہو جاتا ہے اور تازگی محسوس ہوتی ہے، یوں انسان لمبا قیام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

اس طرح کی دقیق فقہ ہی امام بخاری رحمہ اللہ کا خاصہ ہے۔

(سوال): ساری ساری رات قیام کرنا کیسا ہے؟

(جواب): ساری ساری رات قیام کرنا ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔ البتہ دوام و مواظبت کے بغیر کبھی کبھار ایسا کر لینا درست ہے۔ ہمیشہ ہی ساری رات قیام کرنا درست نہیں، یہ نفس پر جبر ہے، کیونکہ انسان پر کئی حقوق ہیں، جن کی ادائیگی کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا وہ اپنے شب و روز کو ایک ہی کام میں صرف نہ کرے، اس کا بڑا نقصان یہ ہے کہ آدمی اس پر ہمیشگی کرنے سے قاصر رہے گا۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً .

''رسول اللہ ﷺ کا عمل ہمیشگی والا ہوتا تھا۔''

(صحيح البخاري : 1987، صحيح مسلم : 783)

انسان پر اپنی جان کے حقوق ہیں کہ وہ اسے بقدرِ ضرورت آرام پہنچائے، اسی طرح اہل خانہ، بچوں اور دیگر لوگوں کے حقوق ہیں۔ تمام اہل حق کے حقوق کی ادائیگی میں اجر ہے اور سبھی کے حقوق کی بابت سوال ہوگا۔ اس لیے صرف قیام اللیل اور دن کے روزے میں ہی مصروف رہنا متوازن اور متوسط زندگی نہیں۔

❀ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ سَلْمَانَ، وَأَبِي الدَّرْدَاءِ، فَزَارَ سَلْمَانُ أَبَا الدَّرْدَاءِ، فَرَأَى أُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً، فَقَالَ لَهَا: مَا شَأْنُكِ؟ قَالَتْ: أَخُوكَ أَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا، فَجَاءَ أَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا، فَقَالَ: كُلْ، قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ، قَالَ: مَا أَنَا بِآكِلٍ حَتّٰى تَأْكُلَ، قَالَ: فَأَكَلَ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُومُ، قَالَ: نَمْ، فَنَامَ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُومُ فَقَالَ: نَمْ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ: قُمِ الْآنَ، فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ: إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَدَقَ سَلْمَانُ.

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے مابین

مواخات قائم کی۔ چنانچہ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ (ایک دن اپنے بھائی) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو آئے، دیکھا کہ سیدہ اُم درداء رضی اللہ عنہا پراگندہ حالت میں ہیں، تو آپ رضی اللہ عنہا نے اُم درداء رضی اللہ عنہا سے کہا: آپ اس حالت میں؟ کہنے لگیں: آپ کے بھائی ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دنیا میں کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔ جب سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو انہوں نے سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا لگایا، تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ بھی کھایئے! کہنے لگے: میں روزے سے ہوں، تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب تک آپ (اپنا روزہ توڑ کر) نہیں کھائیں گے، میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ (نے نفلی روزہ چھوڑ دیا اور) کھانا کھایا۔ جب رات ہوئی، تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ قیام کرنے لگے، تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: ابھی سو جایئے، تو سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سو گئے، پھر (تھوڑی دیر بعد) قیام کرنے لگے، تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: (ابھی نہیں،) ابھی سو جایئے، تو وہ سو گئے۔ پھر جب رات کا آخری پہر ہوا، تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب اٹھیے، تو دونوں نے قیام کیا۔ پھر سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کے رب کا آپ پر حق ہے، آپ کے نفس کا آپ پر حق ہے، آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے، لہٰذا ہر حق دار کو اس کا حق دیجئے۔ پھر سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا ماجرا کہا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔''

(صحيح البخاري: 1968)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے فرمایا:

أَلَمْ أُخْبَرْ أَنَّكَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَتَصُومُ النَّهَارَ؟، قُلْتُ : إِنِّي أَفْعَلُ ذٰلِكَ، قَالَ : فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ، هَجَمَتْ عَيْنُكَ، وَنَفِهَتْ نَفْسُكَ، وَإِنَّ لِنَفْسِكَ حَقًّا، وَلِأَهْلِكَ حَقًّا، فَصُمْ وَأَفْطِرْ، وَقُمْ وَنَمْ .

”مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ساری ساری رات قیام کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں، کیا ایسا ہی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: جب آپ ایسے کریں گے تو آنکھ بیٹھ جائے گی اور آپ کمزور پڑ جائیں گے۔ جان کا آپ پر حق ہے، گھر والوں کا آپ پر حق ہے، لہٰذا روزہ رکھیں بھی اور چھوڑیں بھی، قیام بھی کریں اور سو بھی لیا کریں۔“

(صحيح البخاري : 1153؛ صحيح مسلم : 186/1159)

سوال: کیا اللہ تعالیٰ کے لیے صفت قول ثابت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لیے صفت قول ثابت ہے۔ اس پر کتاب وسنت میں متواتر دلائل ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت ہے، کما یلیق بجلالہ وعظمتہ۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہہ کر اس دعا سے نماز شروع کرتے:

اَللّٰهُمَّ ...... وَقَوْلُكَ حَقٌّ ....

”یا اللہ! ...... تیری ہر بات حق ہے۔“

(صحيح البخاري : 1120، صحيح مسلم : 769)

سوال: کیا خواب میں جنت کی سیر کی جا سکتی ہے؟

(جواب): خواب میں جنت کی سیر کی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ بِيَدِي قِطْعَةَ إِسْتَبْرَقٍ، فَكَأَنِّي لَا أُرِيدُ مَكَانًا مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ إِلَيْهِ ....

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارک میں خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے اور میں جنت میں جہاں جانا چاہتا ہوں، وہ (ریشم) مجھے وہاں اڑا کر لے جاتا ہوں......۔''

(صحیح البخاري: 1156، صحیح مسلم: 2478)

(سوال): درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَقِيلَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُ فِي النَّاسِ لِأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا اسْتَبَنْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهٗ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلُ شَيْءٍ تَكَلَّمَ بِهٖ أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

بھاگے بھاگے آئے، کہا گیا: رسول اللہ ﷺ تشریف لا چکے ہیں، میں بھی لوگوں کے ساتھ آئے، تاکہ آپ ﷺ کو دیکھوں، جب میری نگاہ رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر پڑی، تو جان گیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے جو بات تکلم فرمائی، وہ یہ تھی: ''لوگو! سلام کو عام کریں، دوسروں کو کھانا کھلائیں، (رات جب) لوگ سو رہے ہوں، تو آپ نماز پڑھیں، آپ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''

(سنن التّرمذي: 2485، سنن ابن ماجه: 3251)

جواب: اس کی سند صحیح متصل ہے۔ اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ (۲۷۷/۷) نے ''صحیح الاسناد'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

❁ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''حسن'' کہا ہے۔

(معجم ابن عَساکِر، تحت الرقم: 1339)

سوال: مسجد میں داخل اور خارج ہوتے وقت کون سا پاؤں پہلے رکھنا چاہیے؟

جواب: حدیث کے عموم سے ثابت ہے کہ مسجد میں داخل ہوں یا مسجد سے باہر نکلیں، پہلے دایاں پاؤں رکھنا چاہیے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهٖ، وَتَرَجُّلِهٖ، وَطُهُورِهٖ، وَفِي شَأْنِهٖ كُلِّهٖ .

''نبی کریم ﷺ کو جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے یا کوئی سا بھی کام سر انجام دینے میں دائیں جانب سے ابتدا کرنا پسند تھا۔''

(صحيح البخاري : 168؛ صحيح مسلم : 268)

یہ کہنا کہ مسجد سے میں داخل ہوتے وقت تو دایاں پاؤں داخل کریں گے، مگر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں نکالیں گے، اس فرق پر کوئی معتبر دلیل نہیں۔

تنبیہ:

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

مِنَ السُّنَّةِ إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ أَنْ تَبْدَأَ بِرِجْلِكَ الْيُمْنٰى، وَإِذَا خَرَجْتَ أَنْ تَبْدَأَ بِرِجْلِكَ الْيُسْرٰى.

''سنت ہے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوں، تو پہلے دایاں پاؤں داخل کریں اور جب مسجد سے باہر نکلیں، تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں۔''

(المستدرك للحاكم : 791، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 4322)

سند ضعیف ہے۔ ابو حفص عمر بن جعفر بصری مجروح ہے۔

❀ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنٰى فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرٰى.

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد میں داخل ہوتے، تو پہلے دایاں قدم رکھتے اور جب باہر نکلتے، تو پہلے بایاں قدم رکھتے۔''

(صحيح البخاري معلقا، قبل الرقم : 426)

یہ اثر بے سند ہے۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ أَرَهُ مَوْصُولًا عَنْهُ.

”یہ اثر مجھے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے باسند نہیں ملا۔“

(فتح الباري :523/1)

سوال: اہل حدیث کی مسجد گھر سے دور ہے، کیا کرے؟

جواب: گھر میں ایک جگہ نماز کے لیے مختص کر لے، جسے مسجد بیت کہتے ہیں، اس میں با جماعت نماز کا اہتمام کرے۔اس پر کئی دلائل موجود ہیں۔

سوال: سفر ہجرت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر کون سوار تھا؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت کے ہم سفر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سواری پر پیچھے سوار تھے۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کے احوال نقل کرتے ہیں:

كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ، وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهٗ.

”گویا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری پر سوار دیکھ رہا ہوں اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔“

(صحيح البخاري : 428)

سوال: کعبۃ اللہ کے کلید بردار کون تھے؟

جواب: خانہ کعبہ کے کلید بردار سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ يَوْمَ الْفَتْحِ مِنْ

أَعْلٰى مَكَّةَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ مُرْدِفًا أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ، وَمَعَهٗ بِلَالٌ، وَمَعَهٗ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ مِنَ الْحَجَبَةِ، حَتّٰى أَنَاخَ فِي الْمَسْجِدِ، فَأَمَرَهٗ أَنْ يَأْتِيَ بِمِفْتَاحِ الْبَيْتِ فَفَتَحَ ....

''رسول اللہ ﷺ فتح مکہ والے دن مکہ کے بالائی حصہ سے اپنی سواری پر سوار ہو کر تشریف لائے، آپ ﷺ کے پیچھے سیدنا اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے، ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے اور کعبہ کے منتظمین میں سے سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے مسجد میں اونٹنی کو بٹھایا، آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چابی لے کر آئیں، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے کعبہ کا دروازہ کھول دیا......۔''

(صحيح البخاري : 2988، صحيح مسلم : 1329)

سوال: اصحاب صفہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب: مسجد نبوی میں ایک چبوترہ تھا، دور افتادہ علاقوں سے آئے ہوئے طلبہ دین اس چبوترے پر رہائش پذیر تھے۔ اصحاب صفہ غریب اور نادار لوگ تھے، ان کی گزران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صدقات وعطیات پر ہوتی تھی۔ متمول صحابہ انہیں اپنے گھر کھانے کے لیے لے جاتے اور بعض ان کے لیے مسجد میں کھانے کی اشیا پیش کر دیتے۔ نبی کریم ﷺ بھی ان کے لیے اشیائے خورد ونوش کا بندوبست فرماتے تھے۔

❁ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ، كَانُوا أُنَاسًا فُقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ،

وَإِنْ أَرْبَعٌ فَخَامِسٌ أَوْ سَادِسٌ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ ....

''اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کے پاس دو لوگوں کا کھانا ہے، وہ تیسرے کو بھی ساتھ لے جائے، جس کے پاس چار لوگوں کا کھانا ہو، وہ پانچویں یا چھٹے کو بھی ساتھ لے جائے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین بندوں کو ساتھ لے کر آئے اور نبی کریم ﷺ دس بندوں کو ساتھ لے کر آئے۔''

(صحيح البخاري : 602، صحيح مسلم : 2057)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ سَبْعِينَ مِنْ أَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، إِمَّا إِزَارٌ وَإِمَّا كِسَاءٌ، قَدْ رَبَطُوا فِي أَعْنَاقِهِمْ، فَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَيْنِ، وَمِنْهَا مَا يَبْلُغُ الْكَعْبَيْنِ، فَيَجْمَعُهُ بِيَدِهٖ، كَرَاهِيَةَ أَنْ تُرٰى عَوْرَتُهٗ .

''میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا، جس کے پاس مکمل لباس ہو، کسی کے پاس ازار بند تھا یا اوپر لینے والی چادر تھی، جنہیں وہ اپنی گردنوں سے باندھ لیتے تھے۔ ان میں سے بعض کے کپڑے نصف پنڈلی تک پہنچتے تھے اور بعض کے ٹخنوں تک، وہ اپنے کپڑوں کو ہاتھ سے سمیٹتے تھے کہ کہیں ان کا ستر نظر نہ آ جائے۔''

(صحيح البخاري : 442)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا، أَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَحْضُرُ حِينَ يَغِيبُونَ، وَأَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ .

''میں مسکین آدمی تھا، مجھے بس پیٹ بھر کھانا چاہیے تھا، میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چمٹا رہتا، میں ان لمحات میں نبی کریم ﷺ کے پاس موجود ہوتا تھا، جب انصار ومہاجرین حاضر نہ ہوتے اور میں نے بہت کچھ ایسا یاد رکھا، جنہیں وہ بھول گئے۔''

(صحيح البخاري : 2350، صحيح مسلم : 2493)

❁ سیدنا عبداللہ بن حارث بن جزء زبیری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا نَأْكُلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ الْخُبْزَ وَاللَّحْمَ .

''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہم مسجد میں روٹی اور گوشت کھالیا کرتے تھے۔''

(مسند الإمام أحمد : 190/4، سنن ابن ماجه : 3300، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (١٦٥٧) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

❁ سیدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''بھوک کی وجہ سے میری اور میرے ساتھیوں کی سماعت اور بینائی متاثر ہو چکی تھی، ہم نے نبی کریم ﷺ کے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بات چیت کی، مگر کوئی ہماری مہمان نوازی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا، چنانچہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ ہمیں گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا، ان کا دودھ دوہا جائے، ہم میں

سے ہر ایک نے آدھا دودھ خود پیا اور آدھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، اسی طرح ہوتا رہا، نبی کریم ﷺ رات کے وقت تشریف لاتے اور اس طرح سلام کرتے کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہوتی اور جاگنے والے کو سلام سنائی دیتا تھا، پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا کرتے، بعد میں آپ ﷺ اپنے حصے کا دودھ نوش فرما لیتے، ایک رات جبکہ میں اپنا حصہ پی چکا تھا، تو شیطان میرے پاس آیا اور بولا: نبی کریم ﷺ تو انصار کے پاس تشریف لے جاتے رہتے ہیں اور انصار آپ ﷺ کی خدمت میں تحائف پیش کرتے رہتے ہیں، آپ ﷺ ان کے ہاں سے کھا پی لیتے ہوں گے، آپ کو اس تھوڑے سے دودھ کی کیا ضرورت ہے؟ چنانچہ میں نے نبی کریم ﷺ کے حصے کا دودھ پی لیا، جب وہ میرے پیٹ میں چلا گیا، تو محسوس ہوا کہ اس کی گنجائش نہیں تھی، پھر شیطان نے مجھے نادم کرنا شروع کر دیا اور بولا: تم نے جو کچھ کیا اس پر افسوس ہے، کیا تم نے محمد (ﷺ) کے حصے کا دودھ پی لیا ہے؟ انہیں دودھ نہ ملا، تو وہ تمہارے لئے دعائے ضرر کریں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ تمہاری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی۔ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک چادر تھی، میں اسے پاؤں پر ڈالتا تھا، تو سر باہر آ جاتا تھا، سر پر ڈالتا، تو پاؤں باہر نکل آتے تھے، مجھے نیند نہیں آ رہی تھی، میرے دونوں ساتھی سو چکے تھے، انہوں نے وہ حرکت نہیں کی تھی، جو میں نے کی تھی۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے سلام کیا، جائے نماز کی طرف تشریف لے گئے، وہاں کچھ نوافل ادا کرنے کے بعد اپنا مشروب حاصل کرنے کے لیے

آئے، آپ ﷺ نے برتن کا ڈھکن اُٹھایا، تو اس میں کچھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنا مبارک سر اُٹھایا، تو میں نے سوچا کہ آپ ﷺ میرے لیے دعائے ضرر کریں گے اور میں ہلاک ہو جاؤں گا، لیکن آپ ﷺ نے دعا کی: «أَللّٰهُمَّ أَطْعِمْ مَنْ أَطْعَمَنِي، وَأَسْقِ مَنْ أَسْقَانِي» ”اللہ! جس نے مجھے کھلایا تُو اسے کھلا اور جس نے مجھے پلایا تُو اسے پلا۔“ یہ سن کر میں نے چادر مضبوطی سے باندھی اور چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف بڑھا تا کہ سب سے صحت مند بکری کو نبی کریم ﷺ کے لیے ذبح کر دوں، لیکن اس بکری کے تھن بھرے ہوئے تھے، میں نبی کریم ﷺ کے مخصوص برتن کی طرف بڑھا اور اس میں آپ ﷺ کے لیے دودھ دوہ لیا، یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر بھر گیا، میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا آپ نے رات کو اپنے حصے کا دودھ پی لیا تھا؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! آپ نوش فرمائیے، نبی کریم ﷺ نے اسے پی لیا اور پھر میری طرف بڑھا دیا، جب مجھے اندازہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ سیر ہو گئے ہیں اور اب مجھے آپ کی دعا نصیب ہو جائے گی، تو میں ہنس پڑا، اتنا کہ ہنستے ہوئے زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مقداد! آپ کی یہ عادت بہت بری ہے، عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا اور میں نے یہ کیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملا ہے، آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا، ہم اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا دیتے اور وہ بھی اس رحمت میں شریک ہو جاتے۔“ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

اُس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جب آپ نے اُسے پی لیا اور آپ کے ہمراہ میں نے بھی پی لیا، تو اب مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ لوگوں میں سے کسی اور نے پیا ہے یا نہیں۔''

(صحیح مسلم : 2055)

فتاویٰ امن پوری (قسط ۶۴۸)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا قَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ائْذَنْ لِي فِي السِّيَاحَةِ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ سِيَاحَةَ أُمَّتِي الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھے سیر وسیاحت کی اجازت مرحمت فرما دیجئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کی سیاحت اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔''

(سنن أبي داود : 2486)

جواب: سند ضعیف ہے۔ علاء بن حارث شامی مختلط ہیں، ان سے ہیثم بن حمید شامی کا قبل از اختلاط روایت لینا معلوم نہیں ہو سکا۔

سوال: عدالت صحابہ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: دین کے واحد ناقل صحابہ ہیں اور یہ ہم قطعی طور پر جانتے ہیں کہ دین کو قیامت تک کے لئے باقی رہنا ہے، اس کی دعوت کو سلامت رہنا ہے، سو اسی وجہ سے ہم یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ صحابہ کی امانت و دیانت اور ثقاہت میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں

ہے۔انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول ﷺ نے عادل اور قابل اعتماد قرار دیا ہے۔اللہ اور اس کے رسول کی تعدیل کے بعد انہیں کسی کی تعدیل یا توثیق کی ضرورت نہیں۔لہٰذا سند کے دیگر راویوں کے حالات کی بابت آگاہی ضروری ہے،مگر صحابی کے لیے یہ قواعد نہیں ہیں۔اس پر اہل سنت والجماعت متفق ہیں۔

❀ حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ (٦٤٣ھ) فرماتے ہیں:

لِلصَّحَابَةِ بِأَسْرِهِمْ خَصِيصَةٌ، وَهِيَ أَنَّهٗ لَا يُسْأَلُ عَنْ عَدَالَةِ أَحَدٍ مِّنْهُمْ، بَلْ ذٰلِكَ أَمْرٌ مَفْرُوغٌ مِنْهُ، لِكَوْنِهِمْ عَلَى الْإِطْلَاقِ مُعَدَّلِينَ بِنُصُوصِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَإِجْمَاعِ مَنْ يُعْتَدُّ بِهٖ فِي الْإِجْمَاعِ مِنَ الْأُمَّةِ .

”تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایک خصوصیت حاصل ہے،وہ یہ کہ ان میں کسی کی عدالت کی بابت سوال نہیں کیا جائے گا،کیونکہ اس معاملہ سے فارغ ہولیا گیا ہے،کیونکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مطلق طور پر عادل قرار دیے گئے ہیں اِس پر کتاب وسنت کی نصوص ہیں اور جو لوگ اجماع میں معتبر ہیں،ان کا اس پر اجماع بھی ہے۔“

(مقدمة ابن الصّلاح، ص 294)

سوال: بارش کی بندش کو دور کرنے کے لیے جانور ذبح کرنا کیسا ہے؟

جواب: جانور ذبح کرنا عبادت ہے،اگر اس نظریہ سے جانور ذبح کیا جا رہا ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور ہم پر بارش برسا دے گا،تو اس میں حرج معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ اگر یہ نظریہ ہے کہ جانور کے ذبح کرنے سے قحط سالی ختم ہو جاتی ہے اور بارش کی

بندش دور ہو جاتی ہے، تو یہ نظریہ بدعی ہے۔ اس کی کوئی شرعی دلیل نہیں۔

قحط سالی اور بارش کی بندش میں سنت یہ ہے نماز استسقاء کا اہتمام کیا جائے۔ اسی میں خیر ہے اور یہی لائق اتباع عمل ہے۔

سوال: خطبہ جمعہ سے متصل پہلے بعض لوگ مسجد میں مخصوص سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں، یہ عمل وہ ہر جمعہ کو کرتے ہیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: کسی بھی عمل کو کسی جگہ یا وقت کے ساتھ خاص کرنے کا اختیار صرف شریعت اسلامیہ کو ہے، ہم اپنی طرف سے کسی عمل کو وقت یا جگہ کے ساتھ خاص نہیں کر سکتے۔ خطبہ جمعہ سے پہلے کوئی مخصوص سورت کی تلاوت شرع محمدی میں مشروع نہیں، لہٰذا یہ اہتمام اسے بدعت بنا دے گا۔

سوال: ویلنٹائن ڈے میں مجالس کرنا کیسا ہے؟

جواب: ویلنٹائن ڈے خالص غیر مسلموں کا رائج کردہ ہے، مسلمانوں کو اس کا بائیکاٹ کرنا چاہیے، مگر بدقسمتی سے بہت سے مسلمان ان محرمات کا شکار ہو چکے ہیں۔ وہ ویلنٹائن ڈے کو نہ صرف مناتے ہیں، بلکہ اس دن خالص مجالس اور پارٹیاں کرتے ہیں، جو مزید حرام اُمور پر مشتمل ہوتی ہیں۔ الامان والحفیظ!

سوال: یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہوں میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جب تک یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہیں آباد ہوں اور وہاں ان کی عبادت ہوتی ہے، تو وہاں مسلمان عبادت نہیں کر سکتے، کیونکہ ان عبادت گاہوں کی بنیاد تقویٰ پر نہیں۔ البتہ اگر ان کی عبادت گاہوں کو منہدم کر دیا گیا ہے، یا ان میں وہ عبادت نہیں کرتے، تو مسلمان اس جگہ کو مسجد بنا سکتے ہیں۔

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَتْ بَعْضُ نِسَائِهٖ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا : مَارِيَةُ، وَكَانَتْ أُمُّ سَلَمَةَ، وَأُمُّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَتَتَا أَرْضَ الْحَبَشَةِ، فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيرَ فِيهَا، فَرَفَعَ رَأْسَهٗ، فَقَالَ : أُولٰئِكِ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا، ثُمَّ صَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورَةَ أُولٰئِكِ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ .

”نبی ﷺ بیمار ہوئے، تو آپ ﷺ کی کسی زوجہ نے گرجا کا تذکرہ کیا، جسے انہوں نے سرزمین حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجا کا نام ”ماریہ“ تھا۔ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما سرزمین حبشہ گئی تھیں، انہوں نے اس کے حسن اور اس میں رکھی ہوئی تصویروں کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا: یہی وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے۔ پھر اس مسجد میں ان کی تصویریں بناتے، یہ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔“

(صحيح البخاري :1341؛ صحيح مسلم : 528)

❁ اسلم مولیٰ عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

لَمَّا قَدِمَ عُمَرُ الشَّامَ أَتَاهُ رَجُلٌ مِّنَ الدَّهَّاقِينَ، فَقَالَ : إِنِّي قَدْ صَنَعْتُ لَكَ طَعَامًا فَأُحِبُّ أَنْ تَجِيءَ، فَيَرٰى أَهْلُ عَمَلِي كَرَامَتِي عَلَيْكَ وَمَنْزِلَتِي عِنْدَكَ أَوْ كَمَا قَالَ، قَالَ : فَقَالَ : إِنَّا لَا

نَدْخُلُ هٰذِهِ الْكَنَائِسَ، أَوْ قَالَ: هٰذِهِ الْبِيَعَ، الَّتِي فِيهَا الصُّوَرُ.

''جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام میں تشریف لائے، تو گورنروں میں سے ایک شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، کہنے لگا: میں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا ہے، میری خواہش ہے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، تاکہ میرے ملازمین میرا آپ کے ساتھ احترام اور میری آپ کے نزدیک قدر و منزلت کو دیکھ لیں۔ اس نے یہ یا اس سے ملتی جلتی کوئی بات کہی۔ تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ان گرجا گھروں میں داخل نہیں ہوتے، جہاں مورتیاں موجود ہوں۔''

(جامع مَعمر بن راشد: 19486، مصنّف ابن أبي شيبة: 25196، وسندهٗ صحيحٌ)

تنبیہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

كَانَ يُصَلِّي فِي الْبِيَعِ مَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا تَمَاثِيلُ، فَإِنْ كَانَ فِيهَا تَمَاثِيلُ خَرَجَ فَصَلَّى فِي الْمَطَرِ.

''آپ رضی اللہ عنہ گرجا گر میں نماز پڑھ لیتے تھے، اگر ان میں مورتیاں نہ ہوں۔ اگر ان میں مورتیاں ہوتی، تو آپ باہر نکل آتے اور بارش میں ہی نماز پڑھ لیتے۔''

(مسند علي بن الجَعد: 2353)

سند ضعیف ہے۔ خصیف بن عبدالرحمٰن سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سوال: سواری کو سترہ بنا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: درست ہے۔

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يُصَلِّي إِلٰى بَعِيرِهٖ، وَقَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهٗ .

”میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے اونٹ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے دیکھا۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔“

(صحيح البخاري : 430)

❁ نافع رحمہ اللہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں:

كَانَ يُعَرِّضُ رَاحِلَتَهٗ، فَيُصَلِّي إِلَيْهَا، قُلْتُ : أَفَرَأَيْتَ إِذَا هَبَّتِ الرِّكَابُ؟ قَالَ : كَانَ يَأْخُذُ هٰذَا الرَّحْلَ فَيُعَدِّلُهٗ، فَيُصَلِّي إِلٰى آخِرَتِهٖ أَوْ قَالَ : مُؤَخَّرِهٖ، وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَفْعَلُهٗ .

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سواری کو سامنے بٹھاتے اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ (نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں:) میں نے عرض کیا: بھلا جب سواری اٹھ جاتی، تو؟ فرمایا: اس صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پالان کی لکڑی پکڑتے اور اسے سامنے رکھ لیتے اور اس کی آخری لکڑی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے۔“

(صحيح البخاري : 507، صحيح مسلم : 502)

سوال: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر گوئی کی اجازت دی ہے؟

جواب: شعر گوئی جائز عمل ہے، بشرطیکہ مشروع اور جائز کلمات پر مشتمل ہو، غلو و تقصیر

اور افراط وتفریط سے مبرا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ بعض شاعر صحابہ سے اشعار سنا بھی کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے مشہور شعراء میں سیدنا حسان بن ثابت، سیدنا عبداللہ بن رواحہ اور سیدنا عامر بن اکوع رضی اللہ عنہم وغیرہم شامل ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَخًا لَكُمْ لَا يَقُولُ الرَّفَثَ يَعْنِي بِذٰلِكَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ رَوَاحَةَ .

وَفِينَا رَسُولُ اللّٰهِ يَتْلُو كِتَابَهٗ ...... إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ

أَرَانَا الْهُدٰى بَعْدَ الْعَمٰى فَقُلُوبُنَا ...... بِهٖ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ

يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهٗ عَنْ فِرَاشِهٖ ...... إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِينَ الْمَضَاجِعُ .

”بلاشبہ آپ کو بھائی عبداللہ بن رواحہ فضول اور بے مقصد اشعار نہیں کہتا۔

(پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے چند اشعار نقل کیا:)

”ہمارے درمیان اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما ہیں، وہ اللہ کی کتاب تلاوت کرتے ہیں، جب صبح کے وقت لَو پھوٹتی ہے۔

ہم (شرک وکفر میں) اندھے تھے، تو آپ ﷺ نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا، اب ہمارے دل یقین رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو بھی فرمایا ہے، وہ واقع ہو کر رہے گا۔

نبی کریم ﷺ رات کے وقت اپنے پہلو کو بستر سے جدا رکھتے ہیں، کہ جب مشرکین پر (نیند کی وجہ سے) بستر بھاری ہو چکے ہوتے ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : 1155)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ مَرَّ بِحَسَّانَ وَهُوَ يُنْشِدُ الشِّعْرَ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَحَظَ إِلَيْهِ، فَقَالَ : قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْكَ، ثُمَّ الْتَفَتَ إِلٰى أَبِي هُرَيْرَةَ، فَقَالَ : أَنْشُدُكَ اللّٰهَ أَسَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : أَجِبْ عَنِّي، اَللّٰهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ؟ قَالَ : اَللّٰهُمَّ نَعَمْ .

’’(ایک مرتبہ) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، وہ اس وقت مسجد میں اشعار پڑھ رہے تھے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کی طرف ترچھی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ تو سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اس وقت بھی (مسجد میں) اشعار پڑھا کرتا تھا، جب اس مسجد میں آپ سے بہتر ہستی (محمد کریم ﷺ) موجود ہوتی تھی۔ پھر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: کیا آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: (حسان!) میری طرف سے ان مشرکین کو جواب دیں، اے اللہ! ان کی روح القدس کے ساتھ مدد فرما۔؟ تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! جی ہاں (میں نے سنا ہے)۔‘‘

(صحيح البخاري : 453، صحيح مسلم : 2485، واللّفظ لهٗ)

سوال: سورج گرہن لگنے پر کون کون سے اعمال کرنے چاہییں؟

جواب: سورج اور چاند گرہن دو بڑی نشانیاں ہیں، اگر گرہن لگے، تو ذیل اُمور سر انجام دیے جائیں۔

① نمازِ کسوف

② ذکر واستغفار۔

③ دعا اور انابت۔

④ صدقہ وخیرات

⑤ غلاموں کی آزادی (اگر ممکن ہو)

⑥ عذابِ قبر سے پناہ پکڑنا۔

ان کے دلائل ذیل کی احادیث میں ملاحظہ ہوں؛

❀ سیدنا ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا، فَقُومُوا، فَصَلُّوا .

”سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے، یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں۔ جب انہیں گرہن دیکھیں، تو نماز ادا کریں۔“

(صحيح البخارى : 1041، صحيح مسلم : 901)

❀ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ، فَافْزَعُوا إِلٰى ذِكْرِهٖ وَدُعَائِهٖ وَاسْتِغْفَارِهٖ .

''جب سورج گرہن دیکھیں، تو فوراً ذکرِ الٰہی، دعا اور استغفار کی لپک پڑیں۔''

(صحيح البخاري : 1059، صحيح مسلم : 912)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ، فَادْعُوا اللّٰهَ، وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا .

''سورج اور چاند گرہن دیکھ کر اللہ کا ذکر کریں، اس کی بڑائی بیان کریں، نماز پڑھیں اور صدقہ کریں۔''

(صحيح البخاري : 1044، صحيح مسلم :901)

❁ سیدنا محمود بن لبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى الْمَسَاجِدِ .

''گرہن دیکھیں، تو جلدی سے مسجد کا رخ کریں (اور نماز پڑھیں)۔''

(طَبَقات ابن سعد :142/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَتَاقَةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔''

(صحيح البخاري : 1054)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف پڑھائی:

ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

''پھر صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے (اللہ کی) پناہ مانگیں۔''

(صحيح البخاري : 1050، صحيح مسلم : 903)

سوال: ایک آدمی باقاعدگی سے نماز تہجد پڑھتا ہے، اگر ایک آدھ دن بیمار ہو جائے اور نماز تہجد رہ جائے، تو کیا حکم ہے؟

جواب: جو شخص روٹین سے نماز تہجد پڑھتا ہو، اگر بیماری یا کسی اور وجہ سے اس کی نماز تہجد رہ جائے، تو کوئی حرج نہیں، بلکہ اسے اس صورت میں بھی نماز تہجد کا ثواب ملے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم ہے۔

❀ سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ لَيْلَةً أَوْ لَيْلَتَيْنِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو راتیں قیام نہ فرما سکے۔''

(صحيح البخاري : 1124، صحيح مسلم : 1797)

❀ سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا مَرِضَ الْعَبْدُ، أَوْ سَافَرَ، كُتِبَ لَهٗ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا .

''اگر کوئی حالت اقامت یا صحت یابی میں نیک عمل کرتا ہے، اسے بیماری یا سفر میں بھی ویسے ہی اجر ملتا ہے۔''

(صحيح البخاري : 2996)

مسافر اور بیمار کو ہر اس عمل کا اجر ملتا ہے، جو وہ حالت اقامت اور حالت صحت میں کیا کرتا تھا، مگر سفر اور بیماری کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔

سوال: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر اور عالم الغیب ہیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے حاضر وناظر یا عالم الغیب ہونے کا عقیدہ کفریہ وشرکیہ ہے۔اگرکوئی شخص بغیر تاویل کیے یہ عقیدہ رکھے،تو وہ کافر ومشرک ہے۔قرآن وحدیث کی نصوص اس پر دال ہیں۔ائمہ اہل سنت والجماعت نے مسلمانوں کے عقائد مرتب کیے ہیں، عقائد پر کتابیں تصنیف کی ہیں،مگران کتابوں میں کہیں نبی کریم ﷺ کے حاضر ناظر اور عالم الغیب ہونے کا عقیدہ درج نہیں، بلکہ عالم الغیب ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت بتائی گئی ہے۔

❀ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَآءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ: أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟.

”رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے،تو گھر میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نہ ملے،تو فرمایا:(فاطمہ!) آپ کے چچازاد کدھر ہیں؟“

(صحيح البخاري: 441، صحيح مسلم: 2409)

اگر نبی کریم ﷺ حاضر ناظر یا عالم الغیب ہوتے،تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو غیر موجود نہ پاتے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نہ پوچھتے کہ آپ کے چچازاد کہاں ہیں؟ نبی کریم ﷺ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہ پانا اوران کے متعلق پوچھنا اس بات پر بین دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب نہیں ہیں۔

سوال: احناف کے ہاں اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

جواب: علامہ قدوری حنفی رحمہ اللہ (۴۲۸ھ) لکھتے ہیں:

اَلْاِعْتِكَافُ مُسْتَحَبٌّ.

”اعتکاف مستحب عمل ہے۔“

(مختصر القدوري، ص 65)

❁ علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ (۵۹۳ھ) علامہ قدوری رحمہ اللہ کے جواب میں فرماتے ہیں:

اَلصَّحِيحُ أَنَّهٗ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ .

''صحیح بات یہ ہے کہ (اعتکاف مستحب نہیں، بلکہ) سنت مؤکدہ ہے۔''

(الهِداية :129/1)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) نے علامہ قدوری رحمہ اللہ اور صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی رحمہ اللہ کے جواب میں فرماتے ہیں:

الْحَقُّ خِلَافُ كُلٍّ مِنَ الطَّرِيقَيْنِ، بَلِ الْحَقُّ أَنْ يُقَالَ : الِاعْتِكَافُ يَنْقَسِمُ إِلٰى وَاجِبٍ وَهُوَ الْمَنْذُورُ تَنْجِيزًا أَوْ تَعْلِيقًا، وَإِلٰى سُنَّةٍ مُؤَكَّدَةٍ وَهُوَ اعْتِكَافُ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، وَإِلٰى مُسْتَحَبٍّ وَهُوَ مَا سِوَاهُمَا .

''حق بات دونوں باتوں کے خلاف ہے، لہٰذا حق بات یہ ہے کہ اعتکاف کی مختلف اقسام ہیں: ① واجب، یعنی نذر کا اعتکاف، خواہ وہ نذر بغیر کسی شرط کے ساتھ ہو یا کسی شرط کے ساتھ معلق ہو۔ ② سنت مؤکدہ، اس سے مراد رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔ ③ مستحب۔ جو مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ ہو۔''

(فتح القدير : 389/2)

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کی تقسیم بہترین ہے۔

✿ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْلَمُ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافًا أَنَّهٗ مَسْنُونٌ .

''مجھے اس بارے میں کسی عالم کے اختلاف کو نہیں جانتا کہ (رمضان کے آخری عشرہ میں) اعتکاف کرنا مسنون ہے۔''

(فتح الباري لابن حجر : 272/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

✿ یزید بن اصم رحمہ اللہ سے مروی ہے:

سُئِلَ عَلِيٌّ عَنْ قَتْلٰی يَوْمِ صِفِّينَ، فَقَالَ : قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَيَصِيرُ الْأَمْرُ إِلَيَّ وَإِلٰى مُعَاوِيَةَ .

''سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جنگ صفین میں شہید ہونے والوں کی بابت سوال کیا گیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے اور ان کے مقتولین جنت میں ہوں گے اور (جنگ اور اختلافات کا) سارا معاملہ میرے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف پلٹ آئے گا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 37880)

جواب: سند ضعیف ہے۔ یزید بن اصم کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

✿ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَمْ تَصِحَّ رِوَايَتُهٗ عَنْ عَلِيٍّ، وَقَدْ أَدْرَكَهٗ .

''یزید بن اصم کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ثابت نہیں، حالانکہ اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا زمانہ پایا ہے۔''

(سِیَر أعلام النُّبلاء : 517/4)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَرْبَى الرِّبَا الْاِسْتِطَالَةَ فِي عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ .

''سب سے بڑا سود یہ ہے کہ آپ کسی مسلمان بھائی کی عزت پر ناحق زبان درازی کریں۔''

(سنن أبي داود : 4876)

جواب: سند ضعیف ہے۔نوفل بن مساحق کا سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں ہوسکا۔

سوال: پہلی صف مکمل نہیں کی، دوسری بنالی، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نماز درست ہے، مگر پہلی صف کو مکمل کرنا ضروری ہے، پھر دوسری صف بنائی جائے، اسے مکمل کرنے کے بعد تیسری بنائی جائے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا، أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذَلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ أَلْهَبَ فِيهِ نَارًا

''دنیا میں جو تکبر اور شہرت کا پہناوا اختیار کرتا ہے، قیامت کو اللہ اسے ذلت کی پوشاک پہنا کر اسے آگ لگا دیں گے۔''

(سنن أبي داود : 4029، سنن ابن ماجه : 3607)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① مہاجر بن عمرو شامی مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات: ۵/ ۴۲۸" میں ذکر کیا ہے۔

② مہاجر شامی کا سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ.

"(اللہ کے متعلق) اچھا گمان رکھنا بہترین عبادت ہے۔"

(سنن أبي داود: 4993، سنن التّرمذي: 5/3604)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① سمیر بن نہار مجہول ہے۔

❀ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَعْرِفُهُ.

"میں اسے نہیں جانتا۔"

(العِلَل برواية عبد اللّٰه: 983)

❀ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے "مجہول" کہا ہے۔

(سوالات البَرقاني: 212)

اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے "الثقات: ۴/ ۳۴۶" میں ذکر کیا ہے۔

② سمیر بن نہار کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

سوال: زبان پر زخم ہے، کیا روزے کی حالت میں منہ میں دوائی رکھی جاسکتی ہے؟

جواب: حالت روزہ میں زبان کے زخم پر دوائی لگائی جاسکتی ہے، بشرطیکہ دوائی کو حلق سے نیچے نہ اترنے دیا جائے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَا أُحْصِي يَتَسَوَّكُ وَهُوَ صَائِمٌ.

”میں نے نبی کریم ﷺ کو بے شمار مرتبہ دیکھا، آپ ﷺ روزے کی حالت میں مسواک کرتے تھے۔“

(سنن أبي داود : 2364، سنن التّرمذي : 725)

جواب: سند سخت ضعیف ہے، عاصم بن عبید اللہ بن عاصم عمری سیء الحفظ ہونے کی وجہ سے ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔

سوال: ایک شخص نے رمضان میں حالت روزہ میں زنا کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسے شخص کو خدا کا خوف کرنا چاہیے اور اس کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے، وہ توبہ کرے اور روزے کا کفارہ ادا کرے اور رمضان کے بعد اس روزے کی قضا بھی دے۔

سوال: کیا سرخی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: سرخی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

سوال: لڑکی دل کی مریضہ ہے، کیا اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: اگر طرفین کو کوئی اعتراض نہیں، تو نکاح ہوسکتا ہے۔

سوال: ایک شخص کو جگر کا کینسر ہے، کیا اس سے نکاح ہو سکتا ہے؟

جواب: ایسے شخص سے نکاح درست نہیں۔

سوال: نماز تراویح مسجد میں پڑھی جائے یا گھر میں؟

جواب: اس دور میں نماز تراویح مسجد میں پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ انسانوں میں حد درجہ سستی آ گئی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ گھر میں تراویح پڑھنے کے لیے رکا اور نہ پڑھ سکا اور سو یا رہ گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ باجماعت نماز میں اہتمام ہو جاتا ہے، جو کہ اکیلے پڑھنے میں نہیں ہو پاتا۔ اسی طرح قرآن کریم سنا جاتا ہے، اکیلے میں ایسا نہیں۔ اہل علم نے شرعی نصوص مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات کی ہے کہ ہمارے زمانہ میں نماز تراویح مسجد میں پڑھنا افضل ہے اور گھر میں پڑھنا جائز۔

❁ علامہ سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۶ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ الْعُلَمَاءَ بَعْدَ مَا صَارَ قِيَامُ رَمَضَانَ فِي الْمَسَاجِدِ مِنْ شِعَارِ الْإِسْلَامِ يَرَوْنَ أَنَّهٗ فِي الْمَسْجِدِ أَفْضَلُ .

"جب سے قیام اللیل مساجد میں ادا کرنا اسلام کا شعار بنا ہے، اس کے بعد اہل علم سمجھتے ہیں کہ نماز تراویح مسجد میں پڑھنا افضل ہے۔"

(حاشية السّندي على صحيح البخاري :185/1)

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرما لیتے تھے؟

جواب: ایک صاع پانی سے غسل ممکن ہے اور رسول اللہ ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرما لیتے تھے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک صاع پانی سے غسل کرنا ممکن نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے غسل فرمایا ہے۔

❁ امام ابو جعفر باقر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّهُ كَانَ عِنْدَ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ هُوَ وَأَبُوهُ وَعِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَأَلُوهُ عَنِ الْغُسْلِ، فَقَالَ : يَكْفِيكَ صَاعٌ، فَقَالَ رَجُلٌ : مَا يَكْفِينِي، فَقَالَ جَابِرٌ : كَانَ يَكْفِي مَنْ هُوَ أَوْفٰى مِنْكَ شَعَرًا، وَخَيْرٌ مِّنْكَ، ثُمَّ أَمَّنَا فِي ثَوْبٍ .

”وہ (ابو جعفر باقر) اور آپ رحمہ اللہ کے والد سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے تھے، جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے غسل کے متعلق پوچھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کو ایک صاع پانی کفایت کرے گا۔ تو ایک شخص کہنے لگا: مجھے تو ایک صاع ناکافی ہے۔ تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مقدار اس ہستی کو کافی رہی ہے، جن کے آپ سے زیادہ لمبے بال تھے اور ان کی ہستی آپ سے کہیں بہتر تھی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک کپڑے میں نماز پڑھا دی۔“

(صحيح البخاري : 252، صحيح مسلم : 329)

سوال: ایک عورت سے نکاح ہوا، رخصتی نہیں ہوئی، کیا اس کا محرم بن کر ساتھ حج پر جا سکتا ہے؟

جواب: نکاح ہو گیا، تو اس کے ساتھ حج پر جا سکتا ہے۔

سوال: جس عورت سے منگنی ہوئی ہے، کیا وہ محرم کی موجودگی میں منگیتر کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے؟

جواب: بغیر ضرورت منگیتر کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔

سوال: کسی کو دعا کے لیے کہا، تو وہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرے یا بغیر ہاتھ اٹھائے بھی دعا کر سکتا ہے؟

جواب: دعا کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے ہاتھ اٹھائے جائیں، تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا میں سے ہے، ہاتھ اٹھائے بغیر بھی دعا کی جا سکتی ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا:

أُدْعُ اللّٰهَ لَنَا، فَرَفَعَ يَدَيْهِ .

''ہمارے لیے دعا فرما دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا لیے۔''

(صحيح البخاري : 933، صحيح مسلم : 897)

سوال: کیا ایسے گناہ بھی ہیں، جن کی سزا قیامت سے پہلے ملتی ہو، یا تمام گناہوں کی سزا روز قیامت ہی دی جائے گی؟

جواب: بعض گناہوں کی سنگینی ایسی ہے کہ ان کی سزا کا معاملہ مرنے کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے، جسے عذاب قبر کہتے ہیں۔ ان گناہوں کی سزا قیامت تک ملتی رہے گی۔ یہ کئی گناہ ہیں، بعض گناہوں کا انجام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا دیا گیا، جھوٹ، بدعملی، زنا اور سود خوری ایسے سنگین جرائم ہیں، جن کی وجہ سے عذاب قبر ہوتا ہے۔

❁ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خواب کے احوال بیان فرمائے کہ فرشتوں نے کہا:

أَمَّا الَّذِي رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ، فَكَذَّابٌ يُحَدِّثُ بِالْكَذْبَةِ، فَتُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهُ يُشْدَخُ رَأْسُهُ، فَرَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ، فَنَامَ

عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ بِالنَّهَارِ، يُفْعَلُ بِهٖ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالَّذِي رَأَيْتَهٗ فِي الثَّقْبِ فَهُمُ الزُّنَاةُ، وَالَّذِي رَأَيْتَهٗ فِي النَّهَرِ آكِلُوا الرِّبَا .

”(اے نبی!) جس شخص کو آپ نے دیکھا ہے کہ اس کی باچھیں چیری جا رہی تھیں، یہ نہایت جھوٹا شخص ہے، جو جھوٹی بات کرتا تھا اور اس سے جھوٹی بات (افواہ) نقل ہو کر چہار سو پھیل جاتی تھی، لہٰذا اس کے ساتھ یہ سلوک قیامت تک ہوتا رہے گا۔ جس شخص کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا تھا، یہ وہ شخص ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سکھایا، وہ رات بھر اس سے سویا رہا اور دن میں بھی اس پر عمل پیرا نہ ہوا، اس لیے اس کے ساتھ قیامت تک یہ سلوک کیا جائے گا۔ جنہیں آپ نے (آگ کے) گڑھے میں دیکھا ہے، وہ زانی (مرد اور عورتیں) ہیں، اسی طرح جسے آپ نے (خون اور پیپ کی) نہر میں دیکھا، وہ سود خور ہے۔“

(صحیح البخاري : 1386)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۴۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا وضو کرنے سے شیطانی اثرات دور ہوتے ہیں؟

جواب: وضو عبادت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، گناہوں کی معافی اور درجات کی بلندی ہوتی ہے، طہارت نصیب ہوتی ہے۔ اس کے کئی ظاہری و باطنی فوائد ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ شیطانی اثرات وجود انسانی سے دور ہوتے ہیں۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ إِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ، يَضْرِبُ كُلَّ عُقْدَةٍ، عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيلٌ، فَارْقُدْ، فَإِنِ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ تَوَضَّأَ، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَإِنْ صَلّٰى، انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ.

”انسان جب سو جاتا ہے، تو شیطان اس کے سر کی پچھلی جانب تین گرہیں لگا دیتا ہے، ہر گرہ پر یہ پھونکتا ہے کہ سو جا! لمبی رات ہے۔ اگر وہ جاگ کر ذکر کرنے لگے، تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ وضو کرے، تو دوسری اور نماز پڑھ لے، تو تیسری بھی کھل جاتی ہے۔ پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش ہوتا ہے، ورنہ سستی

وکاہلی اس پر چھائی رہتی ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 1142، صحيح مسلم : 776)

سوال: کیا فرض نماز کو وقت سے مؤخر کرنے پر عذاب قبر ہوتا ہے؟

جواب: جو شخص جان بوجھ نماز کو مقرر وقت سے موخر کر دے اور نماز کا وقت فوت ہو جائے، اسے عذاب قبر ہوتا ہے۔ خاص طور پر نماز عشاء اور نماز فجر کے اوقات میں غفلت کی نیند سویا رہے اور بغیر عذر انہیں وقت سے لیٹ کر دے، تو وہ عذاب قبر کا مستحق ہے۔

❀ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خواب کے متعلق فرمایا:

أَمَّا الَّذِي يُثْلَغُ رَأْسُهُ بِالْحَجَرِ، فَإِنَّهُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ، فَيَرْفِضُهُ، وَيَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ .

’’جس شخص کا پتھر سے سر کچلا جا رہا تھا، وہ قاری کا عالم ہے، جس نے قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیا اور (بغیر عذر شرعی کے) فرض نماز (عشاء یا فجر یا دونوں) سے سویا رہا۔‘‘

(صحيح البخاري : 1143)

سوال: کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرعہ ڈالنا ثابت ہے؟

جواب: قرعہ ڈالنا جائز اور مشروع ہے، اس پر قرآن وحدیث کے متعدد دلائل ہیں۔ اس کی مشروعیت پر اہل حق کا اجماع ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انصار و مہاجرین کے مابین مواخاۃ قائم کی، تو انصار نے اپنے مال و دولت میں مہاجرین کو برابر حصہ دار بنا لیا اور قرعہ کے ذریعے تقسیم کی۔

❀ انصاری خاتون اُم علاء رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی:

إِنَّهُمُ اقْتَسَمُوا الْمُهَاجِرِينَ قُرْعَةً .

''انصار نے مہاجرین کے ساتھ قرعہ کے ذریعے (مال و دولت، رہائشوں اور سامانِ ضرورت کو) تقسیم کیا ہے۔''

(صحيح البخاري : 7003)

سوال: اگر کسی نے قبرستان میں نماز پڑھ لی، تو کیا حکم ہے؟

جواب: قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر کسی نے نماز پڑھ لی، تو وہ گناہ گار رہو گا، البتہ اس کی نماز صحیح ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

سوال: سجدہ تلاوت کا کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ تلاوت مشروع سنت ہے، جمہور اہل علم کا یہی مؤقف ہے۔ احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ اس پر دلیل ہیں۔

❀ علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

سُجُودُ الْقُرْآنِ سُنَّةٌ عِنْدَ الْكُلِّ، إِلَّا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ، فَإِنَّهَا وَاجِبَةٌ عِنْدَهُ .

''سبھی علما کے نزدیک قرآن کے سجدے سنت ہیں، سوائے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے، ان کے نزدیک یہ سجدے واجب ہیں۔''

(شرح تراجم أبواب البخاري، ص 27)

سوال: کیا نماز تہجد میں چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا ثابت ہے؟

جواب: رات کی نفل نماز چار رکعات کو ایک سلام سے پڑھنا ثابت نہیں۔ اس

بارے میں جس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے، وہ اس مسئلہ میں واضح نہیں، ملاحظہ ہو؛

❀ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں، انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں نماز کیسی تھی؟ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهٖ عَلٰى إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا، فَلَا تَسَئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ؟ فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ، إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھتے تھے، چار رکعت پڑھتے، ان کا حسن اوران کی طوالت مت پوچھئے، پھر چار رکعت پڑھتے، طوالت اور حسن میں مثالی، پھر تین وتر پڑھتے۔ میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔''

(صحيح البخاري : 1147، صحيح مسلم : 125/738)

اس حدیث کی وضاحت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

(صحيح مسلم : 736)

لہٰذا جو لوگ رات کی نفل نماز چار رکعت ایک سلام سے پڑھنے کے قائل ہیں، ان کے

پاس کوئی دلیل نہیں۔ اہل علم نے ان لوگوں کا رد کیا ہے، جو رات کی نماز کو چار رکعت ایک سلام سے پڑھنا مسنون سمجھتے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں۔

❁ علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

«ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا» ...... مَعْنَاهُ يُصَلِّي أَرْبَعًا بِتَسْلِيمَتَيْنِ.

''پھر چار رکعت پڑھتے۔'' اس کا معنی ہے کہ چار رکعت دو سلام کے ساتھ ادا کرتے۔''

(شرح تراجم أبواب البخاري، ص 28)

سوال: نماز مغرب کی دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر کلام بھی کر لیا، بعد میں معلوم ہوا کہ ایک رکعت رہ گئی ہے، اب کیا کرے؟

جواب: مذکورہ صورت میں مزید ایک رکعت پڑھ لے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ اس دوران اگر کلام ہو گیا ہے، تو کوئی حرج نہیں، اس سے پہلی نماز باطل نہیں ہوتی۔ اس پر صحیح احادیث اور آثار دلالت کناں ہیں۔

❁ سعد بن ابراہیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ صَلَّى مِنَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ، فَسَلَّمَ وَتَكَلَّمَ، ثُمَّ صَلَّى مَا بَقِيَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

''میں نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کو دیکھا، آپ نے نماز مغرب کی دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا، اس دوران گفتگو بھی کر لی، بعد میں باقی ایک رکعت پڑھا دی اور آخر میں دو سجدہ سہو کر لیے۔''

(صحيح البخاري، تحت الحديث: 1227، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: نماز عصر کے بعد دو رکعت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

جواب: نماز عصر کے بعد دو رکعت مشروع و مستحب ہیں۔ یہ سنت مہجورہ اور متروکہ ہے۔ اس کا احیاء کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نماز عصر کے بعد دو رکعت کا ثبوت ہے۔

سوال: دو بندے با جماعت نماز پڑھ رہے ہیں، تیسرا شخص آ گیا، تو کیا کرے؟

جواب: دو بندوں کی جماعت ہو رہی ہے، تیسرا آ جائے، تو امام آگے کھڑا رہے اور مقتدی الٹے پاؤں پیچھے پلٹ آئے اور دونوں مقتدی امام کے پیچھے صف بنالیں۔

❁ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کرا رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے، تو:

ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى وَرَاءَهٗ.

''سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ الٹے پاؤں پیچھے کو پلٹ آئے۔''

(صحيح البخاري: 1201)

اگر امام کے پیچھے جگہ نہ ہو اور آگے جگہ ہو، تو امام آگے ہو سکتا ہے۔

سوال: اذان سن کر شیطان کا بھاگنا اور گوز مارنا حقیقی ہوتا ہے یا یہاں مجاز ہے؟

جواب: صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اذان کی آواز سن کر شیطان بھاگ نکلتا ہے اور پاد مارتا ہے اور وہاں تک بھاگ جاتا ہے، جہاں اسے اذان کی آواز سنائی نہ دے۔ اذان مکمل ہونے کے بعد دوبارہ لوٹ آتا ہے اور نمازیوں کو وسوسے ڈالتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ

التَّأْذِينَ .

”نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے، تو شیطان گوز مارتا ہوا اتنی دور چلا جاتا ہے، جہاں سے اذان کی آواز سنائی نہ دے سکے۔“

(صحيح البخاري : 608، صحيح مسلم : 389)

شیطان کا بھاگنا اور گوز مارنا حقیقتاً ہوتا ہے، اسے مجاز پر محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، نہ اس پر کوئی دلیل ہے۔ جب تک الفاظ کو حقیقتاً پر محمول کرنا محال نہ ہو، تب تک مجاز کی طرف جانا جائز نہیں۔ سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ اسلاف اُمت اسے مجاز پر محمول نہیں کرتے، بلکہ اسے ظاہری اور حقیقی معنی پر ہی محمول کرتے ہیں، ہمیں بھی اسلاف کے علم پر بھروسا کرنا چاہیے، اسی میں عافیت ہے، یہی احکم واسلم ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ .

”اپنے مریضوں کو کھانے پر مجبور مت کریں، کیونکہ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کھلا پلا دیتا ہے۔“

(سنن التّرمذي : 2040، سنن ابن ماجه : 3444)

جواب: سند ضعیف ہے۔ بکر بن یونس بن بکیر ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔

اس روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”حسن“ (ضعیف) کہا ہے۔

❀ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ .

''یہ حدیث باطل ہے۔''

(عِلَل الحديث : 2216)

❁ حافظ ابن القطان رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' کہا ہے۔

(بَيان الوَهم والإيهام : 818/5)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ جِدًّا .

''اس کی سند سخت ضعیف ہے۔''

(خلاصة الأحكام : 921/2)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُكْرِهُوا مَرْضَاكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ .

''اپنے مریضوں کو کھانے پر مجبور مت کریں، کیونکہ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کھلا پلا دیتا ہے۔''

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 73/3، الكامل لابن عدي : 354/6)

❁ باطل روایت ہے۔

عبد الوہاب بن نافع عامری ضعیف ومنکر الحدیث ہے۔ اس کی امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے روایت باطل ہوتی ہے۔

❁ امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ لَهُ أَصْلٌ مِنْ حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَا رَوَاهُ ثِقَةٌ عَنْهُ، وَلَهُ رِوَايَةٌ

مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ فِيهِ لِينٌ أَيْضًا .

''اس روایت کی امام مالک رحمہ اللہ کی حدیث میں کوئی اَصل نہیں، کسی ثقہ راوی نے امام مالک رحمہ اللہ سے یہ روایت نقل نہیں کی۔ اس کی ایک اور بھی سند ہے، اس میں بھی ضعف ہے۔''

(الضّعفاء الكبير : 73/3)

عبدالوہاب بن نافع کی متابعت علی بن قتیبہ رفاعی نے کی ہے۔ وہ بھی ضعیف اور غیر معتبر راوی ہے۔ اس کی امام مالک رحمہ اللہ سے روایت باطل ہے۔

❁ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''باطل'' کہا ہے۔

(الكامل في ضعفاء الرجال : 355/6)

سوال: درج ذیل روایت کی استنادی حیثیت کیا ہے؟

❁ سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ أَخِيهِ بِالْغِيبَةِ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ

''جو کسی مسلمان کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کرتا ہے، اللہ پر حق ہے کہ وہ اسے جہنم سے آزاد کر دے۔''

(مسند الإمام أحمد : 461/6)

جواب: سند ضعیف ہے۔ عبید اللہ بن ابی زیاد قداح ضعیف ہے۔

سوال: دجال کہاں سے نکلے گا؟

جواب: دجال کا ظہور شام اور عراق کے درمیان علاقے سے ہوگا اور دائیں بائیں

بھی جائے گا۔

❁ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّأْمِ وَالْعِرَاقِ، فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالًا، يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوا .

''دجال شام اور عراق کے درمیانی علاقہ کی جانب سے ظاہر ہونے والا ہے، وہ دائیں اور بائیں جائے گا، اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔''

(صحيح مسلم : 2937)

تنبیہ:

❁ کعب احبار رحمہ اللہ سے مروی ہے:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ مِنَ الْعِرَاقِ .

''دجال عراق سے نکلے گا۔''

(مصنّف عبد الرزّاق : 21908، ط دار التأصيل)

سند ضعیف ہے۔ عبدالرزاق کا عنعنہ ہے۔

سوال: دوران خطبہ مسجد میں داخل ہوا، کیا کرے؟

جواب: دوران خطبہ مسجد میں داخل ہوا، تو دو رکعت پڑھے، پھر بیٹھے۔ یہ دو رکعت مستحب و مشروع ہے۔ بغیر دو رکعت پڑھے بیٹھ جانا مکروہ اور سنت کی مخالفت ہے۔ اس پر متعدد احادیث اور آثار ہیں۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

جَاءَ سُلَيْكٌ الْغَطَفَانِيُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَجَلَسَ، فَقَالَ لَهُ : يَا سُلَيْكُ، قُمْ فَارْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَتَجَوَّزْ فِيهِمَا، ثُمَّ قَالَ : «إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ، وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا»

''رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سلیک! کھڑے ہو کر دو مختصر رکعت ادا کیجیے۔ پھر فرمایا: جمعہ کے دن خطبہ کے دوران آنے والا دو مختصر رکعت پڑھ کر بیٹھے۔''

(صحيح البخاري : 1166؛ صحيح مسلم : 875، واللّفظ لهٗ)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (٦٧٦ھ) فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا صَرِيحَةٌ فِي الدَّلَالَةِ لِمَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ وَإِسْحَاقَ وَفُقَهَاءِ الْمُحَدِّثِينَ أَنَّهُ إِذَا دَخَلَ الْجَامِعَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ اسْتُحِبَّ لَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ تَحِيَّةَ الْمَسْجِدِ وَيُكْرَهُ الْجُلُوسُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَهُمَا .

''یہ تمام احادیث امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ اور فقہائے محدثین کے مذہب پر صریح دلیل ہیں کہ اگر کوئی دوران خطبہ مسجد میں داخل ہو، تو اس کے لیے تحیۃ المسجد کی دو رکعت ادا کرنا مستحب ہے اور اس کے لیے دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھ جانا مکروہ ہے۔''

(شرح مسلم : 164/6)

سوال: کیا قبر پر نماز جنازہ پڑھنا نبی کریم ﷺ کا خاصہ ہے؟

جواب: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا

خاصہ نہیں، کسی بھی سنت کو بغیر دلیل نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں۔ یہ نصوص محدثین کے واسطہ سے اُمت تک پہنچی ہیں۔ محدثین نے جہاں نصوص کو لفظی تحریف سے بچایا ہے، وہیں معنوی تحریف سے محفوظ رکھا ہے۔

محدثین عظام سب سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول کی مراد کو پانے والے تھے، لہٰذا محدثین کی بات مبنی برحق ہے۔ محدثین عظام نے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کو نبی کریم ﷺ کا خاصہ قرار نہیں دیا، بلکہ اسے پوری اُمت کے لیے مشروع سمجھا ہے، بلکہ جو اسے نبی کریم ﷺ کا خاص کہتے ہیں، ان کا رد کیا۔

نبی کریم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبر پر نماز جنازہ پڑھنا اور نبی کریم ﷺ کے بعد بھی صحابہ کا قبر پر نماز جنازہ پڑھنا دلیل ہے کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اُمت کے لیے بھی مشروع اور جائز ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت (یا مرد) مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے اُسے گم پایا، تو اس کے بارے میں دریافت کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ عورت فوت ہوگئی ہے، فرمایا: آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کی؟ گویا صحابہ نے اس کے معاملہ کو معمولی سمجھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

دُلُّونِي عَلٰى قَبْرِهٖ، فَدَلُّوْهُ، فَصَلّٰى عَلَيْهَا .

''مجھے اس کی قبر بتائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی قبر کے متعلق بتایا، تو آپ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ ادا کی۔''

(صحيح البخاري : 1337، صحيح مسلم : 956)

❁ سیدنا یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے

ساتھ باہر نکلے۔ بقیع میں پہنچے، تو اچانک ایک قبر نظر آئی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں سوال کیا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ فرمایا: آپ نے مجھے اس کے بارے میں اطلاع کیوں نہیں کی؟ صحابہ نے عرض کیا: آپ روزے کی حالت میں تھے اور دوپہر کو آرام فرما رہے تھے۔ فرمایا:

لَا تَفْعَلُوا لَا أَعْرِفَنَّ مَا مَاتَ مِنْكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ إِلَّا آذَنْتُمُونِي بِهٖ، فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ رَحْمَةٌ قَالَ : ثُمَّ أَتَى الْقَبْرَ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ، وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا .

”آئندہ ایسا نہ کرنا، جب تک میں آپ کے درمیان موجود ہوں، میرے علم میں یہ نہ آئے کہ کوئی فوت ہوا ہے اور آپ نے مجھے اطلاع نہیں کی، کیونکہ میرا نماز جنازہ پڑھنا اس کے لیے باعث رحمت ہے۔ پھر آپ ﷺ قبر پر آئے۔ ہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنائیں۔ آپ ﷺ نے اس پر چار تکبیریں کہیں۔“

(مسند الإمام أحمد : 388/4، سنن النّسائي : 2024، المُستدرك للحاكم : 591/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۰۸۷) نے ”صحیح“ کہا ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (۳۵۴ھ) فرماتے ہیں:

”فرمانِ نبوی: فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِمْ رَحْمَةٌ ”میرا نماز جنازہ ادا کرنا فوت ہونے والوں کے لیے رحمت کا باعث ہے۔“ اس سے بعض لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا جائز نہیں، حالانکہ علت وہ نہیں ہے، جو بعض لوگوں کے وہم میں آئی ہے کہ یہ طریقہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے،

امت کے لیے نہیں، کیونکہ اگر ایسے ہوتا، تو نبیٔ اکرم ﷺ صحابہ کرام کو اپنے پیچھے صفیں بنانے اور اپنے ساتھ قبر پر نماز پڑھنے سے منع فرما دیتے۔ آپ ﷺ کا قبر پر نماز جنازہ ادا کرنے والوں کو نہ روکنا توفیقِ الٰہی سے نوازے ہوئے لوگوں کے لیے واضح دلیل ہے کہ یہ کام آپ ﷺ اور آپ کی امت سب کے لیے جائز ہے۔''

(صحيح ابن حبان : 7/357)

❁ علامہ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی حنفی رحمہ اللہ (۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ هٰهُنَا قَدْ أَخَذَ الْخُصُوصَ مَنِ ادَّعٰى ذٰلِكَ، وَهُوَ دَلَالَةٌ غَيْرُ قَوِيَّةٍ .

''جنہوں نے خصوصیت کا دعویٰ کیا ہے، انہوں نے یہاں سے دلیل لی ہے، لیکن یہ استدلال قوی نہیں ہے۔''

(حاشية السّندي على سنن النّسائي : 85/4

❁ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تُوُفِّيَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ فِي مَنْزِلٍ كَانَ فِيهِ، فَحَمَلْنَاهُ عَلٰى رِقَابِنَا سِتَّةَ أَمْيَالٍ إِلٰى مَكَّةَ وَعَائِشَةُ غَائِبَةٌ، فَقَدِمَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ : أَرُونِي قَبْرَهٗ فَأَرُوهَا فَصَلَّتْ عَلَيْهِ .

''عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنے گھر میں فوت ہو گئے۔ ہم انہیں مکہ کی طرف چھ میل اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے گئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سفر میں تھیں۔ وہ اس کے بعد تشریف لائیں، تو فرمایا: مجھے ان کی قبر دکھائیں۔ لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر دکھائی، تو آپ نے ان پر نماز جنازہ ادا کی۔''

(مُصنّف ابن أبي شيبة : 360/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

تُوُفِّيَ عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ، وَابْنُ عُمَرَ غَائِبٌ فَقَدِمَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِثَلَاثٍ، قَالَ: فَقَالَ: أَرُونِي قَبْرَ أَخِي، فَأَرُوهُ فَصَلّٰى عَلَيْهِ.

''عاصم بن عمر فوت ہوئے تو سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما موجود نہیں تھے۔آپ تین دن بعد تشریف لائے،تو فرمایا: مجھے میرے بھائی کی قبر دکھائیں۔لوگوں نے قبر دکھائی،تو آپ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ ادا کی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 360/3، وسندہٗ صحيحٌ)

❁ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

مَا عَلِمْنَا أَحَدًا مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ عَلٰى قَبْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا نَهَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ، وَلَا رَسُولُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَالْمَنْعُ مِنْ ذٰلِكَ بَاطِلٌ، وَالصَّلَاةُ عَلَيْهِ فِعْلُ خَيْرٍ، وَالدَّعْوٰى بَاطِلٌ إِلَّا بِبُرْهَانٍ.

''ہم کسی ایک صحابی کو بھی نہیں جانتے،جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر نماز جنازہ سے منع کیا ہو۔ نہ اللہ تعالیٰ نے قبر پر نماز جنازہ سے روکا، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے،لہٰذا اس سے روکنا باطل ہے۔قبر پر نماز جنازہ ادا کرنا کارِ خیر ہے۔کوئی بھی دعویٰ دلیل کے بغیر باطل ہی ہوتا ہے۔''

(المُحلّٰى بالآثار : 141/5)

❁ عبداللہ بن عون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام محمد بن سیرین تابعی رحمہ اللہ

کے ساتھ تھا۔ ہم ایک جنازہ ادا کرنا چاہتے تھے۔ وہ ہم سے پہلے ہی ادا کر دیا گیا، یہاں تک کہ میت کو دفن بھی کر دیا گیا تھا۔ اس پر امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا:

تَعَالِ حَتّٰى نَصْنَعَ كَمَا صَنَعُوا، قَالَ: فَكَبَّرَ عَلَى الْقَبْرِ أَرْبَعًا.

''آیئے، ہم بھی اسی طرح (نماز جنازہ ادا) کریں، جیسے انہوں نے کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے قبر پر (نماز جنازہ ادا کرتے ہوئے) چار تکبیریں کہیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة: 360/3، وسندهٗ صحيحٌ)

احادیث صحیحہ، آثار صحابہ و تابعین اور فہم سلف سے ثابت ہوا کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور اُمت کے لیے مشروع ہے۔

سوال: حیض اور طہر کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

جواب: حیض اور طہر کی مدت مقرر نہیں، یہ عورت کے احوال و ظروف پر ہے۔

❀ انس بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

اسْتُحِيضَتِ امْرَأَةٌ مِّنْ آلِ أَنَسٍ، فَأَمَرُونِي، فَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: أَمَّا مَا رَأَتِ الدَّمَ الْبَحْرَانِيَّ؛ فَلَا تُصَلِّي، وَإِذَا رَأَتِ الطُّهْرَ، وَلَوْ سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ، فَلْتَغْتَسِلْ وَتُصَلِّي.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی آل سے ایک عورت کو استحاضہ کا عارضہ لاحق ہوا۔ انہوں نے مجھے حکم دیا، میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا۔ تو فرمایا: جب تک حیض کا خون دیکھے، نماز سے رُکی رہے، جب طہر دیکھے، اگرچہ دن کی ایک گھڑی ہی ہو، تو غسل کر کے نماز ادا کرے۔''

(مُصنّف ابن أبي شَيْبة: 127/1، وسندهٗ صحيحٌ)

معلوم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک طہر کی کم سے کم مدت مقرر نہیں۔
ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ عورت کو دن کے ایک حصہ میں خون آنا بند ہو جائے اور وہ پوری طرح پاک ہو جائے اور بعد میں اس کا خون جاری ہو جائے۔ اس دوران اس پر غسل کر کے نماز پڑھنا فرض ہے، بشرطیکہ وہ اچھی طرح پاک ہو جائے، کیونکہ ایسا ممکن ہے ایک عورت کو مہینہ کئی بار حیض آئے۔ وہ جتنی بار حیض سے پاک ہوگئی، تو اس مدت کے دوران اس پر غسل کر کے نماز پڑھنا فرض ہے۔

سوال: کیا دو ماہ کا حمل ساقط ہونے پر آنے والا خون نفاس کا ہوگا؟

جواب: اسقاطِ حمل (Miscarriage) کی صورت میں دیکھنا ہوگا کہ حمل واضح ہے یا نہیں۔ اگر واضح ہے، تو خون نفاس کا ہی ہوگا۔ حمل نوے دن میں واضح ہو جاتا ہے۔ حمل واضح نہیں، تو خون نفاس کا نہیں۔

سوال: اگر عورت حالت حیض میں طلاق لینا چاہے، تو کیا اسے حالت حیض میں طلاق دینا جائز ہے؟

جواب: حالت حیض میں طلاق دینا گناہ ہے، اسے چاہیے کہ طہر تک طلاق دینے سے رکا رہے، خواہ عورت طلاق کا مطالبہ کرے یا نہ کرے۔ البتہ اگر حالت حیض میں طلاق دے دی، تو وہ واقع ہو جائے گی۔

سوال: کیا اپنے نیک اعمال کو بطور وسیلہ پیش کرنا جائز ہے؟

جواب: تین طرح کا وسیلہ دینا جائز ہے۔

① اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کا

② اپنے نیک وصالح اعمال کا۔

③ کسی زندہ صالح مؤحد سے دعا کا۔

ان کے دلائل کتاب وسنت میں وافر ہیں۔

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي فَقَالَتْ : اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ، وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلٰى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هٰذَا الْكَافِرَ فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ .

”سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا وضو کر کے نماز کے لئے کھڑی ہوگئیں، دعا کی کہ اللہ! میں آپ پر اور آپ کے نبی پر ایمان لائی ہوں اور سوائے اپنے خاوند کے میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی ہے، اس کافر کو مجھ پہ غالب نہ کیجئے گا۔تو وہیں اس کا گلا دبوچ لیا گیا اور وہ مارے تکلیف کے زمین پہ پاؤں مارنے لگا۔“

(صحيح البخاري : 2217، فضائل الصّحابة للنّسائي : 268)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال کا وسیلہ دینا جائز ہے۔

سوال: ایک شخص نے نماز شروع کی، اس کے سامنے اس کا قیمتی سامان پڑا ہے، چور آیا اور اسے لے کر بھاگنے لگا، اب وہ کیا کرے؟

جواب: اگر وہ نماز کے دوران مزاحمت کر کے قیمتی سامان محفوظ کرسکتا ہے، تو وہ ایسا کرسکتا ہے، اگر اسے نماز توڑنا پڑے، تو وہ نماز توڑ بھی سکتا ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں، البتہ وہ بعد میں نماز کو اعادہ کرلے۔

❁ ازرق بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا بِالْأَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُورِيَّةَ، فَبَيْنَا أَنَا عَلٰى جُرُفِ نَهَرٍ إِذَا

رَجُلٌ يُصَلِّي، وَإِذَا لِجَامُ دَابَّتِهِ بِيَدِهِ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهُ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا -قَالَ شُعْبَةُ: هُوَ أَبُو بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ، قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ وَإِنِّي غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّ غَزَوَاتٍ -أَوْ سَبْعَ غَزَوَاتٍ- وَثَمَانِيَ وَشَهِدْتُ تَيْسِيرَهُ، وَإِنِّي إِنْ كُنْتُ أَنْ أُرَاجِعَ مَعَ دَابَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَدَعَهَا تَرْجِعُ إِلٰى مَأْلَفِهَا فَيَشُقُّ عَلَيَّ.

''ہم اہواز نامی جگہ پر خوارج کے ساتھ جنگ کر رہے تھے۔ میں دریا کے کنارے پر تھا۔ دیکھا کہ ایک آدمی اپنی سواری کی لگام ہاتھ میں تھامے نماز پڑھ رہا ہے۔ اسی اثنا میں اس کی سواری حرکت کرنے لگی، تو وہ بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ (راوی حدیث) شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ شخص سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہیں دیکھ کر ایک خارجی کہنے لگا: اللہ! تو اس بوڑھے کے ساتھ ایسا ایسا کر دے۔ (بددعائیں دینے لگا)۔ جب وہ بزرگ صحابی نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا: میں نے تمہاری بات سن لی ہے، دراصل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چھ سات یا آٹھ جنگوں میں شریک ہوا ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (لوگوں کو دی گئی) سہولت اور آسانی کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس لیے مجھے اپنی سواری کے ہمراہ رہنا اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اسے چھوڑ دوں اور وہ اپنی چراہ گاہ میں یا گھر چلی جائے، پھر مجھے (واپس

جانے کے لیے) مشقت اٹھانی پڑے۔''

(صحيح البخاري: 1211)

معلوم ہوا کہ اگر دوران نماز اپنے مال کی حفاظت کے لیے مزاحمت کرنا پڑے اور ایک دو قدم حرکت کرنا پڑے، تو اس میں حرج نہیں، نقصان سے بچنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔

❀ معمر بن راشد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلْتُهُ قَالَ : قُلْتُ : الرَّجُلُ يُصَلِّي فَيَرٰى صَبِيًّا عَلٰى بِئْرٍ يَتَخَوَّفُ أَنْ يَسْقُطَ فِيهَا، أَيَنْصَرِفُ؟ قَالَ : نَعَمْ، قُلْتُ : فَيَرٰى سَارِقًا يُرِيدُ أَنْ يَأْخُذَ بَغْلَتَهٗ؟ قَالَ : يَنْصَرِفُ .

''میں نے امام قتادہ بن دعامہ رحمہ اللہ سے سوال کیا: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے، اس دوران اس نے دیکھا کہ ایک بچہ کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھا ہے، تو اسے خدشہ ہوا کہ وہ کنوئیں میں گر جائے گا، کیا وہ نماز توڑ سکتا ہے؟ قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جی ہاں۔ میں نے عرض کیا: اگر کوئی نمازی (دوران نماز) کسی چور کو دیکھے، جو اس کا خچر چوری کرنا چاہ رہا ہے، تو (کیا وہ نماز ترک کر کے چور کے پیچھے بھاگ سکتا ہے)؟ فرمایا: وہ نماز چھوڑ سکتا ہے۔''

(مصنّف عبد الرزّاق: 3291، تغليق التّعليق لابن حجر: 445/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❀❀❀❀❀❀❀

فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۵۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا انسان اپنی کسی نیکی سے نجات کی اُمید لگا سکتا ہے؟

جواب: یقیناً توحید خالص کے بعد ہر نیکی ہی کارآمد ہے، جو جنت میں جانے اور درجات کی بلندی کا باعث ہے، مگر بعض نیکیاں انسان اس قدر للّٰہیت اور جذبے کے ساتھ کرتا ہے کہ اسے رب تعالیٰ پر پورا بھروسا ہوتا ہے کہ وہ انہیں ان نیکیوں کا صلہ ضرور دے گا۔ یوں وہ اپنی ان نیکیوں پر ہمیشگی کرتا ہے اور پہلے سے بڑھ کر اخلاص پیدا کرتا ہے۔

لہٰذا پر اخلاص نیکیوں سے اُمید لگائی جا سکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اس کا رجحان پایا جاتا تھا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

حَدِّثْنِي بِأَرْجٰى عَمَلٍ عَمِلْتَهٗ فِي الْإِسْلَامِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ دَفَّ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ : مَا عَمِلْتُ عَمَلًا أَرْجٰى عِنْدِي أَنِّي لَمْ أَتَطَهَّرْ طَهُورًا فِي سَاعَةِ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ، إِلَّا صَلَّيْتُ بِذٰلِكَ الطُّهُورِ مَا كُتِبَ لِي أَنْ أُصَلِّيَ .

”بلال! قبول اسلام کے بعد کون سا عمل ہے، جس پر آپ کو سب سے زیادہ

ثواب کی امید ہو؟ میں نے جنت میں آپ کے قدموں کی چاپ سنی ہے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: مجھے سب سے زیادہ اُمید اس عمل پر ہے کہ رات ہو یا دن، جب بھی مَیں نے وضو کیا، تو تحیۃ الوضو ادا کی ہیں۔''

(صحيح البخاري : 1149، صحيح مسلم : 2458)

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَنَا أُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ مَعَهُمْ بِحُبِّي إِيَّاهُمْ، وَإِنْ لَمْ أَعْمَلْ بِمِثْلِ أَعْمَالِهِمْ .

''میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر وسیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ ان سے محبت کی وجہ سے میں انہی کے ساتھ ہوں گا، اگرچہ میرے اعمال ان جیسے نہیں۔''

(صحيح البخاري : 3688، صحيح مسلم : 2639)

❁ سیدنا یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

غَزَوْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوَةَ الْعُسْرَةِ، وَكَانَتْ أَوْثَقَ أَعْمَالِي فِي نَفْسِي .

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ عسرہ (غزوہ تبوک) میں شامل ہوا تھا اور یہ میرا ایسا عمل تھا، جس پر مجھے سب سے زیادہ بھروسہ تھا۔''

(صحيح البخاري : 2265، صحيح مسلم : 1674، المُنتقٰى لابن الجارود : 792)

سوال: انسان ایک وقت مختلف مشکلوں میں پھنس جائے، تو وہ کیا کرے؟

جواب: مشکلیں انسان کے لیے یا آزمائش ہوتی ہیں یا بطور سزا۔

اگر مصیبت زدہ شخص باری تعالیٰ سے دور ہے، گناہوں کا رسیا ہے، نماز روزے کا پابند نہیں، تو وہ ان مشکلوں اور پریشانیوں کا رب تعالیٰ کی طرف سے سزا سمجھے، ایسا شخص توبہ واستغفار کرے، رب العالمین کی بارگاہ میں روئے اور شرمندہ ہو اور اپنی کمیاں کوتائیاں دور کرے، نیز اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے، وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔

اگر مصیبت زدہ شخص صحیح العقیدہ ہے، نیکیوں میں بھی رغبت ہے، تو وہ ان مصائب کو آزمائش سمجھے، یہ اسے گناہوں سے پاک کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس لیے وہ صبر سے کام لے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرے، اللہ ہر مشکل میں مدد کرتا ہے۔ مصائب میں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنی چاہیے، فوق الاسباب مدد کوئی اور نہیں کرسکتا۔ مشکلات انبیائے کرام علیہم السلام پر بھی آئی ہیں، انہوں نے ان آلام میں فقط رب تعالیٰ کو پکارا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں بھی اسی عقیدہ سے عبارت ہیں۔ وہ ہر مشکل میں اللہ تعالیٰ کو پکارا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہی عقیدہ سکھایا اور پڑھایا ہے۔ کسی نبی یا ولی کو مشکل کشا قرار دینا شرک ہے، جو کتاب وسنت کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔

❁ سیدنا جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ رَجُلًا يَصْدُرُ النَّاسُ عَنْ رَأْيِهِ، لَا يَقُولُ شَيْئًا إِلَّا صَدَرُوا عَنْهُ، قُلْتُ : مَنْ هٰذَا؟ قَالُوا : هٰذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قُلْتُ : عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَرَّتَيْنِ، قَالَ : لَا تَقُلْ : عَلَيْكَ السَّلَامُ، فَإِنَّ عَلَيْكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ الْمَيِّتِ، قُلْ : السَّلَامُ عَلَيْكَ، قَالَ : قُلْتُ : أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ؟ قَالَ : أَنَا رَسُولُ

اللّٰهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ، أَنْبَتَهَا لَكَ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرَاءَ ـ أَوْ فَلَاةٍ ـ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهُ، رَدَّهَا عَلَيْكَ .

''ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں، وہ جو کہتا ہے، اس پر عمل کرتے ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ اللہ کے رسول ہیں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ کہا: علیک السلام یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: علیک السلام نہ کہیں، علیک السلام تو میت کے لیے دعا وسلام ہے، یہ کہا کریں : السلام علیک، عرض کیا: کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا: میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ جب آپ اس سے تکلیف دور کرنے کی دعا کریں، تو وہ قبول کرے گا، اگر قحط سالی میں مبتلا ہوں، تو اس سے دعا کریں، وہ شادابی عطا فرمائے گا، آپ کسی ریگستان یا صحرا میں ہوں، آپ کی سواری گم ہو جائے، دعا کریں، وہ آپ کی سواری لوٹا دے گا۔''

(سنن أبي داود : 4084؛ المُعجَم الكبير للطَّبراني : 6386؛ وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۲۲) نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۱۸۶/۴) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (ریاض الصالحین : ۷۹۶) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری : ۵/۱۱) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

(المُهذّب في اختصار السّنن الكبير : 4253/8)

سوال: صحابیات کی شرم وحیاء کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: صحابہ اور صحابیات شرم وحیاء کے پیکر تھے۔ صحابیات جسم کے پردے کے ساتھ ساتھ الفاظ کی ادائیگی میں بھی انتہائی محتاط تھیں۔ شرم وحیاء والے مسائل لطیف کنایات سے بیان کرتی تھیں۔

❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي، فَأَضَعُ ثَوْبِي، وَأَقُولُ: إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ، فَوَاللّٰهِ! مَا دَخَلْتُهُ، إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي، حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ .

''میں اپنے اس حجرے میں، جس میں رسول اللہ ﷺ اور میرے والد (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدفون تھے، داخل ہوتی تو (سر کا) کپڑا اتار دیا کرتی تھی اور (دل میں) یہ کہتی کہ یہاں میرے خاوند اور میرے والد ہی تو ہیں۔ لیکن جب ان کے ساتھ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی دفن ہو گئے تو اللہ کی قسم! میں اس حجرے میں صرف اسی حالت میں داخل ہوئی کہ میں اپنا (سر کا) کپڑا سختی سے باندھ لیتی تھی۔ میں یہ کام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتے ہوئے کرتی تھی۔''

(مسند الإمام أحمد: 202/6، المُستدرك على الصحيحين للحاكم: 62/3، ح: 4402، 8/4، ح: 6721، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

اگرچہ اجنبی مرد کی قبر پر پردہ کرنا ضروری نہیں، مگر یہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا کمال حیا ہے

کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کی قبر کے سامنے بھی بغیر پردے کے نہیں آتی تھی۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوران حج فطری ایام سے دوچار ہوئیں، تو رونے لگ گئیں کہ میں (حج کے ساتھ ساتھ) عمرہ نہیں کر پاؤں گی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عائشہ! کیا معاملہ ہے؟، تو میں نے عرض کیا:

لَا أُصَلِّي .

”میں (ایسی حالت میں ہوں کہ) نماز نہیں پڑھ سکتی۔“

(صحيح البخاري : 1560، صحيح مسلم : 1211)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ ایک شخص نے وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے کہا:

أَلَيْسَ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» مِفْتَاحَ الْجَنَّةِ قَالَ : بَلٰى يَا ابْنَ أَخِي وَلٰكِنْ لَيْسَ مِفْتَاحٌ إِلَّا وَلَهٗ أَسْنَانٌ فَمَنْ جَاءَ بِأَسْنَانِهٖ فُتِحَ وَمَنْ لَا لَمْ يُفْتَحْ .

”کیا لا الٰہ الا اللہ جنت کی چابی نہیں ہے؟ وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: کیوں نہیں بھتیجے! لیکن ہر چابی کے دندانے ہوتے ہیں، جو دندانوں والی چابی لے کر آیا، اس کے لیے دروازے کھول دیا جائے گا اور جو دندانوں والی چابی لے کر نہ آیا، اس کے لیے نہیں کھولا جائے گا۔“

(التّاريخ الكبير للبخاري : 95/1، تغليق التّعليق لابن حجر : 454/2)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① محمد بن سعید بن رمانہ مجہول الحال ہے، اسے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ”الثقات: ۹/ ۳۵“ میں ذکر کیا ہے۔

② سعید بن رمانہ مجہول ہے۔

فائدہ:

❀ علامہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

قَائِلُ هٰذَا الْقَوْلِ كَانَ يَمِيلُ إِلٰى مَذْهَبِ الْإِرْجَاءِ، فَأَجَابَهٗ وَهْبُ بْنُ مُنَبِّهٍ بِأَنَّ الْأَعْمَالَ دَاخِلَةٌ فِي الْإِيمَانِ أَوْ شَرْطٌ لَهٗ، وَمُجَرَّدُ قَوْلِ «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» بِلَا عَمَلٍ لَا يَنْفَعُ.

”یہ بات کہنے والا مذہب ارجاء کی طرف مائل تھا، تو اسے وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں یا اعمال ایمان کے لیے شرط ہیں۔ بغیر عمل کے فقط «لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» پڑھ لینا مفید نہیں۔“

(شرح تراجم أبواب البخاري، ص 29)

سوال: کیا میت کو مخاطب کیا جا سکتا ہے؟

جواب: سماع موتی کا عقیدہ کا نہ ہو، تو میت کو مخاطب کیا جا سکتا ہے، یہ انداز تکلم عرب میں جائز ہے، اس سے میت کے سننے کا عقیدہ مترشح نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ میت کے عدم سماع پر متعدد نصوص ہیں۔

❀ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دَخَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَبِي سَيْفٍ

الْقَيْنِ، وَكَانَ ظِئْرًا لِإِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَأَخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِبْرَاهِيمَ، فَقَبَّلَهُ، وَشَمَّهُ، ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَإِبْرَاهِيمُ يَجُودُ بِنَفْسِهٖ، فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ، فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : وَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ : يَا ابْنَ عَوْفٍ إِنَّهَا رَحْمَةٌ، ثُمَّ أَتْبَعَهَا بِأُخْرٰى، فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ .

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ابو سیف لوہار کے ہاں گئے، یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے) کو دودھ پلانے والی دائی کے خاوند تھے، نبی کریم ﷺ نے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو گود میں لیا، پیار کیا اور سونگھا، پھر کسی دن دوبارہ آئے، دیکھا کہ اس وقت ابراہیم رضی اللہ عنہ دم توڑ رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی مبارک آنکھیں آنسوؤں سے نم ہیں، تو سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بول پڑے: اللہ کے رسول! بھلا آپ بھی لوگوں کی طرح رو رہے ہیں، فرمایا: ابن عوف! یہ تو رحمت ہے، پھر رسول اللہ ﷺ دوبارہ پرنم دیدہ ہوئے اور فرمایا: آنکھیں بہہ رہی ہیں، دل غم سے نڈھال ہے، مگر زبان سے وہی کہیں گے، جو ہمارے رب کو پسند ہے، ابراہیم! تیری جدائی غمگین کر گئی۔''

(صحيح البخاري : 1303، صحيح مسلم : 2315)

❁ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی میت کے پاس آئے، چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا، بوسہ دیا اور فرمایا:

بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللّٰهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا .

”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی میں پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا۔“

(صحيح البخاري : 3667، 3668)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی باری جس رات ان کے پاس ہوتی، تو آپ ﷺ ہمیشہ اخیر شب میں بقیع غرقد جاتے اور فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ، وَاَتَاكُمْ مَا تُوعَدُونَ غَدًا، مُؤَجَّلُونَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيعِ الْغَرْقَدِ .

”یہاں کے اہل ایمان باشندو! آپ پر سلامتی ہو، آپ اپنے اعمال کا (پورا پورا) بدلہ عنقریب پالو گے اور ہم بھی ان شاءاللہ آپ سے آن ملیں گے، اللہ! بقیع غرقد والوں کو معاف فرما۔“

(صحيح مسلم : 974)

❁ سیدہ اُم علاء انصاریہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی میت کو مخاطب کیا اور فرمایا:

رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ أَبَا السَّائِبِ، فَشَهَادَتِي عَلَيْكَ : لَقَدْ أَكْرَمَكَ اللّٰهُ ....

''ابوسائب! آپ پر اللہ کی رحمت ہو، میری آپ کے متعلق گواہی ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت بخش دی ہے......۔''

(صحیح البخاري : 1241)

❁ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی میت کو مخاطب کیا اور فرمایا:

مَا خَلَّفْتَ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أَلْقَى اللّٰهَ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ مِنْكَ، وَأَيْمُ اللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنْ يَجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ .

''آپ کے بعد بھلا کون ہے، جس کی مثل عمل کر کے اللہ کے دربار میں حاضری مجھے محبوب رہی ہو؟ اللہ کی قسم! مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جگہ دے گا۔''

(صحیح البخاري : 3685، صحیح مسلم : 2389)

سوال: کیا میت کو طاق عدد میں غسل دینا چاہیے؟

جواب: مستحب یہ ہے کہ میت کو طاق عدد میں غسل دیا جائے۔

❁ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ : اغْسِلْنَهَا ثَلَاثًا أَوْ خَمْسًا أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ إِنْ رَأَيْتُنَّ بِمَاءٍ وَّسِدْرٍ ....

”رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، ہم آپ کی بیٹی (زینب) کو غسل دے رہی تھیں، فرمایا: انہیں تین یا پانچ یا اگر ضرورت محسوس کریں، تو اس سے زائد بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا۔“

(صحيح البخاري : 1253، صحيح مسلم : 939، المُنتقٰى لابن الجارود : 518)

سوال: میت کو خوشبو لگانا کیسا ہے؟

جواب: میت کو خوشبو لگانا مشروع، مسنون اور مستحب ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حالت احرام میں اونٹنی سے گرا، اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا، جس سے اس کی موت واقع ہو گئی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُحَنِّطُوهُ .

”اسے خوشبو مت لگانا۔“

(صحيح البخاري : 1265، صحيح مسلم : 1206)

❀ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

لَا تُمِسُّوهُ طِيبًا .

”اسے خوشبو مت لگانا۔“

(صحيح البخاري : 1850)

چونکہ یہ صحابی حالت احرام میں تھے، احرام کی حالت میں خوشبو لگانا جائز نہیں، جب فوت ہوئے، تب بھی انہیں خوشبو لگانے سے منع کر دیا گیا کہ یہ صحابی حالت احرام میں ہیں اور اسی حالت میں روز قیامت اٹھائے جائیں گے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ میت کو خوشبو لگانا

مشروع ہے، البتہ حالت احرام میں فوت ہو، تو خوشبو نہ لگائی جائے۔

❀ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهُ فَقَالَ : ...... وَاجْعَلْنَ فِي آخِرِهِ كَافُورًا أَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُورٍ .

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، ہم آپ کی بیٹی (سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) کو غسل دے رہی تھیں، فرمایا: آخری غسل میں کافور یا کافور کی کوئی چیز شامل کر لینا۔“

(صحيح البخاري : 1253، صحيح مسلم : 939، المُنتقٰى لابن الجارود : 518)

❀ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ حَنَّطَ ابْنًا لِّسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَحَمَلَهُ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے (کی میت) کو خوشبو لگائی اور انہیں اٹھایا، پھر مسجد میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی، آپ رضی اللہ عنہ نے وضو نہیں کیا۔“

(موطأ الإمام مالك : 25/1، وسندهٗ صحيحٌ)

سوال: ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، پاس بیٹھے دو شخص باتیں کر رہے تھے، نمازی کے کان میں کوئی بات پڑ گئی اور اس نے وہ بات سمجھ بھی لی، نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: نمازی کے کان میں کسی کی بات پڑی اور اس نے وہ بات سمجھ لی، تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، نہ اس پر اعادہ واجب ہے۔ اس پر کئی دلائل ہیں۔

سوال: کیا عیسائیوں کی قبرستان میں جا سکتے ہیں؟

جواب: عیسائی، یہودی، مشرک اور دیگر غیر مسلموں کے قبرستان میں جایا جا سکتا ہے۔ ان کی قبریں بھی مقام عبرت ہیں، البتہ ایسے قبرستان میں زیارت قبور والی دعا نہیں پڑھی جائے گی، وہ اس قبرستان کے بارے میں ہے، جس میں مسلمان مدفون ہوں، نہ وہاں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے گی۔

❁ غلام رسول ﷺ بشیر، جن کا نام جاہلیت میں زحم تھا، بیان کرتے ہیں:

بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ : لَقَدْ سَبَقَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا ثَلَاثًا ثُمَّ مَرَّ بِقُبُورِ الْمُسْلِمِينَ، فَقَالَ : لَقَدْ أَدْرَكَ هٰؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا.

”ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: یہ لوگ بہت سی بھلائی سے محروم رہے۔ آپ ﷺ نے تین بار یہ فرمایا۔ پھر آپ مسلمانوں کی قبروں کے پاس سے گزرے، تو فرمایا: ان لوگوں نے بہت سی بھلائی حاصل کر لی۔“

(سنن أبي داوٗد : 3230؛ سنن النّسائي : 2050؛ سنن ابن ماجه : 1568؛ وسندہٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (3170) نے ”صحیح“، امام حاکم رحمہ اللہ (373/1) نے ”صحیح الاسناد“ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ”صحیح“ کہا ہے۔

سوال: کیا مجنون کے مال پر زکوۃ ہے؟

جواب: مجنون کے مال پر بھی زکوۃ ہے۔ مجنون بدنی اور قولی عبادات سے مرفوع القلم ہے، اس کے مال کے متعلق جتنے شرعی حقوق ہیں، ان کی ادائیگی ضروری ہے، البتہ وہ

ادائیگی مجنون کے ذمہ نہیں، بلکہ اس کی ادائیگی وہ شخص کرے گا، جو مجنون کے مال کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور انہیں مختلف شرعی احکام بتائے، جن میں سے ایک حکم یہ تھا:

أَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ .

''(معاذ!) اہل یمن (میں سے مسلمانوں ہونے والوں) کو بتائیے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے (صاحب نصاب) امیروں سے وصول کی جائے گی اور ان کے فقراء کو دی جائے گی۔''

(صحيح البخاري : 1395، صحيح مسلم : 19)

اس حدیث کے عموم سے ثابت ہوا کہ مجنون کے مال پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ جس طرح یتیم کے مال میں زکوٰۃ فرض ہے۔ ان کی استثناء نہیں۔

سوال: کیا میت کو اپنے قریبی زندہ شخص کے پریشان ہونے پر تکلیف ہوتی ہے؟

جواب: مرنے والوں کا رابطہ زندہ سے کٹ جاتا ہے۔ انہیں زندوں کے احوال کی خبر نہیں ہوتی، الا کہ انہیں خبر دے دی جائے۔ یہ غیبی معاملہ ہے، اس بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے۔

سوال: کیا سفر عمرہ پر جانے سے پہلے قبرستان کی زیارت کرنا جائز ہے؟

جواب: سفر عمرہ سے پہلے قبرستان کی زیارت کی مشروعیت پر کوئی دلیل نہیں۔ خاص

سفر عمرہ کی وجہ سے قبرستان کی زیارت کرنا بدعت ہے، کیونکہ یہ شرع پر زیادت ہے۔ البتہ عبرت کی نیت سے قبرستان کی زیارت کو جانا جائز اور مشروع بلکہ مستحب ہے۔

سوال: کیا بیوہ پر عدت گزرنے کے بعد پہلے دن اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنا واجب ہے؟

جواب: بیوہ پر عدت گزرنے کے بعد پہلے ہی دن شوہر کی قبر کی زیارت کو جانا واجب نہیں، اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں۔ وہ کبھی بھی زیارت کو جا سکتی ہے، اگر وہ زیارت کو نہ بھی جائے، تو حرج نہیں، البتہ عدت کے دوران قبرستان کی زیارت کے لیے گھر سے باہر جانا جائز نہیں۔

سوال: قبرستان میں زیارت قبور کی دعا پڑھنے پر کیا اجر ہے؟

جواب: زیارت قبور کی دعا پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔ یہ عمل خیر ہے، نبی کریم ﷺ کی ہر سنت اور دعا باعث اجر وثواب ہے۔ البتہ اس دعا کا خاص ثواب کسی حدیث میں منقول نہیں۔

سوال: جس شخص نے کسی عالم دین کی توہین کی ہو، کیا وہ عالم دین اس شخص کی دینی راہنمائی کر سکتا ہے؟

جواب: عالم دین کا فرض ہے کہ لوگوں کی دینی راہنمائی کرے، اگر کوئی بدبخت کسی عالم کو دشمن بن جائے، اس کی راہنمائی بھی کی جا سکتی ہے، عالم دین کو چاہیے کہ اپنے ذاتی غصے کو ایک جانب رکھ کر اپنے دشمن کی بھی صحیح راہنمائی کرے۔

❀ عبدالسلام بن ابی حازم ابوطالوت رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

شَهِدْتُ أَبَا بَرْزَةَ دَخَلَ عَلٰى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ زِيَادٍ، فَحَدَّثَنِي

فُلَانٌ سَمَّاهُ مُسْلِمٌ وَكَانَ فِي السِّمَاطِ فَلَمَّا رَآهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ : إِنَّ مُحَمَّدِيَّكُمْ هٰذَا الدَّحْدَاحُ، فَفَهِمَهَا الشَّيْخُ، فَقَالَ : مَا كُنْتُ أَحْسَبُ أَنِّي أَبْقٰى فِي قَوْمٍ يُعَيِّرُونِي بِصُحْبَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهٗ عُبَيْدُ اللّٰهِ : إِنَّ صُحْبَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ زَيْنٌ غَيْرُ شَيْنٍ، قَالَ : إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِأَسْأَلَكَ عَنِ الْحَوْضِ، سَمِعْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ فِيهِ شَيْئًا؟ فَقَالَ لَهٗ أَبُو بَرْزَةَ : نَعَمْ لَا مَرَّةً، وَّلَا ثِنْتَيْنِ، وَلَا ثَلَاثًا، وَلَا أَرْبَعًا، وَّلَا خَمْسًا، فَمَنْ كَذَّبَ بِهٖ فَلَا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْهُ، ثُمَّ خَرَجَ مُغْضَبًا .

’’میں نے سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے، مجھے فلاں نے بیان کیا، یعنی مسلم نے، جو کہ مسلم ایک صف میں کھڑے تھے۔ سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو جب عبید اللہ نے دیکھا، تو کہنے لگا: یہ تمہارا چھوٹے قد کا محمدی ہے۔ تو شیخ اس کی بات سمجھ گئے، تو فرمانے لگے: مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں ایک ایسی قوم میں موجود ہوں گا، جو مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پر عار دلائیں گے۔ تو عبید اللہ ان سے کہنے لگا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت آپ کے لئے زینت ہے، کوئی عیب نہیں۔ میں نے آپ کی طرف اس لئے ان کو بھیجا تھا کہ یہ آپ سے حوض کے متعلق پوچھ لیں۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کچھ فرمایا؟ فرمایا: ہاں اور یہ ایک دو تین یا چار پانچ دفعہ نہیں فرمایا، بلکہ اس سے بھی

زیادہ دفعہ فرمایا: جو اس کی تکذیب کرتا ہے، اللہ اس کو حوض سے پانی نہ پلائے، اتنی بات کہی اور غصے سے باہر نکل گئے۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/421، سنن أبي داود : 4749، وسندهٗ حسنٌ)

اس روایت کے بہت سے شواہد بھی ہیں۔

عبیداللہ بن زیاد نے سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ توہین آمیز رویہ اختیار کیا، جس سے سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ کو غصہ بھی آیا، مگر جب عبیداللہ بن زیاد نے دینی راہنمائی مانگی، تو سیدنا ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کو حدیث کی روشنی میں جواب دیا اور غصے کی حالت میں واپس چلے گئے۔

سوال: کیا حیض ونفاس والی عورت قبرستان کی زیارت کو جاسکتی ہے؟

جواب: جاسکتی ہے۔

سوال: قبرستان کی انتظامیہ نے انتظامی ضرورت کے پیش نظر قبرستان کی زیارت کے لیے دن کے بعض اوقات میں پابندی لگائی ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: شرعی اعتبار سے قبرستان کی زیارت کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے، دن یا رات کا کوئی حصہ زیارت قبور کے لیے ممنوع نہیں۔ لیکن اگر انتظامیہ محض انتظامی ضرورت کے لیے رات یا دن کے کسی وقت زیارت قبور پر پابندی لگا دے، تو اس میں حرج نہیں، اس سے شرعی حکم تبدیل نہیں ہوگا۔

خوب یاد رہے کہ یہ پابندی اسی قبرستان کے لیے ہوگی، جن کی انتظامی نے اپنا کوئی انتظامی عذر پیش کیا ہو، لہٰذا جس قبرستان میں کوئی انتظامی عذر نہ ہو، وہاں پابندی نہیں لگائی جائے گی۔

سوال: ایک شخص نے اپنی ذاتی زمین میں قبرستان بنایا، وہ میت کو دفنانے کی قیمت وصول کرتا ہے، کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: مالک کا اپنی مملوکہ جگہ پر قبر بنانے کے لیے قیمت وصول کرنا جائز ہے، قیمت ادا کیے بغیر یا مالک کی اجازت کے بغیر میت کو دفن کرنا درست نہیں۔ جگہ کے مالک سے اجازت لینا ضروری ہے، البتہ جو جگہ کسی کی بھی ملکیت میں نہ ہو، یا حاکم وقت نے کسی جگہ کو عام قبرستان کے لیے وقف کیا ہو، تو وہاں بلا معاوضہ قبر بنائی جا سکتی ہے۔

❀ عمرو بن میمون اودی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، اذْهَبْ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فَقُلْ: يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ، ثُمَّ سَلْهَا، أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ، قَالَتْ: كُنْتُ أُرِيدُهٗ لِنَفْسِي فَلَأُوثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِي، فَلَمَّا أَقْبَلَ، قَالَ لَهٗ: مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ: أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي، ثُمَّ سَلِّمُوا، ثُمَّ قُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَإِنْ أَذِنَتْ لِي، فَادْفِنُونِي، وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ.

''میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (مرض وفات میں) دیکھا، آپ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جائیے اور عرض کیجیے کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔ پھر انہیں کہنا کہ میں اپنے

دونوں ساتھیوں (نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ (آپ کے حجرہ میں) دفن ہونے کی خواہش رکھتا ہوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے وہ جگہ اپنے لیے رکھی تھی، مگر میں آج اپنے آپ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دوں گی۔ پھر جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واپس آئے، تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا خبر ہے؟ عرض کیا: امیر المومنین! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میرے لیے اس جگہ سے اہم کوئی شے نہیں تھی، لہٰذا جب میری روح قبض ہو جائے، تو مجھے اٹھا کر لے جانا اور جا کر سلام کرنا، پھر کہنا کہ عمر بن خطاب (دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں، اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مجھے اجازت دے دیں، تو مجھے (وہاں) دفن کر دینا، ورنہ مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان کی طرف لے جانا۔‘‘

(صحيح البخاري: 1392)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے وقت کے امیر المومنین ہونے کے باوجود سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے قرب میں دفن ہونے کی اجازت مانگی، کیونکہ وہ حجرہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھی، جس میں دفن ہونے کے لیے سیدہ رضی اللہ عنہا کی اجازت درکار تھی، سو اسی اجازت کے سلسلہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بھیجا، انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام دیا، تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت مرحمت فرما دی۔ نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگر اجازت نہ دیں، تو مجھے وہاں دفن نہ کرنا بلکہ بقیع الغرقد میں دفن کر دینا، جو کہ عام قبرستان ہے، جو کسی کی ملکیت نہیں۔

سوال: میری ماں مجھے کہتی ہے کہ فلاں دربار پر لے جاؤ۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: دربار اور درگاہوں پر جانا جائز نہیں، یہ شرک کے اڈے ہیں، یہاں غیر شرعی اُمور سرانجام دیے جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنی والدہ کی یہ بات نہ مانیں اور احترام کے ساتھ ٹال دیں، کیونکہ نافرمانی کے کاموں میں مخلوق کی اطاعت کرنا جائز نہیں۔

سوال: تین بندے قبرستان کی زیارت کے لیے گئے، کیا وہ قبروں کے پاس بیٹھ کر اپنی باتیں کر سکتے ہیں؟

جواب: حسب ضرورت قبرستان میں باتیں کی جا سکتی ہیں، ممانعت یا کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ کئی احادیث اور آثار سے ثابت ہے کہ قبرستان میں آپس کی باتیں کی جا سکتی ہیں۔

سوال: ہمارے علاقہ میں ایک موٹر وے کا منصوبہ پاس ہوا ہے، موٹر وے کے راستے میں ایک قبرستان آتا ہے، اس بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: بہتر ہے کہ موٹر وے کی سمت کچھ تبدیل کر لی جائے اور قبرستان کی ایک طرف سے گزار دیا جائے، اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو، تو قبرستان پر پُل تعمیر کیا جائے، جس کے نیچے قبریں ہوں اور اوپر سے موٹر وے گزاری جائے، یا کوئی اور ایسا راستہ نکالا جائے، جس سے قبروں کو کوئی نقصان نہ ہو، کیونکہ اس کام کے لیے آباد قبرستان کو ختم کرنا یا ان کی قبروں کو منتقل کرنا جائز نہیں۔

سوال: میت کو دفن کرنے کے لیے قبر نکالی گئی ہے، کیا اس کی حرمت ہے؟

جواب: قبر کی حرمت اس میں مدفون میت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جب تک قبر میں میت کو دفن نہیں کیا گیا، اس کی حرمت نہیں، ایسی قبر میں جوتے لے کر داخل ہوا جا سکتا ہے، اس جگہ پر بیٹھا جا سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔